

# تشریح صحابین

امام قاضی ابو یوسف  
اور  
امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہما  
پر جرح کرنے والوں کے  
الزامات کا تحقیقی تجزیہ

تحقیق  
فیصل خان



امام قاضی ابویوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہما (صحابین) پر جرح کرنے والوں کے الزامات کا تحقیقی تجزیہ

① الْقَوْلُ الْحَسَنُ بِمَا تَوَقَّفَ فِي تَوْثِيْقِ الْإِمَامِ أَبِي يُوسُفَ  
② الْقَوْلُ الْمُوَيَّدُ فِي تَعْدِيلِ الْإِمَامِ مُحَمَّدٍ

# توثیق صحابین

بویوسف، محمد (۱۲۳۳ھ)

تحقیق

فیصل خان (راول پنڈی)

دارالاسلام

۸ سی، پہلی منزل محی الدین بلڈنگ

داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور، پنجاب، پاکستان

+92-42-37115165

+92-321-9425765

darulislam21@yahoo.com

www.facebook.com/Razaulhassan Qadri

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

فیضان نورِ علم

امام التکلمین، مصلح عقائد المسلمین  
ابو منصور محمد باقر ترمذی

امام اعظم علی الاطلاق، بانی فقہ حنفی  
ابو حنیفہ نعمان ثابت کوفی

حضرت امام ہادی مجدد امت محمدی  
شیخ احمد فاروقی ہمدانی

غوث اعظم، شیخ طریقت  
محمی الدین عبدالقادر جیلانی

شیخ الاسلام، علی حضرت امام اہل سنت  
شاہ احمد رضا خان دہلوی

برکتہ ارضی فی الہند، شیخ محقق  
شاہ عبدالکحیم محدث دہلوی

ارباب شوری

علامہ شریعتی، علامہ جلال  
محمد محمود احمد، کاتب  
ڈاکٹر ظہور احمد اظہر  
راجا رشید محمود  
خواجہ رضی حیدر

ذکی العصر فیہ وفاء لہ  
حضرت شیخ ایشہ

علاء ابوالحسن محمد ایشہ شرقی دہلوی

صاحب الارشاد: مفتی غلام حسن قادری

جلد حقوق مدیہ طباعت محفوظہ

سلسلہ مطبوعات ۱۵

طبع ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ  
اکتوبر ۲۰۱۲  
قیمت ۵ روپے NET

ناشر: محمد رضا احسن قادری

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## انتساب

ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو

محدث فقیہ الامت

امام اعظم علی الاطلاق، قطب عالم بالاتفاق

سیدنا و ہادینا

## ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی فارسی

(رجل من اہل فارس)

عَلَيْهِ الصَّفْوُ وَالْعَفْوُ وَالرَّحْمَةُ وَالنِّعْمَةُ وَالرِّضْوَانُ وَالْغُفْرَانُ

کے نام

منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے

جن کے باطنی فیوضات سے

اس ناچیز کو مطالعہ حدیث کا شوق ہوا

خادم اہل سنت و جماعت

فیصل خان

## ”دارالاسلام“ کی شائع کردہ تراش علمیہ

- 1- السبین مع تنقید و تبصرہ 2- الرشاد 3- نُزْهَةُ الْمَقَالِ فِي الْحَيَاةِ الرَّجَالِ  
پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)
- 4- شَرْحُ الْمِرْقَاةِ لِشَمْسِ الْعُلَمَاءِ الْمَوْلَوِي مُحَمَّد عَبْد الْحَقِّ الْعُمَرِي الْخَيْرِ اَبَادِي  
وَيَلِيهِ: رسالة في الوجود الترابي للسيد الحكيم تركات أحمد التتوني رَحْمَةُ اللَّهِ  
5- بحاث ضروری: حافظ ولی اللہ لاہوری، محشی: مولوی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ، تیسرا تحقیق و تسہیل: خورشید احمد سعیدی
- 6- الروض الجود (وصدق الوجود): علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: حکیم سید محمود احمد برکاتی
- 7- علامہ فضل حق خیر آبادی: چند عنوانات: خوشتر نورانی علیک (مدیر اعلیٰ ماہ نامہ ”جام نور“، دہلی)
- 8- حیاتِ استاذ العلماء مولانا یار محمد بند یالوی رحمۃ اللہ علیہ: علامہ غلام رسول سعیدی (دائر العلوم نعیمیہ، کراچی)
- 9- مولود کعبہ کون؟ 10- مَنْ هُوَ مُعَاوِيَةَ؟: قاری محمد لقمان
- 11- الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری رحمۃ اللہ علیہ
- 12- نور ایمان (دیوان): مولانا محمد عبد السمیع بیدل رام پوری رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ مرزا غالب
- 13- توثیق صاحبین بو یوسف، محمد (۱۴۳۳ھ): فیصل خان، راول پنڈی
- 14- احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام: تاج الفحول شاہ عبدالقادر بدایونی، مترجم: مولانا دلشاد احمد قادری
- 15- عقائد اہل سنت و جماعت (اعتقاد الاحباب، امور عشرین، عقائد حقہ اہل سنت): امام احمد رضا خاں بریلوی
- 16- دِيْوَانُ فَضْلِ الْحَقِّ الْخَيْرِ اَبَادِي، دِرَاسَةٌ وَتَحْقِيقٌ لِلدُّكْتُورَةِ سَلْمَةَ فِرْدَوْسِ سَيَهْوَلِ تحت الطبع
- 17- آداب المریدین: شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: مولانا شیخ رحمت اللہ کبیر انوی رحمۃ اللہ علیہ
- 18- تقاریر امام احمد رضا: سید صابر حسین شاہ بخاری (برہان شریف، انک)
- 19- رسائل (عقد الأمصار مدينته الأنصار، التبتة العذورية في المعارف الخيورية، حفظ المتين عن  
لُصُوصِ الدِّينِ) مولانا خیر الدین خوری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (والد ابوالکلام آزاد)، تقدیم از راجا رشید محمود
- 20- کلیات کائی: سلطان نعت گو یاں حضرت مولانا سید کفایت علی کائی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
- 21- تنقیح العبادات: مناظر اسلام مولانا سید آل حسن رضوی موہانی رحمۃ اللہ علیہ
- 22- سند ابی بکر الصدیق: امام ابی بکر احمد بن علی مروزی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: محمد رضا احسن قادری زیر ترجمہ
- 23- امیر الکلام من کلام الامام (اقوال حضرت سیدنا علی مرتضی رحمۃ اللہ علیہ): پروفیسر مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ زیر کتابت
- 24- تاریخی مباحثے (تین تاریخی بحثیں: ڈاکٹر غلام جبار شمس مصباحی، مکالمہ کاظمی و موذودی)

## فہرست

مقدمہ

	① الْقَوْلُ الْحَسَنُ بِمَا تَوَقَّفُ	
	فِي تَوْثِيقِ الْإِمَامِ أَبِي يُوسُفَ	
۸۹	۷ فِي تَعْدِيلِ الْإِمَامِ مُحَمَّدٍ	۹۲
۹۲	۹ إِمَامُ مُحَمَّدِ شَيْبَانِيٌّ بِإِعْتِرَاضَاتِ كَاتِبِي جَائِزِهِ	۹۲
۹۲	۲۱ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ كَيْ جَهْمِي كَذَابٍ كَهْنِي كِي تَحْقِيقِ	۹۹
۹۹	۲۱ جَهْمِي هُونِي كِي الزَامِي كِي حَقِيقَتِ	۱۱۱
۱۱۱	۲۳ إِمَامُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ كَا اِعْتِرَافِ حَقِّ	۱۱۲
۱۱۲	۲۷ إِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ كِي جِرْحِ كَا تَحْقِيقِي جَائِزِهِ	۱۲۳
۱۲۳	۳۰ جَوْزِ جَانِي كِي جِرْحِ كِي تَحْقِيقِ	۱۲۷
۱۲۷	۳۲ إِمَامُ ابُو زُرْعَةَ الرَّازِي كِي جِرْحِ كِي تَحْقِيقِ	۱۲۹
۱۲۹	۳۳ كِيَا إِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْسَنٍ جَهْمِي تَحِي؟	۱۳۰
۱۳۰	۳۵ إِمَامُ نَسَائِي كِي جِرْحِ كِي تَحْقِيقِ	۱۳۳
۱۳۳	۳۷ حَافِظُ عَقْلِي كِي جِرْحِ كِي تَحْقِيقِ	۱۳۵
۱۳۵	۳۹ دِيْغَرُ مُحَمَّدِ شَيْبَانِي كِي جِرْحَاتِ كِي تَحْقِيقِ	۱۳۷
۱۳۷	۴۰ زَبِيرُ عَلِي زَيْنِي كِي پِشِ كَرْدِهِ جِرْحَاتِ كَا نَقْشِ	۱۵۶
۱۵۶	۴۲ ۲۴ مُحَمَّدِ شَيْبَانِي كَرَامِي سِي إِمَامِ مُحَمَّدِي كِي تَوْثِيقِ	۱۷۵
۱۷۵	۷۰ كِتَابُ الْأَثَارِ كَالْمِ نَسْخِ	
	② الْقَوْلُ الْمُوَيَّدُ	
	۷۴	
	۷۸	

۴۵ محمد شین سے قاضی ابویوسف کی توثیق

ادارے نوٹ: محترم جناب کیمیل خان صاحب کی یہ کتاب کامل انصاف مسکت الجواب کتابت اور تصحیح کے عبوری مراحل طے کرنے کے بعد حتمی شکل میں (ڈرینگ کی صورت میں) ادارہ کو موصول ہوئی ہے۔ اس سبب اس میں کوئی رد و بدل ممکن نہ تھا۔ لہذا ادارہ الاسلام کے مستقل قارئین سے پیشگی معذرت کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران املا اور تصحیح کی جہت سے وہ لطف نہیں اٹھاپائیں گے جو ادارہ کی دیگر نطبع یافتہ کتب میں ایک خاص اہتمام سے وصول کرتے ہیں۔

## مقدمہ

ائمہ اہل سنت نے جس قدر اسلام اور شریعت کی خدمت کی اس کو احاطہ فکر میں لانا ممکن نہیں، کیونکہ ائمہ اہل سنت کی تمام زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کی حفاظت اور خدمت میں گزری ہے اور اس سے خواص تو خواص عوام بھی بے خبر نہیں مگر اس کے برعکس ان جلیل القدر ہستیوں پر طعن و تشنیع کا جو بازار عالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے گرم کیا ہوا ہے، یقیناً علماء غیر مقلدین بھی اس پر شرمندگی تو ضرور محسوس کرتے ہوں گے۔ کیونکہ عوام الناس میں غیر مقلدین حضرات یہ راگ الاپتے نظر آتے ہیں کہ ہم تو فقہاء کرام اور مجتہدین کا ادب و احترام کرنے والے ہیں، ہم ان کی خدمات کو سراہنے والے ہیں، ہم تو انہیں اہل سنت کا حقیقی سرمایہ مانتے ہیں۔ مگر تحریری طور پر غیر مقلدین حضرات ان ائمہ کرام پر جس قسم کا کچھڑا چھالتے ہیں اس سے اللہ کی پناہ۔ عالی غیر مقلد زبیر علی زئی جو کہ اسماء الرجال اور حدیث کی تحقیق میں انتہائی تشدد، متعصب اور مجروح ہے۔ اس نے ”ثقلہ مجتہد“ امام قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ پر جرح کے اقوال نقل کئے اور ساتھ کچھ تعدیل کے اقوال بھی لکھے ہیں۔ مگر اصول سے انحراف کرتے ہوئے صرف عددی لحاظ سے ضعیف ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی۔ اس کتاب میں ان تمام اعتراض کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔

میری گزارش ہے کہ میری تحقیق کا مسلک سے بالاتر ہو کر مطالعہ کریں تاکہ حقیقت تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ ورائمہ کرام پر طعن کر کے اپنے نامہ اعمال کو داغدار ہونے سے محفوظ رکھ سکیں۔ اپنی تصنیف میں کسی بھی جگہ اصول اسماء الرجال سے انحراف نہیں کیا، مگر اس کے باوجود کسی کو میری تحریر سے علمی اختلاف ہو تو ہم تہہ دل سے قبول کریں گے۔ اللہ ہمیں ائمہ کرام کی عزت کرنے کے توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فیصل خان، راولپنڈی، Mob:0321-5501977

# القول الحسن بلا توقف في توثيق

## امام ابی یوسفؒ

امام اعظمؒ کے بعد دوسری شخصیت جس نے فقہ حنفی کی تدوین میں اہم خدمات انجام دیں وہ ہیں قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری آپ کوفہ میں ۱۱۳ھ کو پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم حاصل کی۔ آپ عربی النسل تھے۔ قاضی ابو یوسف نے پہلے قاضی ابن ابی لیلیٰ کی شاگردی اختیار کی پھر امام اعظم ابو یوسف کی صحبت اختیار کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ علم و فضل کی بنا پر عہدہ قضا پر فائز ہوئے اور اس طرح خلافت عباسیہ کے سب سے پہلے قاضی بنے۔ (تاریخ بغداد ۱۱۴/۲۲۲)

**اساتذہ:** امام اعظم ابو حنیفہ ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید الانصاری عطا بن سائب یزید بن ابی زیاد، ابی اسحاق الشیبانی، عبید اللہ بن عمر، الاعمش، حجاج بن ارطاء وغیر ہم

(سیر اعلام النبلاء ۸/۵۳۵)

**شاگرد:** یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، علی بن جعد، اسد بن فرات، احمد بن مدیح، علی بن مسلم الطوسی، عمرو بن ابی عمرو الجرائی، وعمرو الناقد وغیر ہم۔ (سیر اعلام النبلاء ۸/۵۳۵)

**علمی مقام:** محدث ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔

قاضی ابو یوسف بڑے فقیہ عالم اور حافظ تھے۔ حفظ حدیث میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ محدث کے یہاں حاضر ہوتے اور پچاس یا ساٹھ حدیثیں تک یاد کر لیتے پھر کھڑے ہو کر املاء کر دیتے، بڑے کثیر الحدیث تھے۔ آپ تین خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے قاضی رہے۔ (الانتقاء ص ۲۳۰)



اس کے علاوہ جمہور محدثین کرام نے آپ کی توثیق اور تعریف بیان کی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ثقہ اور صدوق محدث اور فقیہ ہیں۔

**تصانیف:** امام ابو یوسف نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں انہوں نے اپنے استاد امام ابو حنیفہ کے افکار و نظریات کا ذکر کیا۔ آپ کی سب سے مشہور کتاب ”الخراج“ ہے اور اس کتاب کے بارے میں ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں: اور یہ کتاب الخراج بلاشبہ اپنے موضوع پر بہتر اور قیمتی فقہی سرمایہ ہے، جس دور میں یہ لکھی گئی اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ (ابو حنیفہ، ابو زہرہ ص ۱۹۷)

امام ابو یوسف کی ایک اور کتاب ”اختلاف ابی حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ“ ہے جس میں امام موصوف نے وہ مسائل جمع کئے جو امام اعظم اور قاضی ابن ابی لیلیٰ میں مختلف فیہ تھے۔ ان تمام مسائل میں امام ابو یوسف نے امام اعظم کا ساتھ دیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں۔ ”یہ امام ابو یوسف کی تصانیف ہیں مذکورہ بالا کتب کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر حسین تعبیر، وضاحت بیان جزالت، دقت نظر اور قوت فکر پائی جاتی ہے اس کے پہلو بہ پہلو فقہی دلائل ہیں جن سے امام ابو حنیفہ کے منہاج فکر کا پتا چلتا ہے۔ (ابو حنیفہ، ابو زہرہ ص ۲۰۵)

ان کتابوں کے علاوہ قاضی ابو یوسف کی متعدد تصانیف ہیں۔ مثلاً

- (۱) کتاب الصلوٰۃ (۲) کتاب الزکوٰۃ (۳) کتاب البيوع (۴) کتاب الحدود
- (۵) کتاب الصيد والذبائح (۶) الرسالہ فی الخراج (۷) کتاب صیام
- (۸) کتاب الفرائض (۹) کتاب الصیام (۱۰) الامالی
- (۱۱) کتاب اختلاف الامصار (۱۲) کتاب الرد علی مالک بن انس (۱۳) کتاب الآثار وغیرہ۔ (الفہرست ابن ندیم ص ۸۳، ہدیۃ لعاریفین ۲/۲۲۶)

قاضی ابو یوسف فقہاء محدثین میں وہ منفرد شخص تھے جنہوں نے اہل حدیث اور اہل الرائے کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی اور حفظ حدیث میں امام ابو یوسفؒ نے اس درجہ شہرت حاصل کر لی تھی کہ امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ شمار ہونے لگے تھے۔

## جرح و تعدیل کے اصول

قارئین کرام! کسی بھی راوی خصوصاً ائمہ کرام کو ضعیف ثابت کرنے کے چند اصول و ضوابط مد نظر رکھنا ضروری ہیں کیونکہ شاذ اور غیر مقبول اقوال سے کسی بھی راوی خصوصاً ائمہ کرام کو ضعیف ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ ائمہ حدیث اور محدثین کرام نے جرح و تعدیل کے کچھ اصول وضع کیے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ہی کسی راوی پر جرح و تعدیل کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

### اسباب جرح

اول الذکریات تو یہ ہے کہ کسی بھی راوی کو ضعیف ثابت کرنے کے چند اسباب ہوتے ہیں ایک راوی کی عدالت اور دوسرا اس کا ضبط۔ مزید برآں یہ دونوں اسباب مزید پانچ اقسام میں منقسم ہیں۔

**عدالت سے متعلقہ اسباب:** (1) کذب بیانی (2) کذب کی تہمت (3)

فسق (4) بدعت (4) جہالت (5) ثقہ راویوں کی مخالفت کرنا۔ (نزہۃ النظر ص ۶۸ تا ۶۹)

**ضبط سے متعلقہ اسباب:** (۱) فحش غلطی (۲) قوت حفظ کا کمزور ہونا

(۳) غفلت (۴) اوہام کا کثیر الغلط ہونا (۵) ثقہ راویوں کی مخالفت کرنا

ان مندرجہ بالا میں سے کوئی سبب بیان ہوگا تو جرح ہوگی اور یہ بھی یاد رکھیں جب تک اس

سبب کی وجہ نہ بتائی جائے تب تک جرح مبہم رہے گی اور ائمہ کرام کے بارے میں جرح مبہم

قابل قبول نہیں ہوتی۔

## جرح غیر مفسر (مبہم) نامقبول و مردود

دوم: یہ کہ جرح مفسر ہو کیونکہ مبہم جرح ہرگز ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ جب تک ضعیف کہنے کی وجہ نہ بیان کی جائے جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔

(۱) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ”جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔ جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۵۹ مترجم غیر مقلد زبیر علیزئی)

(۲) حافظ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں: ”ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۶۰ مترجم زبیر علیزئی)

(۳) حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں: ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر سببه (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱) ”جرح ثابت نہیں ہوتی، جب تک اس کے تمام اسباب بیان نہ کئے جائیں۔“

(۴) مولانا عبدالحی لکھتے ہیں: ”و اما الجرح فانه لا یقبل الا مفسر مبینا سبب الجرح..... الی قوله: لأن الناس مختلفون فی أسباب الجرح فیطلق احدہم الجرح بناء علی ما اعتقده جرحا، ولیس بجرح فی نفس الامر، فلا بد من بیان سببه لیظهر اهو قادح ام لا انتھی۔ (الرفع والتکمیل ص ۸۰)

یعنی وہ جرح احاطہ قبول میں آسکتی ہے جو مفسر ہو اور اس میں جرح کے تمام اسباب واضح ہوں، اس لیے کہ جرح کے اسباب میں لوگ مختلف ہوتے ہیں وہ اپنے اعتقاد کی بنا پر کسی کو مجروح کر دیتے ہیں۔ حالانکہ نفس الامر میں وہ جرح نہیں ہوتی اس لئے اس کے تمام اسباب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ حقیقت میں یہ (راوی) مجروح ہے یا نہیں۔

## انہم متشددین ، متعصبین ، متعنتین کی جرح ناقابل قبول

متشدد متعنت / متعصب جارحین کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی ۔

(۱) علامہ ذہبیؒ کی ذکر من یعمد قولہ فی الجرح والتعدیل ص ۱۷۲

(۲) علامہ سخاویؒ کی کتاب المتکلمون فی الرجال ص ۱۲۲

(۳) زبیر علیزئی کی مقالات ۳۱۶/۱، فتاویٰ علمی ۵۷۷

(۴) علامہ عبدالحی لکھنوی کی الرفع والتکمیل ص ۲۷۳، ص ۲۵۱، ص ۲۲۹

(۵) غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ ”جرح کرنے والا اگر متعنت متشدد ہو تو اس کی توثیق معتبر

ہے مگر جرح معتبر نہیں۔ (خیر الکلام ص ۲۶)

(۶) ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ ”اور یہ طے شدہ بات ہے کہ متعنت کی جرح قابل قبول

نہیں۔ (توضیح الکلام ۱/۳۱۲)

## مسئلی و اعتقادی اختلاف کی وجہ جرح نامقبول

(۱) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: وممن ینبغی ان یتوقف فی قبول قولہ فی الجرح من

کان بینہ وبين من جرحه عدوۃ سبھا الا اختلاف فی الاعتقاد یعنی جرح

کرنے والا اگر عداوت، دشمنی، نفرت یا اعتقاد (مسئلی) کے اختلاف کی وجہ سے جرح

کرے گا تو ایسے محدث کی جرح مردود ہوگی۔ (لسان المیزان ۱/۱۶)

(۲) علامہ سبکیؒ لکھتے ہیں: ومما ینبغی ان یتفقد عن الجرح حال العقائد و اختلافها

بالنسبة الی الجارح والمجروح فر بما خالف الجارح المجروح فی

العقیدہ ف جرحہ لذلك یعنی ”اور ضروری ہے کہ جرح کے وقت جارح اور مجروح کے

عقائد و اختلاف عقائد کا حال دریافت کیا جائے، بعض دفعہ جارح عقیدے میں مجروح کا

مخالف ہوتا ہے۔ اس لئے اس پر جرح کرتا ہے۔ (طبقات الکبریٰ ۱/۱۸۹ و نسخہ ثانیہ ۱۲/۲)

(۳) مولانا عبدالحی لکھتے ہیں: الجرح اذا صدر من تعصب او عداوة او منافرة او نحو ذلك فهو جرح مردود ولا يؤمن به الا المطرود ”جرح جب تعصب یا آپس میں عداوت اور منافرت وغیرہ کی بنا پر ہو تو وہ مردود ہے۔ اس کا وہی اعتبار کرے گا جو خود منافرت میں مبتلاء ہو۔ (الرفع والتکمیل ص ۴۰۹، توضیح الکلام ص ۲۲۸)

(۴) علامہ سخاوی لکھتے ہیں۔ وربما كان الباعث له على الخض من قوله مخالفة العقيدة، اعتقاد أنهم على ضلال فيقع فيهم، أو يقصر في الثناء لذلك، الى أن قال: وفهم من تأخذه في الفروع الحمية لبعض المذاهب، ويركب الصحب والذلول في الحصبية، بحيث يمتنع بعضهم من الصلاة خلف بعض، الى غير هذا مما يستقبح ذكره، ويا ويح هؤلاء أين هم من الله، ”اکثر کسی بات گرانے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ عقیدے میں اختلاف ہو اور مورخ ان (عقیدے والوں) کو گمراہ سمجھ کر ان کی برائی کرے یا ان کی خوبی بیان کرنے میں کوتاہی کرے آگے چل کر وہ (یعنی تاج الدین سبکی) کہتے ہیں ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو فروغی مسائل میں کسی خاص مذہب کی تائید پر تلے ہوئے ہیں اور اس تعصب کی خاطر کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے یہ ان کے اخلاق کا بدترین پہلو ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض مذہبی فرقوں کی عصبیت اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بہت سی بری باتیں ہیں۔ ان لوگوں کا برا ہو، اللہ سے یہ لوگ کتنے دور ہو گئے ہیں۔“ (احلان بالتونیح ص ۷۳، ص ۱۲۲)

(۵) حافظ ابن عبدالبر التونی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: قال أبو عمر قد غلط فيه كثير من الناس وضلت فيه نابتة جاهلة لا تدري ما عليها في ذلك والصحيح في هذا الباب أن من صحت عدالته وثبت في العلم امامته وبانت ثقته وبالعلم

عناية لم يلتفت فيه الى قول أحد الا أن يأتي في جرحته بينة عادلة يصح بها جرحته على طريق الشهادات، والعمل فيها من المشاهدة والمعينة لذلك بما يوجب تصديقه فيما قال لبراءته من الغل والحسد والعداوة والمنافسة، وسلامته من ذلك كله، فذلك كله يوجب قبول قوله من جهة الفقه والنظر، وأما من لم تثبت امامته ولا عرفت عدالت ولا صحت لعدم الحفظ والاتقان، روايته فان ينظر فيه الى ما اتفق أهل العلم عليه ويجتهد في قبول ما جاء به على حسب ما يؤدي النظر اليه، والدليل على أنه لا يقبل فيمن اتخذه جمهور من جماهير المسلمين اماماً في الدين قول أحد من الطاعين: ان السلف قد سبق بعضهم في بعض كلام كثير منه في حال الغضب، ومنه ما حمل عليه الحسد. (جامع البيان العلم وفضله ص ۲/۲۵۰)

یعنی ابوبکر کہتے ہیں: اس بارے میں بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہیں اور جہالت کی وجہ سے بہت ساری گمراہیاں پھیل گئی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ جو شخص علم میں قابل اعتماد و امانت دار ثابت ہو چکا ہے اس کے حق میں کوئی رد و قدح قبول نہیں کی جاسکتی، جب تک قانون شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ اترے۔

معرض (جرح کرنے والے) کو بھی یہ یقین دلانا چاہیے کہ اس کا دل ہر قسم کے کینے، حسد رقابت، عداوت سے پاک ہے کیونکہ اگر یہ عالم کے دوسرے پر نکتہ چینی آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لی جائے تو تمام علماء پر سے بھروسہ اٹھ جائے گا۔ خود سلف صالحین میں رد و قدح ہو چکی ہے کبھی غصہ سے اور کبھی حسد سے..... علماء کی آپس میں منافقت عیب جوئی، نکتہ چینی، تنقیص کچھ وزن نہیں رکھتی اور بالکل ناقابل التفات ہے۔

(۶) علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ کلام الاقران بعضهم فی بعض لا یعبأ به، لا سیما اذا

لا حہ لک أنه لعدواته أو لمذهب أو لحسد ، ما ينبحو منه الا من عص الله  
یعنی ایک دوسرے کی نسبت ہمسروں کے کلام کی پروانہ کرنی چاہیے۔ خصوصاً جب نہ پر  
ظاہر ہو جائے کہ وہ تکلم بوجہ عداوت یا مذہب یا حسد کے ہے جس سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا  
مگر وہ جسے اللہ بچائے۔ (میزان الاعتدال ۱۱۱/۱)

### ائمہ کرام پر جرح نامقبول

جو شخص عادل ثابت ہو اس پر کوئی جرح قبول نہیں ہوتی۔

(۱) حافظ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ والصحيح في هذا الباب أن من صحت عدالته و ثبت  
في العلم امامته و بانث ثقته و بالعلم عناية لم يلتفت فيه الى قول أحد الا أن يأتي في  
جرحته بينه عادية يصح بها جرحته على طريق الشهادات“ (جامع البيان العلم وفضلہ  
ص ۲۵۱/۲) لسان المیزان ۱۵/۱، تہذیب التہذیب ۲۰/۱، طبقات الشافعیہ ۱۰/۲) حق یہ ہے کہ جو  
شخص علم میں قابل اعتبار و امانت دار ثابت ہو چکا ہے، اس کے حق میں کوئی رد و جرح قبول  
نہیں کی جاسکتی۔ جب تک قانون شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ اترے۔

(۲) امام احمدؒ نے بھی کہا ہے: كل رجل ثبت عدالته لم يقبل فيه تجريح۔ (تہذیب  
التہذیب ۲۷۳/۷) یعنی جس کی عدالت ثابت ہو جائے تو اس پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔

(۳) امام ابن جریرؒ نے کہا: ومن ثبت عدالته لم يقبل فيه الجرح۔ یعنی کہ جس کی  
عدالت ثابت ہو جائے اس پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ (ہدی الساری ص ۱۵۱/۲)  
معلوم ہوا کہ ان ائمہ کرام کے نزدیک اگر عدالت اور امامت ثابت ہو جائے تو پھر عدوی  
فوقیت بھی کام نہیں آتی جس کا ڈھنڈورا صبح و شام پیٹا جاتا ہے۔

## کسی قول کی سند صحیح ہونے سے انہما کرام

### پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی

اکثر غیر مقلدین کسی بھی ثقہ محدث کا قول جس کی سند بھی شاید صحیح ہو تو اس کو عوام الناس کے سامنے پیش کر کے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ دیکھیں جناب ایک ثقہ محدث کا یہ قول ہے۔ لہذا عوام الناس اس فریب میں آ کر فوراً اس جرح کو قبول کر لیتے ہیں۔

جلیل القدر محدث ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ فمن اراد قبول قول العلماء الثقات بعضهم

فی بعض فلیقل قول الصحابة بعضهم فی بعض فان فعل ذلك فقد ضل

ضلالاً بعيداً او خسر خسرانا مبيناً قال وان لم يفعل ولن يفعل ان هداه الله والهमे

شده فليقف عند ما شرطنا من ان لا يقبل فی العدالة المعلوم بالعلم عنایة قول قائل

لا برهان لها. (طبقات شافعیہ الکبریٰ ۱/۱۸۸، نسخہ ثانیہ ۱۱/۲، جامع البیان والعلوم ۲/۲۷۰)

یعنی جو شخص (مخالفین احناف وغیر مقلدین خصوصاً) چاہے کہ علماء ثقات کا قول ایک دوسرے

کے بارے میں قبول کرے۔ اسے کہ پھر صحابہ کرام کے اقوال بھی ایک دوسرے کی نسبت

قبول کرے۔ (کیونکہ صحابہ کرام کے ایک دوسرے کے بارے میں بھی سخت اقوال منقول

ہیں) اگر ایسا کیا تو وہ بڑا گمراہ ہوگا۔ اور اس نے ظاہر نقصان اٹھایا۔ اور اگر ایسا نہ کیا اور ہرگز

ایسا نہیں کرے گا اگر اللہ نے ہدایت دی اور الہام خیر کرے۔ تو چاہیے کہ ہماری شرط (علماء

ثقات کا ایک دوسرے کے بارے میں قول قبول نہ کرے) پر قائم ہو جائے۔ یعنی اس شخص

کی نسبت کہ جن کی عدالت ثابت ہو (امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل

، قاضی ابو یوسف، امام محمد بن الحسن الشیبانی وغیرہما) اور علم کی طرف اس کی دلی توجہ معلوم ہو

کسی کا قول (ثقہ محدث کے بارے میں) بلا دلیل قبول نہ کیا جائے۔

لہذا اس قول سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کسی ثقہ محدث کی جرح (چاہے سند صحیح ہو) کسی



دوسرے امام (ائمہ احناف وغیرہما) جس کی عدالت ثابت ہو ان کے بارے میں مانتا ہے وہ گمراہ ہے۔ لہذا اس قول اور اصول کو غیر مقلدین حضرات اور خصوصاً زبیر علیزئی صاحب ذہن نشین کر لیں۔ خواہ مخواہ احناف کی دشمنی اور بغض میں ائمہ احناف پر زبان درازی اور لعن طعن کرنا سراسر گمراہی ہے۔ اور اللہ ہی ہے جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کر دے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فقہاء کرام اور ائمہ اہلسنت کا ادب کرنے کا سلیقہ عطا فرمائے اور ہدایت یافتہ افراد میں شمار کرے۔

**اہم نوٹ:** اس مقام پر قارئین کرام کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ اگر سند صحیح ہے تو متن یا کسی امام پر جرح بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ مگر عرض یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ پر اگر سند صحیح ہو تو اس کا متن بھی صحیح ہو۔ یعنی اگر کسی امام پر جرح کا قول صحیح سند سے ثابت ہو تو یہ لازمی نہیں کہ وہ جرح بھی صحیح ثابت ہو۔

غیر مقلد محمد ابراہیم میرسیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔ ”جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بری بات ہے لیکن بزرگوں سے حسن تاؤدب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے التزام و اعتراض کو دور کریں، اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن و حدیث سے مستنبط ہیں۔“ (تاریخ اہل حدیث ص ۸۸)

ایک مرتبہ غیر مقلدین مکتبہ فکر کے شیخ الحدیث سے بات چیت ہوئی تو انہوں نے مجھے تاریخ بغداد سے امام اعظم کی گمراہی کے بارے میں متعدد محدثین کے اتفاق والی روایت پیش کی اور کہا کہ آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ میں نے بڑے ہی ادب سے غیر مقلد شیخ الحدیث سے عرض کی کہ جناب آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر صرف یہ بتائیں کہ کیا امام اعظم گمراہ تھے؟ جواب میں غیر مقلد شیخ الحدیث نے کہا کہ نہیں وہ گمراہ ہرگز نہیں ہیں۔ میں

نے کہا تو پھر آپ یہ گمراہی والا قول کیوں پیش کرتے ہیں تو جواباً غیر مقلد شیخ حدیث نے کہا: جناب عوام الناس کے لئے (یعنی مطلب یہ کہ عوام الناس اس قول کو پڑھ کر امام اعظم سے متنفر ہو جائیں) تو میری عوام الناس سے گزارش ہے کہ ہر وہ قول جو سنداً صحیح بھی ہو ایسے جلیل القدر ائمہ کرام کے بارے میں ایسے الفاظ قبول نہیں کئے جاسکتے کیونکہ ان کی عدالت پر تقریباً سب کا اتفاق ہے۔

### محدثین کرام کے آپس میں اختلاف قابل قبول نہیں

ائمہ یا محدثین کرام کے درمیان جو نزاعات ہوئے ان کو بار بار اُچھال کر ان پر جرح نقل کرنا یا عوام الناس کے سامنے پیش کرنا گمراہی اور ضلالت ہے۔ اور یہ اصول اس لئے اہم ہے کہ غیر مقلد حضرات یہ باتیں اور جرح ثقہ محدثین کرام پر کر چکے ہیں ہم تو صرف سامنے لے کر آئے ہیں۔ اس موقف کا بھی رد ثقہ محدث مؤرخ کچھ یوں کرتے ہیں۔

(علامہ تاج الدین سبکی شافعی لکھتے ہیں۔ ینبغی لک ایہا المسترشد ان تسلك سبیل الادب مع الائمة الماضین وان لا تنظر الی کلام بعضهم فی بعض الا اذا اتی ببرهان واضح ثم ان قدرت علی التاویل وتحسین انطن فدونک والا فاضرب صفحا عما جرى بينهم فانک لم تخلق لهذا فاشتغل بما ینبغک ودع مالا ینبغک ولا یزال طالب العلم عندی نبیلاً حتی یخوض فیما جرى بین السلف الماضین ویقضى لبعضهم علی بعض فایاک ثم ایاک ان تصفی الی ما اتفق بین ابی حنیفة وسفیان ثوری او بین مالک و ابن ابی ذئب او بین احمد بن صالح والنسائی او بین احمد بن حنبل والحارث المحاسبی وهلم جرا الی زمان الشیخ عزالدین ابن عبدالسلام والشیخ تقی الدین ابن الصلاح فانک ان اشتغلت بذلك خشیت علیک الهلاک فالقوم ائمة اعلام ولا

قوالہم محامل ربما لم يفهم بعضها فليس لنا الا الترضى عنهم والسكوت عما جرى  
 بينهم كما يفعل فيما جرى بين الصحابة رضی اللہ عنہم. (طبقات شافعیہ الکبریٰ سبکی ۳۹/۲)  
 یعنی ”اے ہدایت کے طلبگار تجھے چاہیے کہ تو گذرے اماموں (خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ،  
 امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن الشیبانی وغیرہما) کے ساتھ ادب کا طریقہ اختیار کرے اور  
 ایک کی نسبت دوسرے کے کلام کو نہ دیکھے مگر جب وہ واضح دلیل لائے، مگر اس میں تاویل  
 اور حسن ظن کرنا چاہیے وگرنہ ان کے درمیان میں جو ہو ان سے درگزر کرے۔ کیونکہ تم اس  
 مقصد کے لئے نہیں ہو۔ پس تم وہ کرو جو تمہارے لئے ضروری ہے اور اسے چھوڑ دو جو  
 تمہارے لئے ضروری نہیں ہے۔ میرے نزدیک طالب علم ہمیشہ عزت والا ہوتا ہے۔ یہاں  
 تک کہ وہ غور کرے کہ جو سلف ماضین کے درمیان واقع ہو۔ اور پھر ایک محدث کی جرح  
 دوسرے محدث یا امام کے بارے میں قبول کر کے حکم لگائے۔ پس تو ایسے اقوال سننے سے  
 پرہیز کر جو ائمہ کرام یا محدثین نے آپس میں کہے یا لکھے ہیں۔ مثلاً سفیان ثوری اور امام  
 ابوحنیفہ کے درمیان یا امام مالک اور ابن ابی ذئب کے درمیان اور اسی طرح شیخ عزالدین  
 ابن سلام اور ابن صلاح کے درمیان، اگر تم اس کی جستجو میں لگے رہے (یعنی ایسے اقوال کو  
 ڈھونڈ کر عوام کے سامنے لاتے رہے) تو تمہارے ہلاک ہونے کا خوف ہے کیونکہ وہ لوگ  
 بڑے امام ہیں، ان کے اقوال کے کئی مطلب اور احتمالات ہیں اور ان کے اقوال میں بعض  
 اقوال لوگوں کو اکثر سمجھ میں نہیں آتے۔ پس ہمارے لئے بہتر ہے کہ ہم ایسے اقوال جو ان  
 اماموں کے درمیان واقع ہوئے (یعنی ایک دوسرے پر جرح کی) صرف خاموش رہیں۔  
 جیسا کہ مشاجرات صحابہ کرام سے خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ یعنی جو اختلاف صحابہ کرام  
 کے درمیان واقع ہوئے۔

(۲) ثقہ محدث علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں۔ ولا یکفی بالنقل الشائع خصوصاً ان ترتبت

على ذلك مفسدة من الطعن في حق أحد من أهل العلم والصلاح بل ان كان في الواقعة أمر قاذح في حق المستور فينبغي له أن لا يبالغ في افشائه ويكتفي بالاشارة ، لتلا يكون المذکر وقعت منه فلتة فاذا اضطت عليه لزمه عارها أبداً والى ذلك الاشارة بقبول الشارع ( أقبلوا ذوی الهیات عشراتهم ) ( اعلان بالتوبخ ص ۱۱۸ )

”نقل کرنے کے لئے یہ بھی کافی نہیں سمجھنا چاہیے کہ کوئی بات عام طور سے مشہور ہو، خاص کر جب اس سے یہ برائی پیدا ہو کہ کوئی اہل علم اور نیک انسان مطعون ہو کر بلکہ اگر کسی واقعہ سے ایک ایسے شخص پر آنچ آتی ہو جس کا حال اچھی طرح معلوم نہ ہو تو چاہئے کہ اس واقعہ کو بے دھڑک نہ پھیلا یا جائے صرف اشارے پر اکتفا کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ اس شخص سے کوئی امر محض اتفاقاً سرزد ہوا۔ اب وہ اس کے خلاف درج ہو جائے گا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کلنگ کا ٹیکہ بن جائے گا۔ شارع نے جو یہ فرمایا ہے ”بعض لوگوں کی لغزشیں معاف کر دیا کرو اسی کا اشارہ اسی طرف ہے۔“

۱۔ غیر مقلد محمد گوند لوی لکھتے ہیں۔ ”اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر دو فریق میں عالی افراد موجود ہیں، جو ائمہ دین کے حق میں گستاخانہ کلمات کہتے ہیں، جیسے بعض امام ابوحنیفہؒ اور بعض امام بخاریؒ کو برا کہتے ہیں، فریقین کے معتدل اصحاب ان کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے بلکہ ان کو رافضیوں کی طرح خیال کرتے ہیں، اس قسم کے لوگ امت کے لیے سم قاتل ہیں۔“ (الاصلاح ص ۲۲۷)

۲۔ غیر مقلد محمد شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں۔ ”ان ائمہ کرام کو جو پیشوایان مومنین اور مسلمانوں کے افراد کاملین میں سے ہیں۔۔۔۔۔ ہم جو عیب گیری کریں وہ اس سے پاک تھے۔ بُرا کہنا تو درکنار ہم ان کے شکریہ ہی سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ ان ہی سب کی خدمتوں کا نتیجہ ہے جو ہم دین کو کیسا آسانی کے ساتھ اور مرتب پارہے ہیں۔ ان سب کے بعد بڑا مردود

ہوگا جو اُن کو بُرا کہے۔ اہل حدیث (غیر مقلد) کا ہرگز یہ کام نہیں۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسا ہو بھی تو یہ اُس کا ذاتی فعل ہے جس کا وہ خود ذمہ دار ہے، اور اُسی کے نفس پر اُس کا وبال ہے۔ اُس کے اس فعل سے جو اہل حدیث (غیر مقلد) کے اُصول مذہب کے خلاف ہے، اہل حدیث کے مذہب پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا، بلکہ اُس کا الزام خاص اس شخص کی ذات تک ہی محدود رہے گا نہ یہ کہ اسلام جھوٹوں، چوروں، زنا کاروں کا مذہب کہلائے گا۔ بلکہ اگر غیر مقلدوں میں سے کوئی اس قسم کا پایا بھی جائے تو وہ قابل اعتبار افراد ہی سے خارج ہے۔ جس کے فعل ساقط الاعتبار ہیں۔ وہ بہ نسبت اس کے کہ اہل حدیث کہا جائے، زیادہ مستحق ہے کہ اہل حدیث سے خارج ٹھہرایا جائے۔“ (الارشاد ص ۳۳-۳۵)

**قارئین کرام!** آپ کے سامنے ہم نے اصول جرح کتب معتبرہ سے سپرد قسط اس کئے۔ لہذا عالی غیر مقلد زبیر علی زئی کو چاہیے کہ ان اصولوں کو سامنے رکھ کر قاضی ابو یوسفؒ پر جرح ثابت کر لے کیونکہ اول تو ان کو راوی میں طعن کے دس اسباب میں کوئی سبب ثابت کرنا پڑے گا پھر اس سبب کو مفسر ثابت کرنا پڑے گا۔ اور پھر یہ بیان کرنا پڑے گا کہ جو جرح کا سبب ہے وہ فی الواقع میں جرح ہے بھی یا نہیں؟ پھر جرح کو معتدل ثابت کرنا پڑے گا اور یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ جرح میں کوئی مسلکی یا اعتقادی اختلاف یا تعصب یا بغض نہیں تھا۔ نیز جرح کی جرح مقبول بھی ہے یا نہیں؟ نیز کیونکہ امام قاضی ابو یوسفؒ جیسے جلیل القدر محدث کو ضعیف ثابت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ غیر مقلد زبیر علی زئی نے قاضی ابو یوسفؒ پر جو جرح نقل کی ہے اس کو اصول اسماء الرجال جو ہم نے پیش کئے ہیں اس کے مطابق ثابت کرنا پڑے گی۔ بالفرض اگر زبیر علی زئی کی جرح تسلیم کر بھی لیں جو کہ ان کے بس کا روگ نہیں تو پھر بھی ان کے ۲۰ حوالوں کے مقابلے میں ۳+۴۰=۴۳ حوالوں کا جو استنادی معیار ہے قارئین سے مخفی نہیں (اس کی حقیقت آگے ملاحظہ فرمائیں)۔ اس پر طرہ

امتیاز یہ کہ قاضی ابو یوسف کے ایک قول کو خود زبیر علی زئی نے اختصار علوم الحدیث ص ۶۷ کے حاشیہ میں سند صحیح لکھا ہے۔ جناب اگر قاضی ابو یوسف ضعیف ہیں تو سند کیسے صحیح ہوگئی؟ جناب اصول کے دوہرے معیار سے کام نہیں ہوگا۔ کچھ انصاف سے بھی کام لیجیے۔

قاضی ابو یوسف کو ثقہ کہنے والے اپنے وقت کے جلیل القدر محدثین اور ائمہ جرح و تعدیل ہیں۔ جن میں امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام نسائی، حافظ ابن حبان اور حافظ ابن عدی وغیرہ جیسے ائمہ جرح و تعدیل اور سخت قسم کے ناقدین بھی شامل ہیں۔ (ان کے حوالے آگے ملاحظہ کریں۔) لہذا ایسے تشددائے کی توثیق کے بعد کسی جارح کے قول کی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ مگر پھر بھی ہم قارئین کرام کے سامنے قاضی ابو یوسف پر کیے جانے والے جرح کے اقوال کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

## قاضی ابو یوسف پر جرح کے اقوال کا تحقیقی جائزہ

قاضی ابو یوسف پر کیے جانے والے مندرجہ ذیل جرح کے اقوال کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ کیجیے۔

### یحییٰ بن معین کے قول کی تحقیق

۱: یحییٰ بن معین: لا یکتب حدیثہ۔ ان کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔

(الکامل لابن عدی ۴۶۶/۸، تاریخ بغداد ۳۵۸/۱۴)

**جواب:** عرض یہ ہے کہ یہ جرح چند وجوہات کی بنا پر سے صحیح نہیں ہے۔

(i) امام یحییٰ بن معین جرح میں تشدد ہیں۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

علامہ ذہبی کی کتاب ذکرہ من یعتد ص ۱۷۱۔

ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب توضیح الکلام ص ۴۵۹۔

زبیر علی زئی غیر مقلد کی کتاب فتاویٰ علیہ جلد ۱ ص ۵۷۷۔

محمد گویدلوی غیر مقلد کی کتاب خیر الکلام ص ۴۶۔

ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد کی کتاب تاریخ اہلحدیث ص ۸۰۔

نذیر احمد رحمانی کی کتاب انوار المصاحح ص ۱۱۳۔

(ii) لایکتب حدیثہ جرح مبہم ہے۔ اور جرح مبہم مردود ہوتی ہے۔ اور تشدد

جارج کی مبہم جرح قبول نہیں کی جاتی ہے۔ (دیکھئے مقدمہ ابن صلاح ص ۶۶)

مزید یہ کہ لایکتب حدیثہ بھی غیر مقلدین کے نزدیک جرح میں صریح نہیں ہے۔

چنانچہ شیخ عبدالرحمن معلی غیر مقلد لکھتا ہے۔ ان کلمتہ ”لا تکتب حدیث“ ہا لیس

بتصریح فی الجرح التتکیل ۱۰۹/۱ یعنی لا تکتب حدیثہ کاکلمہ جرح میں صریح نہیں ہے۔

لہذا غیر مقلد زبیر علی زئی کا جرح مبہم لایکتب سے استدلال باطل اور مردود ہے اور مزید یہ کہ

زبیر علی زئی غیر مقلد کے مدوح ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ ”کسی بھی محدث کا کسی راوی سے

حدیث نہ لینا اس کے ضعف کا موجب نہیں۔ (توضیح الکلام ۱/۵۲۸)

(iii) غالی غیر مقلد نے اس جرح کو لکھتے ہوئے ایک دھوکا دینے کی بھی کوشش کی ہے۔

اور لایکتب والا قول تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۸ سے بحوالہ امام یحییٰ بن معین نقل کیا ہے۔ اس

کے فوراً بعد خطیب بغدادی (جو کہ احناف کی طرف متعصب ہیں) کا قول چھپا لیا۔ خطیب

بغدادی لکھتے ہیں: قلت قد روی غیر ابن ابی مریم عن یحییٰ بن معین انه وثقه یعنی ابن

ابی مریم کے علاوہ یحییٰ بن معین کے شاگردوں نے قاضی ابو یوسف کو ثقہ ہی روایت کیا ہے کو

چھپا لیا۔ جناب کیا آپ کو یہ عبارت نظر نہیں آئی؟ یا بغض احناف میں اس کو نظر انداز کر دیا۔

حفظت شیئا و غابت عنک اشیاء تو نے ایک چیز ٹلی اور بہت ساری غائب کر گیا۔

(iv) امام یحییٰ بن معین نے تو واضح قاضی ابو یوسف کی زبردست ثقاہت بیان کی ہے

(۱) ابو یوسف القاضی وهو ثقہ (تاریخ بغداد ۱۳/۲۵۹) زبیر علی زئی نے مقالات

۱/۵۳۵ پر اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(۲) انبل من أن يكذب (تاریخ بغداد ۲۵۹/۱۴) اس سند کو مقالات ۵۳۵/۱ پر صحیح لکھا۔

(۳) ليس في اصحاب الراي أحد أكثر حديثاً ولا أثبت من أبي يوسف (الکامل ۳۶۶/۸) اور سند کو صحیح کہا ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن معین کے نزدیک قاضی ابو یوسف ثقہ راوی ہیں۔

(۷) غالی غیر مقلد نے لایکتب حدیثہ کی جرح نقل کرتے ہوئے لکھا کہ اس قول سے

معلوم ہوا کہ یحییٰ بن معین سے تو توثیق والی روایات منسوخ ہیں۔ واللہ اعلم (مقالات ۵۳۹/۱)

غیر مقلد زبیر علی زئی کی اس بات پر حیرت ہے کہ ایسا نام نہاد غیر مقلد عالم عام لوگوں کو کس

طرح گمراہ کرتا ہے کیونکہ عام لوگوں پر فن اسماء الرجال کا علم آسان نہیں ہے بلکہ اسماء الرجال

کا علم بعض دفعہ تو صاحب علم پر بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ عرض یہ ہے کہ امام یحییٰ بن معین سے

اگر لایکتب حدیثہ والی مبہم جرح ابن مریم نے نقل کی ہے تو امام یحییٰ بن معین سے ان

کے قدیم ترین شاگرد امام عباس بن محمد الدوری توثیق روایت کرتے ہیں

”سمعت يحيى يقول: كان ابو يوسف القاضي يميل الى اصحاب الحديث

وكتبت عنه وقد حدثنا يحيى عنه“ (تاریخ الدوری ۱۴۹/۱)

قال سمعت يحيى بن معين يقول كتبت عن ابي يوسف وأنا أحدث عنه (تاریخ بغداد ۲۵۹/۱۱)

قارئین کرام! اگر ہم زبیر علی زئی کے نام نہاد ناسخ و المنسوخ کے اصول کی طرف جائیں تو

ایک قول میں لایکتب عنہ ہے جو کہ جرح مبہم اور دوسرے قول میں کتبت عنہ یا

أحدث عنه ہے۔ جس سے یہ دونوں اقوال (لایکتب عنہ اور کتبت عنہ) تضاد کی

صورت میں ساقط اور مرجوح قرار کیسے پائیں گے مگر معاملہ اس سے بھی الگ ہے۔ بات

یہ ہے کہ لایکتب عنہ کی جرح مبہم کا راوی ابن ابی مریم ہے جبکہ أحدث عنہ تعدیل

مفسر ہے، اور تعدیل مفسر کا راوی عباس بن محمد الدوری ہے۔ جبکہ اسماء الرجال اور محدثی کا



دم بھرنے والے غیر مقلد زبیر علی زئی کو اتنا تو معلوم ہوگا کہ امام یحییٰ بن معین کے دو اقوال میں سے راجح قول ان کے قدیم اور طویل ملازمت کرنیوالے شاگرد عباس الدوری کا ہوتا ہے۔ اگر جناب مانیں تو ٹھیک ہے وگرنہ حوالوں کا انبار موجود ہے کہ تعارض کی صورت میں فوقیت عباس الدوری کے روایت کو ہوتی ہے۔ لہذا اس بات کا تو انکار ممکن ہی نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ مبہم جرح لایکتب عنہ سے امام یحییٰ بن معین کا رجوع ثابت ہوتا ہے اور امام یحییٰ بن معین کی یہ مبہم جرح منسوخ ہے۔ اور ان سے تعدیل مفسر اور توثیق ہی راجح اور مقبول ہے۔ نیز امام یحییٰ بن معین خود ہی اپنی اور محدثین کی احناف پر جرحوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ ”اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفہ واصحابہ“۔ (جامع بیان والعلوم: ۲۱۰۶) یعنی ہمارے اصحاب (محدثین) نے ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب (قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی وغیرہ) پر افراط (یعنی زیادتیاں) کیں۔

لہذا زبیر علی زئی کا امام یحییٰ بن معین کی اس منسوخ اور مبہم جرح کو عددی تعداد میں داخل کرنا غلط ہے۔ اور امام یحییٰ بن معین کو جارحین میں شمار کرنا باطل اور مردود ہے۔ کیونکہ امام یحییٰ بن معین سے تو ثقاہت ہی ثابت ہے۔ جس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

### حضرت عبداللہ بن مبارک کے قول کی تحقیق

2: عبداللہ بن مبارک المروزی: قال ، انی لا کبرہ ان اجلس فی مجلس یدکر فیہ یعقوب کہا میں ایسی مجلس میں بیٹھنا مکروہ سمجھتا ہوں جس مجلس میں یعقوب (ابو یوسف) کا (اچھا) ذکر کیا جائے۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب ۷۸۹/۲)

**جواب:** عرض یہ ہے کہ عالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اس روایت کے ترجمہ میں

بریکٹ ( ) کے اندر جو لفظ ”اچھا“ لکھا ہے وہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

قارئین کرام لفظ ”اچھا“ بریکٹ ( ) میں لکھنا زبیر علی زئی کا ایک جھوٹ اور تحریف ہے۔ اور رہنے ماننے والوں کے ساتھ بھی دھوکہ! کسی کا کہا ہوا: تحت جلد الضان قلب الاذوب یعنی بھیڑ کی کھال کے نیچے بھیڑیے کا دل، اس غالی غیر مقلد پر صادق آتا ہے۔ اگر اس بریکٹ ( ) میں ”اچھا“ کی بجائے لفظ بُرا بھی تو ہو سکتا ہے یعنی پھر مفہوم یہ بنتا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک اس محفل میں بیٹھنا مکروہ سمجھتے تھے جس مجلس میں یعقوب ( ابو یوسف ) کا ( بُرا ) ذکر کیا جائے۔ مزید عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علی زئی ذرا اس کی تفصیل بحوالہ کتب اسماء الرجال سے تو بتائیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی یہ جرح قابل قبول ہے کہ نہیں؟ اور کیا حضرت عبداللہ بن مبارک کی یہ جرح راوی کو حدیث میں مجروح کر سکتی ہے؟ اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی اس مبہم جرح کا تعلق علاقۃ الحدیث سے بھی ہے کہ نہیں؟ میری آپ سے گزارش ہے کہ آں جناب اسماء الرجال میں دھوکا بازی سے باز ہی رہیں اور عوام الناس کو مغالطہ دینا چھوڑ دیں واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ لہذا عبداللہ بن مبارک کی جرح کا تعلق علاقۃ الحدیث سے نہیں ہے جس کی وجہ سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔ راوی میں جو طعن کے ۱۰ اسباب ہیں ان میں سے کوئی بھی سبب اس میں موجود ہی نہیں ہے۔ لہذا ایسے اقوال سے استدلال باطل اور مردود ہے۔ مزید یہ کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے اس قول میں کوئی تصریح نہیں کہ وہ امام ابو یوسف کا ذکر کیوں پسند نہیں کرتے تھے۔ زبیر علی زئی صاحب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ بعض اوقات محدثین جس بات کو نا پسند کرتے ہیں وہ جمہور محدثین کے نزدیک جرح ہوتی ہی نہیں۔ لہذا جب تک جرح کا تعین نہ ہو تب تک ایسی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

**اعتراض:** ایک آدمی نے امام عبداللہ بن مبارک سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اسے مسئلہ بتایا وہ آدمی بولا۔ ابو یوسف اس مسئلہ میں آپ کے مخالف ہیں تو ابن مبارک نے فرمایا: اگر تم نے

ابو یوسف کے پیچھے نماز پڑھی تو اپنی نماز دیکھو یعنی اس کا اعادہ کر لو۔ (کتاب الضعفاء للعقلمی ۶۶۱/۶)

**جواب:** عرض یہ ہے کہ اس حوالہ میں بھی غیر مقلد زبیر علی زئی نے الفاظ ”یعنی اس کا اعادہ کر لو“ لکھ کر تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ زبیر علی زئی یہ تو بتائے کہ یہ کسر عبارت کا مطلب ہے۔ مزید یہ کہ ضعفاء عقلمی ۶۶۱/۶ میں اس قول کی سند حدیثاً لہشتم بن خلف حدیثاً احمد بن عثمان بن حکیم قال سمعت عبدالرزاق بن عمر الربیع ہے۔

اس سند کا ایک راوی عبدالرزاق بن عمر الربیع (الہزیعی) ہے۔ جس کو مندرجہ ذیل محدثین کرام نے ضعیف لکھا ہے۔

۱: ابن حبان: یقلب الاخبار ویسند المراسیل، لایجوز الاحتجاج اذا نفرد. (الجزءین ۱۶۰/۲)

۲: امام ابن جوزی نے اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ (الضعفاء والمتر وکین: ۱۳۲۱)

۳: علامہ ذہبی نے اسے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (المغنی فی ضعفاء: ۳۶۸۶)

علامہ ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء میں بھی لکھا ہے۔ (دیوان الضعفاء: ۲۵۲۳)

حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب رقم: ۴۰۶۳ پر اس کو صدوق لکھا ہے۔ مگر ابن حبان کی جرح مفسر ہے اور یہ کہ اس کو خبر میں اشتباہ ہوتا ہے اور مرسل کو منسند کر دیتا ہے۔ اور جب منفرد ہو تو احتجاج نہیں ہو سکتا اور ساتھ یہ بھی کہ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے بنائے ہوئے عدوی تعداد والے کلیہ کے تحت ایک حافظ ابن حجر کے مقابلے میں ۳ محدثین کرام نے اس کو ضعیف لکھا ہے۔ لہذا ۳ محدثین کرام کو فوقیت ہوگئی اس طرح مقالات ۵۳۹/۱ پر اس کو سندہ صحیح کہنا بالکل غلط اور مردود ہے۔ ثقہ محدث ابن نجار نے المستفاد فی ذیل تاریخ بغداد ۸۶/۲ پر ایسے تمام حوالوں کے بارے میں اظہار افسوس اور غصہ کا اظہار کیا ہے لہذا صاحب سنت کو بغیر کسی وجہ سے فاسق لکھنا غلط ہے۔ ویسے بھی ان حوالوں میں فاسق ہونے کی کوئی وجہ نہیں بتائی لہذا

بغیر وجہ کے جرح جمہور محدثین کرام کے نزدیک مردود ہوتی ہے۔ اور دوسرے واقعہ میں بھی خواب کا ذکر ہے اور حیرت کی بات یہ کہ خواب کے واقعات تو غیر مقلدین بھی مانتے مگر افسوس مسلکی تعصب میں ایسے حوالے بھی پیش کر دیے۔

لہذا معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے دونوں قصوں میں جرح کا سبب منقول نہیں ہے اور مزید یہ کہ اس کا تعلق علاقہ بالحديث سے نہیں ہے۔ لہذا ایسی جرح محدثین کے نزدیک قابل رد اور مردود ہے۔

### یزید بن ہارون کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۰ پر لکھتا ہے۔

’یزید بن ہارون: لا یحل الروایة عنه انه کان یعطى احوال الیتامی مضاربة ویجمل الربع لنفسه اس سے روایت کرنا حلال نہیں یہ (ابو یوسف) تیسوں کے مال بطور مضاربت (تجارت میں) لگاتا اور اس کا نفع خود کھا جاتا تھا‘۔ (الضعفاء عقیلی ۶/۲۴۰، تاریخ بغداد ۱۳/۲۵۸)

**جواب:** عرض یہ ہے کہ اس اعتراض کو نقل کرتے ہوئے زبیر علی زئی غیر مقلد نے بڑی دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ اول یہ کہ ترجمہ میں ”اس کا نفع خود کھا جاتا تھا“ کن الفاظ کا مطلب ہے۔ غیر مقلد زبیر علی زئی کو تھوڑا سا بھی احساس نہیں ہے کہ ”کھا جاتا تھا“ کتنے بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ ”ویجمل الربع لنفسه“ کا مطلب اور منافع اپنے لئے رکھ لیتے تھے۔ ”جناب کھا جاتا تھا“ اور ”اپنے لیے رکھنے“ میں فرق صاف ظاہر ہے۔

مزید یہ کہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان رقم: ۱۰۸۱ پر ویجمل الربع لنفسه کا مطلب واضح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ یعنی انه کان یقتصر ضها علی ذمتہ ”یعنی اس کو بطور قرض رکھ لیتے تھے۔ جناب احناف کے تعصب میں آپ کو یہ حوالہ نظر نہ آیا۔ اللہ ایسے

تعصب سے محفوظ فرمائے۔

اور اس حوالے میں تو صاف یزید بن ہارون اور قاضی ابو یوسفؒ میں ایک مسئلہ میں اختلاف عیاں ہے۔ کیونکہ قاضی ابو یوسفؒ مضاربہ کو جائز سمجھتے تھے اور حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ۱۶/۱ حافظ ابن عبد البر نے جامع البیان ص ۲۴۹ پر اس کو واضح کر دیا ہے کہ مسلکی یا فکری اعتقاد کی وجہ سے جرح قابل قبول نہیں ہوتی لہذا یزید بن ہارون کی جرح قابل قبول نہ ہوگی۔ غیر مقلد زبیر علی زئی جمہور علماء کرام کا جرح و تعدیل میں ذرا ایسا حوالہ تو پیش کریں جس کی وجہ سے یزید بن ہارون کی جرح واقعی میں جرح بن سکتی ہے۔

اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس قول کا تعلق روایت حدیث سے ہے ہی نہیں بلکہ یہ تو فقہی اختلاف ہے۔

راوی پر طعن کے ۱۰ اسباب میں سے کوئی بھی سبب اس جرح میں موجود نہیں ہے۔ لہذا زبیر علی زئی کو چاہیے کہ ایسے اعتراضات نقل کر کے اپنا نامہ اعمال داغدار نہ کریں اور خدا سے ڈریں۔ مزید یہ کہ یتیم کے مال کے بارے میں عالی غیر مقلد زبیر علی زئی کا کیا موقف ہے؟ اور انھیں اس مسئلہ میں کیا اختلاف ہے؟ انھیں بیان کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ کم از کم یہ ہی واضح ہو جاتا کہ زبیر علی زئی کو امام یزید بن ہارون کے اس قول سے اتفاق ہے یا کہ اختلاف ہے۔ کیونکہ کسی بھی محدث کے اعتراض کرنے سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ جمہور محدثین کے نزدیک بھی وجہ طعن اور وجہ جرح بھی ہو۔ لہذا صرف اور صرف بغض احناف میں جو بھلی قول ہو اسے لکھ دینا ایک مردود عمل ہے۔ یتیم کے مال کے مسئلہ پر حافظ ابن کثیرؒ کی تحقیق پیش ہے تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ”کہ فقہاء نے کہا ہے کہ ولی کی ضرورت اور اس کی اجرت میں سے جو کم ہو وہ اس کو لے سکتا ہے اور جب وہ خوش حال ہو جائے تو اس کی واپسی کے متعلق دو

قول ہیں۔ امام احمدؒ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا میرے پاس مال ہے اور میرے پاس یتیم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بغیر اسراف اور تبذیر کے اپنے یتیم کے مال سے کھا لو اور نہ مال جمع کرنا اور نہ مال بچانا۔ اور امام ابو داؤدؒ، امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا میرے پاس ایک یتیم ہے جس کا مال ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے، آیا میں اس کے مال سے کھا لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بغیر اسراف کے اس کے مال سے کھا لو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خوش حال شخص بھی یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے لیکن بعد میں اس کو

واپس کر دے اور اس قول کی دلیل یہ ہے کہ امام سعید بن منصورؒ نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ میرے نزدیک یتیم کا مال بیت المال کے حکم میں ہے اگر میں اس مال سے مستغنی ہوں تو میں اس سے اجتناب کرتا ہوں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو میں اس مال سے قرض لیتا ہوں اور جب گنجائش ہوتی ہے تو اس کو واپس کر دیتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر ۲/۲۰۶-۲۰۵)

اب آپ ذرا غیر مقلد ابراہیم میرسیالکوٹی کا حوالہ بھی اپنے پلے باندھ لیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ ”جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بری بات ہے لیکن بزرگوں سے حسن تدابیر کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام و اعتراض کو دور کریں، اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن و حدیث سے مستنبط ہیں۔“ (تاریخ اہل حدیث ص ۸۸)

امید ہے کہ مسئلہ واضح ہو گیا ہوگا اور عالی غیر مقلد زبیر علی زئی کی تشفی ہوگئی ہوگی۔ وگرنہ ابھی اس مسئلہ پر دلائل کے انبار موجود ہیں۔ لہذا ایسی جرح نقل کرنا فضول ہے۔

## امام مالک کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۲۱/۱ پر لکھتا ہے۔

ایک دفعہ مالک بن انس مدینہ میں امیر المؤمنین ہارون الرشید کے پاس گئے وہاں ابو یوسف بھی تھے۔ اس (خلیفہ) نے دو دفعہ کہا: اے ابو عبد اللہ (مالک بن انس) یہ قاضی ابو یوسف ہیں۔ (امام مالک نے فرمایا) میں نے کہا: جی ہاں اے امیر المؤمنین! اور میں نے (قاضی) ابو یوسف کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اس نے دو یا تین دفعہ کہا: ابو یوسف بولا! اے ابو عبد اللہ! اس مسئلہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو میں نے کہا! اے فلاں! اگر تو نے مجھے دیکھا کہ میں باطل لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہوں تو وہاں آ کر مجھ سے (مسئلے) پوچھنا۔ (الضعفاء للعقلی ۴/۲۲۱) معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک قاضی ابو یوسف اہل باطل میں سے تھے۔

**جواب:** عرض یہ ہے کہ یہ واقعہ مختلف وجوہ سے غلط ہے۔

(i) اس کی سند کچھ یوں ہے۔ حدثنی الہشیم بن خلف حدثنا عبد اللہ بن احمد بن

شبوہ قال سمعت ابا رجاء قتیبة بن سعید یذکر عن معن بن عیسیٰ .

اس سند کا ایک راوی عبد اللہ بن احمد بن شبوہ ایک مجہول الحال راوی ہے۔ اس کو ابن حبان نے

کتاب الثقات ۳۶۶/۸ پر مستقیم الحدیث لکھا ہے۔ مگر شاید زبیر علی زئی یہ بھول گئے ہیں کہ وہ

خود ابن حبان کو متساہل محدث مانتے ہیں۔ جناب اپنی کتابوں کا خود بھی مطالعہ کیا کریں۔ اپنی

کتاب فتاویٰ علمیہ ۵۸۲/۱ پر ابن حبان کو مجہول راویوں کی توثیق میں متساہل لکھا ہے۔

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ حاکم، ترمذی اور ابن حبان توثیق و تصحیح میں شامل تھے۔ (فتاویٰ علمیہ

۵۸۲/۱) یعنی کہ جس مجہول راوی کو صرف ابن حبان ثقہ کہیں تو ابن حبان کی توثیق قابل قبول

نہیں ہوتی ہے مزید یہ کہ تاریخ بغداد ۳۷۹/۹ پر ان کا ترجمہ تو موجود ہے مگر کوئی ثقاہت نقل

نہیں کی لہذا مجہول راویوں کی روایت کی بنیاد پر ایسے اقوال پیش کرنا مردود ہے۔

(ii) اس روایت میں بھی قاضی ابو یوسفؒ کے بارے میں کوئی جرح کی وجہ موجود نہیں ہے

- مزید یہ کہ امام مالکؒ شروع میں عراق کے لوگوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے

دیکھئے جامع البیان العلم ۲/۲۶۲ - اور اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ قاضی ابو یوسفؒ نے ایک

کتاب امام مالکؒ کے رد میں الرد علی امام مالک لکھی۔ دیکھئے فہرست ابن ندیم ص ۲۸۳ اور یہ

بات ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ مسلکی اور اعتقادی وجہ سے جرح قبول نہیں ہوتی۔

(iii) زبیر علی زئی کا امام مالک کے واسطے قاضی ابو یوسف کو اہل باطل لکھنا دھوکا ہے

کیونکہ جمہور محدثین کرام نے قاضی ابو یوسف کو صاحب سنہ لکھا ہے اور اہل سنت اہل حق میں

سے ہیں۔ امام خلیلی نے الارشاد رقم: ۱۶۹ پر قاضی ابو یوسف کو صحیح المذہب لکھا ہے۔ امام ابن

الصباح نے کتاب الثقات ۷/۶۲۶ پر جلاً صالحاً لکھا محدث ابن بکیر نے الکامل

۸/۶۶۶ پر قاضی ابو یوسف کو صاحب سنہ لکھا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ امام مالک اور قاضی ابو یوسف ہم عصر تھے اور ہم عصر کی جرح قابل قبول نہیں

ہوتی اور اگر اطمینان نہ ہو تو اپنے ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب توضیح الکلام ص ۲۵۱ کا مطالعہ

فرمایئے گا تا کہ آپ پر معاملہ واضح ہو جائے۔ بلکہ امام ذہبی لکھتے ہیں، قلت هذا من کلام

الاقران الذی لا یسمع فان الرجل ثبت حجته. (سیر اعلام النبلاء ۸/۴۱۹)

لہذا معلوم ہوا کہ امام مالک کی جرح کسی بھی اسباب جرح پر نہیں اترتی اور حق کی

بات یہ ہے کہ حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں امام مالک کی عراق

کے لوگوں (امام الاعظم ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ) کے بارے میں

رائے کو علماء کی آپس کی چوٹیں کے باب باندھ کر نقل کیا ہے۔ جس سے امام مالک کے قول

کی حیثیت واضح ہو گئی ہے کہ یہ قول تو آپس میں چپقلش کی وجہ سے تھا جس کی وجہ سے امام

مالکؒ قاضی ابو یوسفؒ پر اعتراض کرتے تھے۔



## عبداللہ بن مبارک کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۳۹-۵۴۰ پر لکھتا ہے۔

عبدہ بن سلیمان المروزی کہتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ یہ دیکھا کہ ابن المبارک جب ابو یوسف کا ذکر کرتے تو اس کی دھجیاں اڑا دیتے (یعنی شدید جرح کرتے) اور ایک دن آپ نے اس (ابو یوسف) کے بارے میں فرمایا: ان لوگوں میں سے کسی نے اپنے باپ کی جماع شدہ لونڈی (یعنی سوئی ماں) سے عشق کیا پھر اس نے ابو یوسف سے مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا: اس لونڈی کو سچا نہ سمجھو (یعنی اس سے نکاح کر لو) پس وہ آدمی ابو یوسف کے لئے حصے مقرر کرنے لگایا ابن المبارک اس (ابو یوسف) پر شدید جرح کرنے لگا۔ (الضعفاء للعقبی ۳/۴۴۴)

**جواب:** عرض یہ ہے کہ یہ جرح بھی کئی وجہ سے مردود ہے۔

۱۔ غیر مقلد زبیر علی زئی نے بریکٹ ( ) والے الفاظ یعنی ”اس سے نکاح کر لو وغیرہ“ اپنی طرف سے بڑھائے ہیں اور اس حوالہ میں مسلکی اختلاف صاف ظاہر ہے۔ اور ایسے مسلکی اعتراضات کو حافظ ابن حجر (لسان المیزان ۱/۱۶)، حافظ ابن عبدالبر نے جامع البیان والعلم میں مردود قرار دیا ہے۔

۲۔ الضعفاء للعقبی ۳/۴۴۴ پر اس کی سند حدیث احمد بن جمیل ہروی حدیث عبدہ بن سلیمان المروزی ہے۔ پہلے تو رئیس المحرفین سے عرض یہ ہے کہ آپ نے مقالات ۱/۵۴۰ پر اس کی سند کو حسن کہا جو کہ بالکل جھوٹ اور غلط ہے۔ کیونکہ اس روایت کے پہلے راوی احمد بن جمیل لہروی کی توثیق ثابت کریں! احمد بن جمیل لہروی نام کے راوی کی میرے علم کے مطابق کوئی توثیق نہیں ہے۔ ایک اور راوی احمد بن جمیل اسماء الرجال کی کتابوں میں موجود ہے مگر وہ احمد بن جمیل المروزی ہے نہ کہ احمد بن جمیل لہروی۔ اگر آپ اس راوی کو احمد بن جمیل

المروزی ثابت بھی کر دیں تو بھی آپ کی مرضی نہیں چل سکتی کیونکہ اس احمد بن جمیل المروزی سے حافظ عقلی کا سماع ثابت بھی کرنا ہوگا۔ اور اس سند کو متصل بھی ثابت کریں۔ لہذا ایسے منقطع الروایات سے قاضی ابو یوسف پر زبان درازی کرنا ایک قبیح اور مردود عمل ہے۔

۳۔ ایسی تمام جرحوں کو نقل کرنے کے بعد ثقہ محدث ابن نجار لکھنے پر مجبور ہو گئے۔

”ابن المبارک لم یزل علی مذهب ابي حنیفة ابی ان مات“۔ (المستفاد فی ذیل تاریخ بغداد ۸۶/۲) یعنی ابن مبارک تو عمر بھر مذہب ابي حنیفة پر رہے۔ (پھر ایسے الفاظ کیسے کہہ سکتے ہیں)

۴۔ اس روایت میں راوی نے پوری بات بھی نقل نہیں کی، اور معاملہ گڈھ گڈھ کرنے کی کوشش کی ہے نیز اور یہ روایت جھوٹی بھی معلوم ہو رہی ہے۔ کیونکہ احناف کے نزدیک جس عورت سے باپ نے مباشرت کی ہو وہ اس کے بیٹے پر حرام ہے، خواہ وہ عورت اس کے باپ کی بیوی ہو یا باندی وہ یا اجنبی عورت ہو۔ تفصیل کے لیے تفسیرات احمدی، کتاب الآثار، باب ما سحر علی الرجل من النکاح کا مطالعہ کریں اور اگر بغض احناف سے فرصت ہو تو احناف کا صحیح موقف بھی بیان کیا کریں۔ قاضی ابو یوسف پر یہ الزام ہی جھوٹ ہے۔

لہذا ایسے اقوال پیش کر کے ثقہ محدث مجتہد امام قاضی ابو یوسف کی ذات کو مجروح کرنا آپ اور آپ کی جماعت کو ہی مبارک ہو۔ مگر یاد رکھیں کہ ایسی جلیل القدر ہستیوں پر لعن طعن کر کے آپ اپنا ہی نامہ اعمال داغ دار کر رہے ہیں۔

### عبد اللہ بن ادریس کے قول کی تحقیق

غالی و متعصب غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۴۰/۱ پر دو حوالے نقل کرتا ہے۔

(i) اور ابو یوسف فاسقوں میں سے ایک فاسق تھا۔ (الضعفاء للعقلی ۴/۲۴۰)

(ii) میں نے ابو یوسف کو اس کے مرنے کے بعد، خواب میں دیکھا وہ قبلہ کے بغیر دوسری طرف نماز پڑھ رہا اور یحییٰ بن محمد بن سابق نے کہا میں نے ایک آدمی کو کعب سے مسئلہ پوچھتے ہوئے سنا تو اس

آدمی نے کہا: ابو یوسف تو یہ بات کہتے ہیں! وکیع نے (غصے سے) سر ہلاتے ہوئے کہا: کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ کیا تو اللہ کے سامنے ابو یوسف سے حجت پکڑے گا۔ (الضعفاء للعقلمی ۱۳/۲۲۲)

**جواب:** عرض یہ ہے کہ جرح کرنے کے لئے اسباب جرح بتانا اہم ہے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک محدث یا امام کے نزدیک وہ جرح ہوتی ہے مگر جمہور کے نزدیک وہ جرح نہیں ہوتی اس لئے غیر مقلد زبیر علی زئی نے جو دو حوالے نقل کیے ان میں کوئی بھی وجہ جرح نہیں بتائی اور مبہم جرح مردود ہوتی ہے۔ اور اس پر لطف کی بات یہ کہ زبیر علی زئی خواب کے واقعہ کو پیش کر رہے ہیں حالانکہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے مقالات ۱۱/۳۲۲ پر خواب کو شرعی حجت نہیں مانا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ایک چیز ایک جرح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۵۱)

حافظ ابن صلاح نے لکھا: ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر بسبہ (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱) یعنی جرح ثابت نہیں ہوتی، جب تک اس کے تمام اسباب بیان نہ کیے جائیں۔ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔ ”وہ جرح احاطہ قبول میں آسکتی ہے جو مفسر ہو اور اس میں جرح کے تمام اسباب واضح ہوں، اس لئے کہ لوگ جرح کے اسباب میں مختلف ہیں وہ اپنے اعتقاد کی بنا پر کسی کو مجروح کر دیتے ہیں حالانکہ نفس الامر میں وہ جرح نہیں ہوتی، اس لئے اس کے تمام اسباب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ حقیقت میں یہ مجروح ہے یا نہیں۔ (الرفع والتکمیل ص ۸۰)

حافظ ابن حجر نے کہا: ومن ینبغی ان یتوقف فی قبول قولہ فی الجرح من کان بینہ و بین من جرحہ عداوة بسبہا الاختلاف فی الاعتقاد“ (لسان المیزان ۱۶/۱)

یعنی جرح کی جرح کو قبول کرنے سے توقف ہوگا اگر جرح اور جس پر جرح کی جارہی ہو ان دونوں کے درمیان عداوت محض مذہبی اور مسلکی حمیت کا شاخسانہ ہو۔ لہذا معلوم ہوا کہ

بغیر سبب کے جرح مردود ہوتی ہے لہذا غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ جرح میں کوئی وجہ نہیں لکھی لہذا محدثین کرام کے نزدیک یہ جرح مردود ہے۔ اور جہاں تک معاملہ قاضی ابو یوسف کے فاسق ہونے کا ہے تو جناب ذرا علامہ ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء ۸/۱۸۰/۲۷۰ کا مطالعہ تو کر لیا ہوتا تا کہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے: ”ابو یوسف صاحب حدیث، صاحب سنہ (اور شاید زبیر علی زئی کو صاحب سنہ کی تعریف بھی نہیں آتی) اور ثقہ محدث ابن بکیر الناقد اور ثقہ محدث محمد بن الصباح (کتاب الثقات ۷/۲۶۱) نے قاضی ابو یوسف کو رجلاً صالحاً لکھا ہے، اور صاحب سنہ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو (الکامل ابن عدی ۸/۲۶۶) لہذا معلوم ہوا کہ قاضی ابو یوسف صاحب سنت، اہل حق اور صحیح المذہب ثقہ راوی ہیں۔

### سفیان ثوری کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۱ پر لکھتا ہے۔

سفیان الثوری الکوفی: عبید اللہ بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری کے سامنے ابو یوسف اور (.....) کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”ومن هؤلاء ثم وما هؤلاء اور یہ لوگ کون ہیں اور یہ لوگ کیا ہیں؟ (کتاب المعرفة والتاریخ ۲/۹۱)“

**جواب :-** عرض یہ ہے کہ اس روایت کو نقل کرنے والے امام یعقوب الفسوی ہیں۔ جبکہ وہ اس کو روایت اپنے سے اوپر والے راوی عبید اللہ بن موسیٰ سے کر رہے ہیں۔ میرے علم کے مطابق عبید اللہ بن موسیٰ کی وفات ۲۱۳ھ میں ہوئی جبکہ ان سے روایت کرنے والے محدث یعقوب الفسوی نے اپنے علمی سفر کا آغاز ۲۱۶ھ میں کیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سماع ہو مگر میرے علم کے مطابق ان دونوں کا سماع مشکوک ہے۔ لہذا مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ اور ان کا سماع ثابت کرنا زبیر علی زئی کی ذمہ داری ہے۔

**نکتہ:** اگر ان دونوں کا سماع ثابت بھی ہو جائے تو پھر بھی سفیان ثوری کے قول کی طرف التفات

نہیں ہو سکتی۔ نیز اس روایت میں ( ) بریکٹ کے اندر جو خالی جگہ چھوڑ دی ہے اس میں اصل میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام ہے اور یہ بات تو پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ محدثین کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی جرح امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں قابل قبول نہیں۔

علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔ ”لم یقبل قول... و قدح الثوری فی ابی حنیفہ الکوفی“ (الرفع والتکمیل ص ۴۱۳)۔ یعنی سفیان ثوریؒ کی جرح امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں قابل قبول نہیں۔

علامہ تاج الدین سبکی شافعی لکھتے ہیں: فایاک ثم ایاک ان تصحی الی ما اتفق بین ابی حنیفہ و سفیان ثوری.... (طبقات شافعیہ الکبریٰ سبکی ۳۹/۲) یعنی پس تو ایسے اقوال سننے سے پرہیز کر جو ائمہ کرام یا محدثین نے آپس میں کہے یا لکھے ہیں۔ مثلاً سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کے درمیان۔۔۔۔۔

مزید یہ کہ خود غیر مقلد زبیر علی زئی اس روایت میں کوئی جرح کی وجہ یا سبب بتادیں تاکہ واضح ہو سکے کہ جرح کس وجہ سے ہے اور پھر ہم اس جرح کو اصول و ضوابط کے مطابق پرکھ سکیں، اور یہ بات مسلمہ ہے کہ مبہم جرح اصول اسماء الرجال کی روشنی میں مردود ہوتی ہے۔

اور یہ کہ اگر سفیان ثوری ان لوگوں یعنی ابوحنیفہؒ اور قاضی ابو یوسف کو نہیں جانتے تو کیا ہوا۔ امام یحییٰ بن معین، ابن عدی، امام احمد بن حنبل، علامہ ذہبی، حافظ ابن حبان وغیرہ جیسے جلیل القدر محدثین کرام تو جانتے ہیں۔ لہذا ایسے فضول اور بے تکے حوالے نقل کرنا عالی غیر مقلد زبیر علی زئی کو مفید نہیں۔ جبکہ جرح و تعدیل سے ایسے حوالوں کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور ہم نے جو جرح و تعدیل کے اصول و ضوابط بتائے تھے اس حوالہ میں کسی بھی سبب جرح کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا ایسے حوالوں سے استدلال باطل و مردود ہے۔

جمہور محدثین کرام کے نزدیک باطل ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ۱/۱۶ حافظ ابن حجر)

(۷) خامساً یہ کہ اس قول کا آغاز قال ابن عیسیٰ الطبرانی ہے۔ اب قابل ذکر بات یہ ہے کہ قال ابن عیسیٰ کہنے والا کونسا راوی ہے۔ اس قول سے پہلے جو سند ہے وہ صرف حدیث کو نقل کرنے کے لئے ہے نہ کہ اس مذکورہ قول کو، لہذا ایسے مجہول الحال راویوں کی منقطع روایت سے احتجاج کرنا غلط ہے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ ابن عیینہ کا یہ اپنا موقف نہیں بلکہ کسی راوی نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ اور اس تحقیق کے دوران ابن عبد البر کی نقل کردہ عبارت کا مطلب واضح ہوا۔ ”واما سائر

الحدیث فہم کالاعداء لابی حنیفہ وأصحابہ“۔ (الانتقاء فی فضائل ثلاثہ ۱/۱۷۲)

**ترجمہ:** یعنی محدثین کرام کی ایک جماعت امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب

(ابو یوسف، امام محمد) کیلئے دشمنوں جیسے ہیں اور ان سے عداوت رکھتے تھے۔

لہذا امام اعظم اور ان کے اصحاب سے اعتقادی اور مسلکی مخالفت کرنے والوں

کی جرح کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے؟ جبکہ جمہور محدثین کرام ایسے اعتراضات کی وجہ سے

راوی کو مجروح نہیں مانتے ہیں۔ لہذا ایسے اقوال کو پیش کر کے بغلیں بجانا چھوڑ دیں اور اصول

اسماء الرجال کی روشنی میں قاضی ابو یوسف ثقہ محدث کو ضعیف ثابت کر کے دکھائیں مگر یقین

مانیں کہ کئی اشخاص اور لوگوں نے ائمہ احناف پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی مگر ان کا اپنا ہی

دامن داغدار اور نامہ اعمال سیاہ ہوا۔ مگر ان ائمہ کی رفعت شان میں کمی نہ کر سکے اور آج بھی

ان ائمہ اہل سنت کے درجات اور علمی حیثیت کا معترف ایک زمانہ ہے۔

## امام بخاری کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۴۱/۱ پر لکھتا ہے۔

” ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری - ترکوہ یعنی محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے۔ تاریخ الكبير ۸/۳۹۷ ترکہ یحییٰ و عبد الرحمن و وکیع و غیرہم . (الف-تفاء الصغیر: ۳۲۵ و تحفۃ الأقبیاء ص ۱۲۲)

**جواب :** اول تو امام بخاری سے خود کوئی جرح وارد نہیں۔ لہذا امام بخاری کا نام جارحین میں درج کرنا غلط ہے۔

دوم یہ کہ امام بخاری نے صرف یہ تصریح کی ہے کہ امام یحییٰ عبد الرحمن اور وکیع نے ترک یعنی روایت لینا چھوڑ دیا تھا۔ جناب کیا آپ اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کے اصول تعصب احناف میں بھول گئے ہیں۔ حالانکہ آپ اپنے فرقہ میں نام نہاد اسماء الرجال کے ماہر مانے جاتے ہیں۔ مگر یہ یاد رکھیں ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس بات سے آگاہ ہے کہ کسی محدث کا کسی راوی سے روایت نہ لینا یا ترک کر دینا کوئی جرح نہیں ہے اور نہ اس سے کوئی راوی ضعیف ہوتا ہے۔ لکھنے سے پہلے ذرا اصول اسماء الرجال کی کتابوں کا مطالعہ کر لیا ہوتا تو بات واضح ہو جاتی کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال ۳/۷۰ اور ۲/۲۲۷ پر واضح تنبیہ کی ہے۔ آپ ذرا الرفع والتکمیل ص ۱۵۳ کا ہی مطالعہ فرما لیتے جہاں یہ واضح لکھا ہے کہ کسی محدث کا روایت ترک کر دینا جرح نہیں ہے۔

اور اگر کتابوں کا مطالعہ نہیں تھا تو پھر اپنے ہی مسلک کے عالم ارشاد الحق اثری سے ہی رجوع فرما لیتے کم از کم وہ آپ کو سمجھا ہی دیتے کہ جناب یہ تو جرح ہی نہیں ہے۔ ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ ” بلکہ کسی بھی محدث کا راوی سے حدیث نہ لینا اس کے ضعف کا موجب نہیں۔ (توضیح الکلام ص ۶۹۷) لہذا ایسے اقوال سے جرح ثابت نہیں ہوتی۔

## وکیع بن الجرح کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۳۲/۱ پر لکھتا ہے۔ ”وکیع بن الجرح: دیکھئے جرح عبداللہ بن ادریس۔“

**جواب:** اس جرح کا جواب حضرت عبداللہ بن ادریس کے قول کی تحقیق میں دے دیا گیا ہے۔ لہذا ایسی مبہم جرح کا جواب وہاں ملاحظہ کیجئے۔

## ابوزرعہ الرازی کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۳۲/۱ پر لکھتا ہے۔

ابوزرعہ الرازی۔ ذکرہ فی کتابہ (کتاب الضعفاء میں ہونا جرح نہیں ہے)  
(کتاب الضعفاء رقم: ۶۷۶-۶۷۷/۲)

وقال یعقوب بن ابراہیم ابو یوسف الذی کان علی القضاء یعنی صاحب ابی حنیفہ  
تنبیہ: ابوزرعہ نے کہا: وکان ابو یوسف جہمياً بین التجہم. (کتاب الضعفاء  
والکذا بین ۵۷۰/۲) جبکہ تاریخ بغداد میں ہے کہ ابوزرعہ نے کہا: وکان ابو یوسف سلیماً  
من التجہم “ (تاریخ بغداد ۹/۲ رقم: ۵۹۳)

یہ دونوں اقوال باہم متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط ہو گئے ہیں۔ واللہ اعلم

**جواب:** قارئین کرام اس جرح کو خود زبیر علی زئی نے ساقط کر کے اس جرح کو مردود  
کر دیا ہے۔ خود زبیر علی زئی ابوزرعہ کے اقوال ساقط مانتے ہیں تو پھر کیوں دجل و فریب  
کر کے امام ابوزرعہ کو قاضی ابو یوسف کے جارحین میں شمار کر کے عدوی تعداد میں اضافہ کیا  
؟ مزید یہ کہ یہ مردود جرح بھی چند وجوہ سے قابل قبول نہیں ہے۔

اول یہ کہ کسی محدث کا مجرد کسی راوی کو بغیر وجہ کے کتاب الضعفاء یا ضعیف راویوں میں شمار کرنے  
سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔ ابوزرعہ الرازی کے پیش کردہ حوالہ میں جرح کی کوئی وجہ بیان نہیں کی۔



دوم ابو زرعة الرازی نے قاضی ابو یوسف کو اپنی کتاب ضعفاء ۵۷۰/۲ پر جھمی لکھا ہے۔ جس سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ وجہ ضعف جھمی ہونا ہے۔ مگر ہم اس بات کی پہلے نشاندہی کر چکے ہیں کہ مسلکی اعتقاد کی مخالفت پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی جس کا واضح بیان حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب لسان المیزان ۱۶/۱ پر کیا ہے۔

سوم جب یہ معلوم ہو گیا کہ امام ابو زرعة الرازی کی جرح کی وجہ جھمی ہونا ہے تو یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ خود امام ابو زرعة الرازی نے قاضی ابو یوسف کو جھمی ہونے سے پاک سمجھا ہے۔ ابو زرعة نے کہا: وکان أبو یوسف سلیماناً من التجہم“ (تاریخ بغداد ۹/۲ ارقم: ۵۹۳) اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ”کان أبو یوسف بعيداً من التجہم“ لسان المیزان ۵/۱۲۲ اور خود زبیر علی زئی نے اپنی کتاب مقالات ۵۳۲/۱ پر اسکا اقرار بھی کیا ہے۔

مزید یہ کہ غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں۔ ”ان ائمة کرام کے درمیان اصول دین کے بارے میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ اور اسے طرح ابو حنیفہ کیونکہ ان سے جو عقیدہ ثابت ہے وہ ان لوگوں کے عقیدے کے موافق ہے اور یہ وہی عقیدہ ہے جسے کتاب و سنت سے بیان کیا ہے۔ (قطف الثمر ص ۴۸)

قارئین کرام! یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام ابو زرعة الرازی کا قاضی ابو یوسف کو ضعیف راویوں میں درج کرنے کی وجہ صرف اور صرف جھمی ہونا تھا جبکہ خود امام ابو زرعة الرازی نے اس جھمی ہونے کے الزام سے قاضی ابو یوسف کو مبرا کر دیا اور زبیر علی زئی نے ان کی اس وجہ جرح کو تعارض ہونے کی وجہ سے ساقط کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جب جرح کی وجہ ہی مردود ہو گئی تو پھر جرح کہاں باقی رہتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ابو زرعة الرازی کے نزدیک قاضی ابو یوسف پر کوئی وجہ جرح ثابت نہیں۔ اور جب وجہ جرح نہ رہی تو پھر ابو زرعة الرازی کو قاضی ابو یوسف کے جارحین میں شمار کرنا سراسر تلبیس ہے۔ نیز زبیر علی

زنی کو خود تسلیم ہے کہ راوی کا خارجی، شیعہ، معتزلی، جہمی، اور مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ (نور العینین ص ۶۳)

## امام ابو حاتم الرازی کے قول کی تحقیق

غانی غیر مقلد زبیر علی زنی مقالات ۱/۵۴۲ پر لکھتا ہے۔

ابو حاتم الرازی: یکتب حدیثہ وهو أحب الی من الحسن اللؤلؤی. (الجرح و تعدیل ۲۰۲/۹)  
ابن ابی حاتم کے نزدیک جو شخص صرف یکتب من حدیثہ ہو تو وہ لا یحتج بحدیثہ فی الحلال والحرام ہوتا ہے۔ دیکھئے مقدمہ الجرح و تعدیل ۱/۷ یعنی اس کی حدیث حجت نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

ابو حاتم نے کہا: اس کی حدیث لکھی جاتی ہے، ابو حاتم کا یہ قول نہ تو صیغہ توثیق ہے اور نہ صیغہ ابطال (یعنی شدید جرح) دیکھئے (میزان الاعتدال ۶/۳۴۵)۔

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں۔ ”اور یحییٰ بن معین کے قول: یکتب حدیثہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ راوی ضعیف راویوں میں شامل ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ (الکامل ۱/۳۹۳)  
یعنی ضعیف تو ہے اور متروک نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اگر یکتب حدیثہ سے پہلے یا بعد توثیق لکھی ہو تو وہ مستثنیٰ ہے یعنی اس کی توثیق سمجھی جائے گی۔

**جواب:** قارئین کرام! زبیر علی زنی کا اس قول کو جرح میں نقل کرنا کئی وجوہات کی وجہ سے فریب اور دجل ہے۔

اول تو یہ کہ ابو حاتم الرازی کا مجرد قول یکتب حدیثہ نہ تو توثیق ہے اور نہ ہی جرح۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس حوالہ میں ابو حاتم نے مجرد یکتب حدیثہ نہیں کہا بلکہ اس قول سے پہلے امام یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل سے تعدیل و تعریف نقل کی ہے اور مزید یہ کہ اس یکتب حدیثہ کے بعد أحب الی

من الحسن اللؤلؤی یعنی ابو حاتم الرازی کو یہ حسن بن زیاد لؤلؤی سے زیادہ پسند تھے۔ لہذا یہ دو قرینے ابو حاتم کی توثیق کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اگر صرف یکتب حدیثہ کہا ہوتا تو پھر بھی کوئی بات ہوتی مگر امام ابو حاتم نے ساتھ ہی احب کا لفظ بھی کہا ہے جو صاف کرتا ہے کہ امام ابو حاتم کے نزدیک قاضی ابو یوسف کم از کم حسن درجہ کے راوی تو ضرور ہیں۔

دوم: مجرد یکتب حدیثہ کا لفظ برابر ہے باعتبار بہ کے، یعنی اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ لفظ تعدیل میں سے ہے۔

سوم: غالی غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ اگر یکتب حدیثہ سے پہلے یا بعد توثیق لکھی ہوئی ہو تو وہ مستثنیٰ ہے یعنی وہاں توثیق سمجھی جائے گی۔ مگر آپ کے جماعت کے ہی ایک معتبر عالم ارشاد الحق اثری صاحب توضیح الکلام ۲۲۹/۱ پر امام ابو حاتم کے قول یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ کو غیر قادح ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے خود اپنی کتاب مقالات ۳۱۵/۱ پر اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

چہارم: غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۳۲/۱ پر امام ابو حاتم کے قول یکتب حدیثہ کو جرح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے جبکہ غیر مقلد سلفی عالم ارشاد الحق اثری صاحب اپنی کتاب توضیح الکلام ۲۲۸/۱ پر یکتب حدیثہ والے ابو حاتم کے الفاظ کو توثیق میں شمار کرتے ہیں۔ بلکہ ابو حاتم کے الفاظ لا یحتج بہ کو توضیح الکلام ۲۲۹/۱ پر حسن درجہ کا راوی مانتے ہیں۔ یہ تو بڑا ہی عجیب طرز ہے کہ امام ابو حاتم کی جرح کے الفاظ لا یحتج بہ کو خود غیر مقلدین حضرات حسن درجہ میں شمار کریں اور تعدیلی جملہ یکتب حدیثہ سے راوی کو ضعیف ثابت کریں کیا عجب چالاکی اور عیاری ہے جب اپنے کسی مسئلہ میں راوی آئے تو جرح کو بھی توثیق ثابت کریں اور جب مخالفت میں کوئی قول آجائے تو توثیق کو بھی جرح میں بدل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فیصلہ تو عوام الناس کو کرنا ہے کہ زبیر علی زئی غالی غیر مقلد صحیح

ہے؟ یا کہ غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب؟۔

پنجم: غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے ابن ابی حاتم مقدمہ الجرح والتعديل ۱/۷۷ کا جو یہ حوالہ دیا ہے کہ ابن ابی حاتم کے نزدیک جو شخص صرف یکتب من حدیثہ ہو تو لا یحتج بحدیثہ فی الحلال والحرام ہوتا ہے۔

آپ مقدمہ الجرح والتعديل ۱/۷۷ کا حوالہ ملاحظہ کریں۔ ومنہم الصدوق الورع المغفل الغالب علیہ الوهم والخطاء السهو والغلط فهذا یکتب من حدیثہ الترغیب والترہیب والزهد والاداب ولا یحتج بہ بحدیثہ فی الحلال والحرام۔ (الجرح والتعديل ۱/۷۷)

قارئین کرام اس مندرجہ بالا تحریر کو بار بار پڑھیں آپ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ اس مقام پر تو ابن ابی حاتم ان راویوں کے بارے میں لکھ رہے ہیں جو کہ صدوق ہوں مگر ان پر وہم، سہو اور اغلاط غالب آجائے تو ان کی حدیث الترغیب والترہیب، زهد اور آداب میں تو لکھی جاسکتی ہے مگر ان سے حلال و حرام میں حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔ لہذا یہ حوالہ بھی غیر مقلد زبیر علی زئی کے اس موقف کو ثابت نہیں کرتا کہ یکتب حدیثہ کوئی جرح ہے۔

ششم: علامہ ذہبی کا میزان الاعتدال ۳/۳۵۱ والا حوالہ کہ ابو حاتم کا یہ قول (یکتب حدیثہ) نہ تو صیغہ توثیق ہے اور نہ صیغہ ابطال، بھی غیر مقلد زبیر علی زئی کا موقف ثابت نہیں کرتا، کیونکہ وہ تو ابو حاتم کے قول سے یکتب حدیثہ سے جرح ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ ابو حاتم کے یکتب حدیثہ سے بقول علامہ ذہبی نہ تو کوئی توثیق ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی جرح۔ اگر زبیر علی زئی صاحب اس کو جرح خفیف مانتے یا بنانے کی کوشش کر رہے ہیں تو یہ بھی یاد رکھیں جناب ہلکی جرح سے تو راوی پھر بھی ضعیف ثابت نہیں ہوتا بلکہ درجہ حسن لذاتہ کے مقام پر ہی رہتا ہے۔ لہذا آپ نے جو یہ سارا تانا بانا کیا، جناب کی تانا بھاری میں

اضافہ تو کر گیا مگر وہ جناب کے ذرا بھی کام نہیں آسکا اور مزید یہ کہ بقول آپ کے اس یکتب حدیثہ جس کو نہ جرح کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی توثیق جبکہ اس کے برعکس واضح جرح کے الفاظ لا یحتج بہ سے غیر مقلدین حضرات خصوصاً ارشاد الحق اثری صاحب توضیح الکلام ۲۲۹/۱ پر راوی کو حسن درجہ کا قرار دیں۔ اور عجب بات یہ ہے کہ یکتب حدیثہ (اگر مان لیں کہ یہ نہ صیغہ توثیق اور نہ صیغہ جرح) جو کہ تعدیل کے قریب الفاظ ہیں اس سے آپ امام قاضی ابو یوسفؒ پر جرح ثابت کریں، کیا سینہ زوری ہے۔

قارئین کرام! یہی وجہ ہے کہ میں نے پہلے بھی عرض کی تھی کہ ایک عام شخص کے لئے زبیر علی زئی کی کتابیں گمراہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ ایک تو عوام الناس کو ان کتابوں تک رسائی نہیں اور مزید یہ کہ ہر شخص کو اصول اسماء الرجال کی سمجھ نہیں آسکتی۔ لہذا اس غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کی کتابوں کو پڑھنے سے اجتناب کریں یا کسی ماہر اور ثقہ عالم سے اس کی کتاب کے اغلاط معلوم کریں۔

ہفتم: غالی غیر مقلد نے مقالات ۵۴۲/۱ پر اس قول یکتب حدیثہ کو جرح ثابت کرنے کے لئے اکامل ابن عدی ۳۹۴/۱ سے حافظ ابن معین کے قول (یکتب حدیثہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ راوی ان ضعیف راویوں میں شامل ہے۔ جن کی حدیث لکھی جاتی ہے) کو امام ابو حاتمؒ کے قول یکتب حدیثہ پر استدلال کر کے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے (اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ وہ کیسی لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں)۔

جناب کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ہر محدث اور امام کے جرح و تعدیل کے الفاظ کا مطلب جدا جدا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر امام احمد بن حنبلؒ کسی کو ”منکر الحدیث“ کہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت میں راوی مفرد ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اگر یہی الفاظ ”منکر الحدیث“ امام بخاریؒ استعمال کریں تو ایسے راوی سے روایت لینا جائز ہی نہیں۔ اسی طرح ابو حاتم کے یکتب حدیثہ

کہنے میں اور امام یحییٰ بن معین کے یکتب حدیثہ کہنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ لہذا عوام الناس کی کم علمی اور سادگی سے فائدہ اٹھا کر آپ نے جو علمی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال نادر ہے۔

قارئین کرام! اس بحث سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حاتم کا یکتب حدیثہ کہنا کوئی جرح نہیں ہے لہذا ابو حاتم کو قاضی ابو یوسف کے جارحین میں شمار کرنا دجل و فریب ہے۔ نیز جرح مبہم ہے وجہ کی تصریح بیان نہیں ہوئی۔

ہشتم: خود عالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنی کتاب مقالات ۳۱۶/۱ پر علامہ ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء ۳/۲۶۰ کے حوالے سے ابو حاتم کو متشدد مانا ہے۔ اور خود زبیر علی زئی نے مقالات ۳۱۶/۱ پر یہ بات تسلیم کی ہے کہ معتدل اماموں کے مقابلے میں متشدد کی جرح ناقابل قبول ہوتی ہے۔ جناب اگر بالفرض ابو حاتم نے کوئی جرح کی بھی ہوتی (کیونکہ یکتب حدیثہ تو تعدیل کا صیغہ ہے) تو پھر بھی ابو حاتم کی جرح ناقابل قبول ہوتی۔ جبکہ حقیقت حال میں ابو حاتم کے نزدیک امام قاضی ابو یوسفؒ کم از کم حسن درجہ کے راوی تو فراہم ہیں۔

### امام احمد بن حنبل کے قول کی تحقیق

عالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات جلد نمبر ۱ صفحہ ۵۴۳ پر لکھتا ہے۔

احمد بن حنبل = صدوق ولكن من اصحاب ابي حنيفة لا ينبغي ان يروى عنه  
شئ. (الجرح وتعدیل ۲۰۱/۹)۔ وانا لا احدث عنه (تاریخ بغداد ۲۵۹/۱۴)

تنبیہ: امام احمد کا ایک قول ہے۔ وکان منصفاً فی الحدیث اور وہ (ابو یوسف) حدیث میں منصف (درمیانہ) تھا۔ (تاریخ بغداد ۲۶۰/۱۴) یعنی وہ روایت میں آدھے راستے پر تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ وکان یعقوب ابو یوسف متصفاً فی الحدیث

(تاریخ بغداد ۱۷۹/۲) حافظ ابن حجر نے اسے کان ابو یوسف مضعفاً فی الحدیث کے الفاظ نقل کیا ہے۔ (لسان المیزان ۱۲۲/۵) یہ متعارض و مختلف اقوال ”لا أحدث عنه“ اور لا ینبغی أن یروی عنه شیء کی رو سے منسوخ و ساقط الاحتجاج ہیں۔ واللہ اعلم

**جواب:** عرض یہ ہے کہ اول بقول خود زبیر علی زئی امام احمد بن حنبل کے اقوال منسوخ اور ساقط الاحتجاج ہیں تو پھر کیوں دجل و فریب کر کے امام احمد بن حنبل کو قاضی ابو یوسف کے جارحین میں شمار کر کے عددی تعداد میں اضافہ کیا؟ حالانکہ امام احمد بن حنبل نے تو قاضی ابو یوسف کی تعریف و توثیق بھی کی ہے۔

اس سلسلہ میں مزید عرض یہ ہے کہ امام احمد نے رجوع کرتے ہوئے امام ابو یوسف اور امام محمد سے روایت اور کتابیں لکھی۔ خطیب بغدادی نے متصل سند سے امام احمد کا قول ان کے صاحبزادہ عبداللہ بن احمد سے نقل کیا ہے کہ ”کتب ابی یوسف و محمد ثلاثہ قماطر قلت له کان ینظر فیہا قال کان ربما ینظر فیہ۔ (تاریخ بغداد ۲۲۵/۳)

یعنی میرے والد امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن تین قماطیر (بڑے تھیلے) علم کے لکھے تھے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے امام عبداللہ سے پوچھا کہ: کیا آپ کے والد ان کا مطالعہ بھی کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔ اگر اس مقام پر کوئی یہ چالاکی دکھائے کہ وہ تو ان ائمہ سے حدیث نہیں بلکہ فقہ لکھا کرتے اور روایت لیا کرتے تھے تو ایسی چالاکی سے پہلے ہی ہم غیر مقلد زبیر علی زئی کے ممدوح شیخ عبدالرحمن معلی غیر مقلد کا قول پیش کر دیتے ہیں۔ معلی غیر مقلد لکھتا ہے۔

”فالظاهر انه کتب عنہما مما یرویانہ من الآثار (التکلیل ۱۶۵/۱) یعنی اس قول سے صاف ظاہر یہی ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد سے ان دونوں کی احادیث لکھی تھی۔ لہذا معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل نے امام ابو یوسف سے روایات بھی لیں ہیں۔ لہذا

أحدث عنه كقول مرجوح اور منسوخ ہونے کی وجہ سے لائق استدلال نہیں ہے اور اس قول کو پیش کرنا بے مغز ہے۔

دوم: یہ کہ امام احمد بن حنبل کے قول میں کسی جگہ بھی تضعیف کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔

زبیر علی زئی نے لسان المیزان ۱۲۲/۵ کے حوالہ سے الفاظ ابو یوسف مضعفانی الحدیث لکھے ہیں جو کہ تحقیق کی روشنی میں غلط ہیں۔ کیونکہ لسان المیزان ان کا ایک صحیح نسخہ دارالکتب العلمیہ بیروت سے جو شائع ہوا ہے اس میں یہ الفاظ منصفانی الحدیث ہی ہیں یعنی قاضی ابو یوسف حدیث میں انصاف پسند تھے۔ خواہ مخواہ لسان المیزان کی غلطیوں سے بھرے ہوئے نسخے سے مضعفاً لکھنا علی زئی صاحب کے علم و عقل کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ اور جہاں تک تعلق ہے لاأحدث عنه یا لا ینبغی أن یروی عنه شیء کا تو یہ الفاظ ضعف پر دلالت نہیں کرتے دیکھیے معلمی کی کتاب التنکیل ۳۶/۲۔ مزید یہ کہ ارشاد الحق اثری غیر مقلد خود لکھتے ہیں: کسی بھی محدث کا کسی راوی سے حدیث نہ لینا اس کے ضعف کا موجب نہیں۔ (توضیح الکلام ۱/۵۲۸) کیونکہ اس لفظ سے پہلے امام احمد بن حنبل نے قاضی ابو یوسف کو صدوق کہا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر امام احمد بن حنبل نے لاأحدث کے الفاظ کیوں کہے تو اس کی وجہ حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانقاء ص ۹۷ پر واضح لکھی ہے۔ کہ ”وکان أحمد بن حنبل“ سیی الراوی فی ابی حنیفة، یدمہ ولا یرضی عن شیء من مذہبہ، یعنی امام احمد بن حنبل، امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اور ان کے مذہب سے خوش نہیں تھے۔ امام احمد بن حنبل، امام اعظم کے بارے میں خوش کیوں نہ تھے؟ اس کی وجہ بھی انہوں نے خود بیان کر دی۔ امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں۔ ”اہل الراوی لا یروی عنہم الحدیث اہل الراے سے حدیث کی روایت نہ کی جائے۔ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ۱/۲۷۲) معلوم ہوا کہ حدیث نہ لینے کی وجہ ان کا ضعف ہونا نہیں بلکہ ان کا اہل



الرأے ہونا ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ امام احمد کے قول کا تعلق روایت حدیث سے نہیں بلکہ عقیدے سے ہے۔

اور عقیدے کی بنا پر کسی قول سے راوی کو ضعیف نہیں کہا جاسکتا۔ ملاحظہ کیجئے حافظ ابن حجر کی کتاب لسان المیزان ۱۶/۱۔ اس حوالے سے تو واضح ہو گیا کہ یہ اختلاف صرف مذہبی اور اعتقادی تھا۔ جبکہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ۱۶/۱ میں، علامہ سبکی نے طبقات الکبریٰ ۱۸۹/۱، علامہ سخاوی نے اعلان بالتوخیخ ۷۳، عبدالحی لکھنوی نے الرفع والتکمیل ص ۲۵۹ اور آپ کے سلفی عالم ارشاد الحق اثری نے توضیح الکلام ص ۲۲۸ پر اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ اعتقادی اور مذہبی وجہ سے جرح یا اختلاف راوی کو مجروح نہیں کر سکتا۔ لہذا امام احمد بن حنبل نے مذہب ابی حنیفہ پر عمل کرنے کی وجہ سے قاضی ابو یوسف سے روایت لینا ترک کر دیا حالانکہ قاضی ابو یوسف امام احمد بن حنبل کے نزدیک صدوق یا ثقہ محدث تھے۔ امام احمد بن حنبل ابتداء میں مذہب ابی حنیفہ اور اہل الرائے سے اختلاف کی وجہ سے روایت نہیں لیتے تھے جبکہ وہ راوی ثقہ اور صدوق ہوتا تھا۔ اگر جناب زبیر علی زئی مسلکی تعصب سے ہٹ کر ذرا مطالعہ فرمائیں کہ امام احمد بن حنبل نے متعدد راویوں سے صرف اہل الرائے ہونے کی وجہ سے روایت نہیں لی جبکہ وہ ثقہ تھے مثلاً۔

۱: محمد بن عبد اللہ بن المثنیٰ الانصاری (حدی الساری ۱۶۱/۲)

۲: الولید بن کثیر الحزومی (حدی الساری ۱۷۰/۲)

۳: معالی بن منصور (المثنیٰ فی الضعفاء ۶۷۰/۲)

لہذا معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل کا قاضی ابو یوسف سے روایت نہ لینا صرف اور صرف مذہب سیدنا ابی حنیفہ پر عمل کرنے کی وجہ سے تھا نہ کہ ان کے ضعیف ہونے کی وجہ سے۔

سوم: مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل کی یہ رائے اہل الرائے کے بارے میں شروع میں تھی

جبکہ بعد میں امام احمد اصحاب ابی حنیفہ اور امام اعظم ابی حنیفہ کے بارے میں حسن ظن کے قائل ہو گئے تھے۔ ملاحظہ کیجئے (شرح مختصر الروضة ۲۹۰/۳) اور اسی وجہ سے امام ابو یوسف اور امام محمد کی کتابیں محدثانہ طریق پر لکھی۔ امام احمد کا قول ان کے صاحبزادہ عبداللہ بن احمد سے نقل کیا ہے کہ ”کتب ابی یوسف و محمد ثلاثة فماتر قلت له كان ينظر فيها قال كان ربما ينظر فيه. (تاریخ بغداد ۲۲۵/۳)

یعنی میرے والد نے امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن سے تین قماطیر (بڑے تھیلے) علم کے لکھے تھے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے امام عبداللہ سے پوچھا کہ: کیا آپ کے والد ان کا مطالعہ بھی کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔

مزید یہ کہ حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۱۱۰۷/۱۸ پر امام احمد بن حنبل کے اُساتذہ میں قاضی ابو یوسف کا نام بھی لکھا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے امام قاضی ابو یوسف سے حدیثیں بھی لیں۔ لہذا امام احمد بن حنبل کا لایروی یعنی روایت نہ لینا مرجوح یا منسوخ ثابت ہوتا ہے۔

مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس کے باوجود ابتداءً بھی امام احمد بن حنبل نے قاضی ابو یوسف کو ضعیف نہیں بلکہ صدوق مانا اور ان کی تعریف بھی کی ہے۔ اس لئے امام احمد تو کسی بھی صورت میں جرح کرنے والوں میں شامل نہیں ہیں۔ اور ان کو جرحین میں شمار کرنا حث دھری ہے۔

چہارم: محدثین کی زیادتیوں کی وجہ سے محدث امام یحییٰ بن معین کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ”اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفہ و اصحابہ یعنی ہمارے اصحاب (المحدث) نے امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب (امام ابو یوسف امام محمد بن حسن الشیبانی وغیرہم) کے بارے میں بڑی زیادتی کی ہے۔ (جامع البیان والعلم ص ۲۳۱/۲)

پنجم: یہ کہ لاینبغی ان یروی عنہ شیئ اور لا أحدث عنہ جرح مبہم اور مردود

ہے حافظ ابن حجر نے حدی الساری ۱۲۱/۲ میں الجعد بن عبد الرحمن المدنی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ”وقال: لم يرو عنه مالك: وهذا تضعيف مردود“ اور کہا کہ امام مالک ان سے روایت نہیں لیتے یہ تضعیف مردود ہے۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک قاضی ابو یوسف ثقہ اور صدوق تھے اور امام احمد بن حنبل کا قاضی ابو یوسف سے روایت نہ لینا کوئی جرح نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کے اقوال تعدیل آگے ملاحظہ کریں۔

### قاضی شریک کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۹۳ پر لکھتا ہے۔

شریک بن عبد اللہ القاضی = یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ ابو یوسف نے شریک کے سامنے گواہی دی تو انہوں نے اسے مردود قرار دیا میں نے کہا: آپ نے ابو یوسف کی گواہی کو رد کر دیا؟ انہوں نے فرمایا: جو شخص نماز کو ایمان میں سے نہ سمجھے کیا میں اس کی گواہی رد نہ کروں؟ (الضعفاء للعقلمی ۲۴۱/۳)

معلوم ہوا کہ قاضی شریک الکوفی کے نزدیک ابو یوسف مردود الشہادت یعنی ساقط العدالت تھے۔ علی بن حجر کہتے ہیں کہ ایک دن ہم شریک کے پاس تھے تو انہوں نے فرمایا: یعنی اگر قاضی ابو یوسف کے ساتھیوں میں سے کوئی یہاں موجود ہے تو اسے باہر نکال دو۔

**جواب:** عرض یہ ہے قاضی شریک نے امام ابو یوسف پر حدیث ضعیف ہونے کی وجہ سے جرح نہیں کی بلکہ نماز کو ایمان کا حصہ ہے یا کہ نہیں؟ اس پر اعتراض کیا ہے۔ یہ ایک فقہی مسئلہ ہے۔ جس میں فقہاء کرام اور علماء حدیث کے درمیان اختلاف رہا ہے۔ لہذا حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ۱۶/۱ پر ایسی تمام جرح کو باطل اور مردود قرار دیا ہے۔ جس کی وجہ سے

راوی پر جرح نہیں ہو سکتی ہے۔

مزید یہ کہ اس مسئلہ پر علماء کرام کی واضح تحریریں موجود ہیں۔

(۱) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ ”اگر کوئی یہ اعتراض کر لے کہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حج اور جہاد دونوں ایمان میں داخل نہیں اس وجہ سے کہ ثم مغائرة اور ترتیب کا تقاضا کرتا ہے..... تو جواب اس کا یہ ہے بیشک مراد ایمان سے یہاں پر تصدیق ہے۔ یہی حقیقت ایمان ہے سابقہ بحث سے معلوم ہوا کہ ایمان کا اطلاق (مجازاً) اعمال بدنیہ (حج، جہاد، نماز وغیرہ) پر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہ مکملات ایمان میں سے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نماز حقیقت میں ایمان کا جز نہیں بلکہ ایمان کا اطلاق نماز پر مجازاً ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ مکملات ایمان میں سے ہیں۔ (فتح الباری ۱/۷۷)

(۲) حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:- پس تحقیق نبی کریم ﷺ نے مؤمن اور مسلم کے درمیان فرق کیا یہ اس کی دلیل ہے کہ ایمان اسلام سے اخص ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱۴/۷۷۷)

قارئین کرام ان مذکورہ عبارات سے واضح ہو گیا کہ اہل سنت و جماعت کے

نزدیک اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔ اس لئے نماز اسلام کا جزء حقیقی ہے اور نماز ایمان کا جزء مجازی ہے۔ لہذا نماز کو ایمان کا جزء حقیقی نہ ماننے کی وجہ سے قاضی ابو یوسف پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور اختلافی مسئلہ کی وجہ سے کسی راوی پر اعتراض کرنا اصول کی روشنی میں غلط ہے۔ جبکہ قاضی ابو یوسف اپنے موقف پر بالکل صحیح اور درست ہیں جس کی توضیح علماء اہل سنت نے کر دی ہے۔

(۳) حافظ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں۔ ”اس مسئلہ میں اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس کا رجوع ایمان کی تفسیر کی طرف ہے اور ایمان کا کون سا معنی منقول شرعی ہے اور کون سا معنی مجاز ہے

اس میں اختلاف ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے دوزخ میں دخول سے نجات ملتی ہے وہ ایمان کامل ہے، اس پر تمام مسلمان کا اتفاق ہے اور جس ایمان کی وجہ سے دوزخ کے خلود سے نجات ملتی ہے وہ نفس ایمان ہے، اس میں اہل سنت کا اتفاق ہے اور خوارج اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ سلف اور امام شافعی نے جو اعمال (نماز وغیرہ) کو ایمان کی جزء کہا ہے، اس ایمان سے ان کی مراد ایمان کامل ہے نہ کہ نفس ایمان یا اصل ایمان۔ (عمدة القاری ۱۰۴/۱)

غیر مقلد ابراہیم میرسیا لکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔ ”جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بڑی بات ہے لیکن بزرگوں سے حسن تادب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام و اعتراض کو دور کریں، اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن و حدیث سے مستنبط ہیں۔“ (تاریخ اہل حدیث ص ۸۸)

لہذا ایسے اقوال سے غیر مقلد زبیر علی زئی کا سیدنا قاضی ابو یوسف پر اعتراضات کرنا مسلکی تعصب اور بغض احناف کے سوا کچھ نہیں ہے۔

## امام عمرو بن علی الفلاس کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۳ پر لکھتا ہے۔

الفلاس : ”ابو یوسف صدوق کثیر الغلط“ (تاریخ بغداد ۱۴۱/۲۶۰)

**جواب :** عرض یہ ہے کہ امام فلاس کے اس حوالے سے کم از کم یہ تو ثابت ہوا کہ امام ابو یوسف صدوق ہیں۔ لہذا ان کی عدالت تو واضح طور پر ثابت ہو گئی مزید یہ کہ کثیر الغلط کہنا تو اس وقت ہی ثابت ہوگا جب کسی روایت میں کوئی غلطی کی نشاندہی کی گئی ہو۔ قاضی

ابو یوسف کو جمہور محدثین کرام نے حافظ اور متقن لکھا ہے۔ لہذا جمہور کے مقابلے میں امام فلاس کی جرح قابل قبول نہیں ہے۔

علامہ ذہبی "سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۵۱ پر امام فلاس کی جرح کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "ہذا من کلام الاقرآن الذی لا یسمع فان الرجل ثبت حجۃ مزید یہ کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "تکلم فیہ الفلاس فلم یلتفت الیہ" حدی الساری ص ۳۶۴ یعنی اس میں امام فلاس کا کلام کرنا ناقابل التفات ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ جمہور کا امام قاضی ابو یوسف کو حافظ الحدیث ماننے کے مقابلے میں امام فلاس کی جرح قابل قبول نہیں۔

### امام دارقطنی کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۴ پر لکھتا ہے۔

ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی = آپ نے قاضی ابو یوسف کے بارے میں فرمایا "أعور بین عمیان" اندھوں میں کاننا، تاریخ بغداد ۱۴/۲۶۰، هو أقوى من محمد بن الحسن (سوالات البرقانی: ۵۶۷) یعنی محمد بن الحسن کی بہ نسبت قاضی ابو یوسف زیادہ قوی ہے۔ تنبیہ: دارقطنی کے قول "اندھوں میں کاننا" سے معلوم ہوا کہ محمد بن الحسن الشیبانی ان کے نزدیک اندھا تھا۔

**جواب:** امام دارقطنی کا یہ قول کئی وجہ سے جرح نہیں ہے۔

(i) اول تو امام دارقطنی متعصب تھے دیکھئے مغانی الاخیار ۵/۲۸۶، الرفع والتکمیل ص ۷۰۔ اور متعصب کی جرح قبول نہیں ہوتی ہے (دیکھئے الرفع والتکمیل ص ۲۵۹، توضیح الکلام ص ۲۲۸)۔ مزید یہ کہ امام دارقطنی محنت بھی تھے اور محنت کی جرح ناقابل قبول ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں امام دارقطنی کے متعلق "قلت هو تعنت" یعنی یہ عیب

جوئی اور بدگوئی ہے۔ (حدی الساری ص ۳۹۲)

(ii) دوم ایسے الفاظ کبھی کبھار محدث کی شان نمایاں کرنے کے لئے بھی بولے جاتے ہیں  
 (iii) سوم امام دارقطنی نے خود امام محمد بن حسن الشیبانی کو ثقہ اماموں میں لکھا ہے (نصب  
 الریۃ ص ۳۰۸/۱) اور اگر یہ کہا جائے کہ غرائب امام مالک اصل کتاب موجود نہیں تا کہ نصب  
 الریۃ میں امام زلیعی کے دعویٰ کی تصدیق کی جاسکے تو عرض یہ ہے کہ یہ جواب ایک بڑی ہی  
 سطحی قسم کا بلکہ خانہ پڑی کے لئے ہیں۔ کیونکہ امام زلیعی ایک ثقہ اور معتدل اور انصاف  
 پسند محدث ہیں اور وہ حوالہ نقل کرنے میں بڑے محتاط اور مثبت ہیں۔ لہذا ایسا دعویٰ کرنا فضول  
 بلکہ مردود ہے۔ لہذا قاضی ابو یوسف تو اوثق ہوئے۔

(iv) چہارم خود امام دارقطنی نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں لکھا ہے کہ ”  
 وعندی لا یستحق التروک“ اور میرے نزدیک وہ (محمد بن الحسن) ترک کر دینے کے  
 مستحق نہیں ہے۔ (سوالات البرقانی: ۵۶۸)

زبیر علی زئی نے مقالات ۳۵۶/۲ پر وعندی لا یستحق التروک کا ترجمہ ”متروک  
 قرار دیئے جانے کا مستحق نہیں ہے“ کیا ہے۔ جو کہ ایک گمراہی اور تحریف ہے۔ جناب اسما  
 الرجال کی کتابوں کو کسی ماہر استاذ سے اگر پڑھ لیا ہوتا تو آپ کو لا یستحق ترک اور متروک کے  
 درمیان فرق سمجھ میں آجاتا۔ وگرنہ آپ ایسی بے علمی والی بات ہرگز نہ کرتے۔ جناب اسما  
 الرجال میں آپ نے بے قاعدگیوں کا جو میدان گرم کیا ہوا ہے، اللہ کے فضل و کرم سے اس  
 کو بے نقاب کرنے کی ہر ممکن کوشش جاری رہے گی۔

(v) پنجم یہ کہ امام دارقطنی نے جب ایسے لفظوں کا استعمال کیا تو ثقہ محدث امام صمیری نے  
 ان سے مجلس ترک کر دی۔ تاریخ بغداد ۱۳/۲۶۰ معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ الفاظ تعصب کی بنا  
 پر استعمال کیے۔

(vi) ششم یہ کہ ایسے اقوال کے بعد امام ابن خلکان کو یہ مجبوراً تنگ آکر لکھنا پڑ گیا کہ ”وقد نقل الخطيب البغدادي في تاريخ الكبير الفاظاً عن عبدالله بن مبارك، ووكيع الجرح ويزيد بن هارون و محمد بن اسماعيل البخاري و ابي الحسن الدار قطنی وغيرهم، ينبو السماع عنها، فتركت ذكرها، والله اعلم بحاله۔ (تاریخ ابن خلکان رقم: ۸۲۳)

یعنی خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں جو الفاظ حضرت عبداللہ بن مبارک، وکیع، یزید بن ہارون، بخاری اور دارقطنی کے لکھے ہیں ایسے الفاظ کان بھی سننا گوارا نہیں کرتے اور میں نے ان کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ قاضی ابو یوسف کے بارے میں خطیب بغدادی نے ایسے الفاظ نقل کیے ہیں جن کو کان سننا گوارا نہیں کرتے، جس کا ابن خلکان نے رد کر دیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ایسے تمام اقوال سے قاضی ابو یوسف پر طعن کرنا باطل اور مردود ہے۔

(vii) مزید یہ کہ امام دارقطنی کی یہ جرح مبہم ہے کیونکہ جرح کی کوئی وجہ بیان نہیں کی، امام دارقطنی نے ایک راوی یزید بن ابی مریم پر جرح کرتے ہوئے کہا: لیس بذالك۔ حافظ ابن حجر اس جرح کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”قلت هذا جرح غير مفسرا فهو مردود یعنی یہ جرح غیر مفسر ہے اسلئے یہ جرح مردود ہے۔“ (ہدی الساری ۱۷۳/۲)

لہذا امام دارقطنی کے الفاظ اندھوں میں کاننا جرح مبہم ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اور اسے بطور حجت پیش کرنا اور اس پر تنبیہ لکھ کر سیدنا امام محمد بن الحسن الشیبانی کو معاذ اللہ اندھا کہنا زبیر علی زئی کے مریض القلب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ پاک عقل کے اندھوں اور بزرگوں کے گستاخ کو ہدایت دے۔

**جو زجانی کے قول کی تحقیق**



## جوزجانی کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۲۴ پر لکھتا ہے۔

ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی . أسد بن عمرو و ابو یوسف و محمد بن

الحسن و اللؤلؤی قد فرغ الله منهم . (احوال الرجال ص ۷۷-۷۶)

**جواب :** قارئین کرام۔ پہلے ذرا جوزجانی کے بارے میں جان لیں کہ اس کا مذہب کیا

تھا۔ علامہ ذہبی نے اپنی کتاب میزان الاعتدال ۱/۷۶ میں لکھتے ہیں کہ وہ اہل دمشق کے

مذہب پر تھا اور حضرت علی کے بارے میں رائے اچھی نہ تھی یعنی ناصبی تھا۔ حافظ ابن حجر نے

تہذیب التہذیب ۱/۱۵۸ پر لکھا کہ ”والجوزجانی مشہور بالنصب والانحراف

فلا یقدح فیہ قولہ۔

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب ۵/۳۶ پر مزید لکھتے ہیں۔

”وتعصب الجوزجانی علی اصحاب علی : معروف“ یعنی اصحاب علی سے

جوزجانی کا تعصب معروف ہے۔

حافظ ابن حجر نے ہدی الساری ۲/۱۱۶ پر مزید لکھا ہے۔ ”الجوزجانی کان ناصباً

منحرفاً عن علی“ یعنی جوزجانی ناصبی تھا اور حضرت علیؑ سے منحرف تھا۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جوزجانی ناصبی تھا اور اصحاب علی سے

تعصب رکھتا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جوزجانی کی جرح قابل قبول ہوتی ہے کہ نہیں۔

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب ہدی الساری ۲/۱۶۷ میں واضح لکھا ہے۔

ان جرحہ لا یقبل فی اهل الکوفة لشدة انحرافه ونصبه “ یعنی جوزجانی

کی جرح اہل کوفہ کے بارے میں شدید انحراف اور ناصبیت کی وجہ سے مقبول نہیں۔

اور علامہ ذہبی نے امام جوزجانی کے بارے میں لکھا۔ ”لا عبرة بعطه علی الکوفین“

میزان الاعتدال ۴/۱۱، اور یہ بات خود زبیر علی زئی کو بھی تسلیم ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ علیہ جلد ۱ ص) زبیر علی زئی غیر مقلدا اپنے ماہانہ رسالہ الحدیث شمارہ ۳ ص ۹ پر لکھتا ہے۔ ”ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی المبتدع (بدعتی)۔ زبیر علی زئی غیر مقلد القول الثمین ص ۴۳ پر لکھتا ہے ”ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی السعدی فی نفسه ثقہ و صدوق“ امام ہونے کے باوجود صحت (تشدد) تھے اور ان پر ناصبی ہونے کا الزام تھا۔ زبیر علی زئی غیر مقلد فتویٰ علمیہ ۱/۵۷ پر لکھتا ہے۔ ”اور اس سلسلے میں جوزجانی (بدعتی) کا اصول صحیح نہیں۔“

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ جوزجانی کی اہل کوفہ پر جرح قابل قبول نہیں۔ اور یہ بات تو عیاں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام قاضی ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ، اسد بن عمروؒ اور الحسن بن زیادؒ رحمہم اللہ اجمعین وغیرہم یہ سب کوفی ہیں۔ لہذا قاضی ابو یوسف کوفی ہیں اور حافظ ابن حجرؒ اور علامہ ذہبیؒ کے اقوال کے مطابق ان کی جرح کوفیوں کے بارے میں مردود ہے۔ لہذا جوزجانی کی جرح قاضی ابو یوسف پر باطل اور مردود ہے۔

مزید یہ کہ جوزجانی کی جرح ”فرغ اللہ“ غیر مفسر اور مبہم ہے۔ اور جناب ایک بار پھر ذرا جمہور محدثین کرام کا مسلک حافظ ابن صلاح کے زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ ”ان السجرح لا یثبت الا اذا افسر بسبہ“ (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱)

یعنی جرح ثابت نہیں ہو سکتی مگر جب اس کی مفسر وجہ بیان نہ ہو۔ جناب آپ تو ایسی مبہم جرح (جو کہ محدثین کرام کے نزدیک مردود بھی ہے) کے سہارے قاضی القضاة، مجتہد، محدث، امام، فقیہ ابو یوسفؒ کی ذات کو مجروح کرنے کی ناپاک جسارت کر رہے ہیں مگر یاد رکھیں آپ کے پیش کردہ تمام اعتراضات جمہور محدثین کرام کے اصولوں کے مطابق مردود ہیں۔

## سعید بن منصور کے قول کی تحقیق

عالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۳ پر لکھتا ہے۔

سعید بن منصور۔ سعید بن منصور فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابو یوسف سے کہا: ایک آدمی نے مسجد عرفہ (عرفہ والے حصے) میں امام کے ساتھ نماز پڑھی، پھر امام کے (مزدلفہ کی طرف) واپس ہونے تک وہیں رکا رہا، اس کا کیا مسئلہ ہے؟ ابو یوسف نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے۔ تو اس آدمی نے (تعجب سے) کہا: سبحان اللہ! ابن عباس فرماتے ہیں کہ جو شخص عرنہ سے واپس لوٹ آئے تو اس کا حج نہیں ہوتا مسجد عرفہ تو وادی عرنہ کے درمیان ہے۔ (اب جدید تو سب کے بعد عرفات کا کچھ حصہ بھی اس مسجد میں شامل کر دیا گیا ہے) ابو یوسف نے کہا: علامتیں (احکام) آپ جانتے ہیں اور فقہ ہم جانتے ہیں۔ وہ آدمی بولا۔ جب آپ اصل ہی نہیں جانتے تو فقیہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ (کتاب المعرفة والتاریخ ۲/۷۹۰، تاریخ بغداد ۱۳/۲۵۶)

**جواب:** قارئین کرام! اس عبارت سے قاضی ابو یوسف پر اعتراض کرنا کئی وجہ سے مردود ہے۔

۱: اولاً تو حیرانگی کی بات ہے کہ لوگوں نے کس طرح کی باتوں سے قاضی ابو یوسف پر کیچڑ

اچھالنے کی کوشش کی اس عبارت میں یہ بات صاف ہے کہ لوگ قاضی ابو یوسف اور ائمہ

احناف سے بغض رکھتے تھے اور اس بات کا اقرار محدثین کی ایک جماعت نے کیا ہے۔ اور

اس بات کی واضح تصریح حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ ”و اما سائر اهل الحديث

كالاعداء لابن حنيفة واصحابه. (الاشقاء ص ۳۳۱)

یعنی اصحاب اہل حدیث امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب (قاضی ابو یوسف، امام محمد

وغیر ہم) کے دشمن تھے۔ اور یہ مندرجہ بالا اعتراض اس کا واضح ثبوت ہے۔ اور اصول یہ ہے

کہ نفرت یا حسد کی وجہ سے جرح مردود ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ سعید بن منصور نے قاضی

ابو یوسف سے مجلس نہیں کی۔ اور جس نے سعید بن منصور سے سنا اس کا بھی معلوم نہیں ہے

کہ وہ کون ہے لہذا وہ مجہول الحال کے حکم میں ہے۔ امام اعظم اور ان کے اصحاب امام ابو یوسف و امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ بطن عرفہ میں وقوف صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے المبسوط ۲۲۲/۲، بدائع الصنائع، ۱۲۵/۲، حاشیہ در المختار ۵۰۳/۲، حاشیہ اللطحاوی ۲۸۲/۲

لیکن مسجد عرفہ، عرنہ میں نہیں بلکہ عرفہ میں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مسجد کی اضافت عرفہ کی طرف ہے اور لفظ کو ظاہر سے کسی دلیل کے ساتھ ہی پھیرا جاسکتا ہے۔ ورنہ ظاہر پر ہی رکھا جاتا ہے اور یہاں کوئی دلیل نہیں ہے اگرچہ امام شافعی نے کتاب الام میں یہ خیال کیا ہے کہ بیشک مسجد عرنہ میں ہے۔ اس بارہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسئلہ اختلافی ہے اور اختلافی مسائل کو طعن و تشنیع کا ذریعہ بنانا صحیح نہیں ہے اور عرفہ کی مسجد کی قبلہ جانب والی دیوار عرنہ کی حد پر ہے اور مسجد عرفہ کی مکہ کی جانب عرنہ ہے تو مسجد میں وقوف کرنے والا عرفات میں وقوف کرنے والا ہوگا نہ کہ عرنہ میں۔

امام بغویؒ اس مسئلہ کے اختلاف کے بارے میں لکھتے: اختلفوا فیمن وقف ببطن عرفہ، فقال الشافعی لا یجزئی حجة وقال مالک، حجة صحیح و علیہ دم (شرح السنۃ ۱۵۳/۷) جناب یہ مسئلہ تو ائمہ کرام کے درمیان ہی اختلافی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے بھی التمہید ۲۲۰/۲ پر لکھتے ہیں۔ و اختلاف الفقہاء فیمن وقف من عرفة بعرفة۔ یعنی فقہاء کرام کا وقوف عرفات اور عرنہ میں اختلاف ہے۔ اگر جناب کو مزید حوالوں کی ضرورت ہو تو تمہید ۱۳/۷۱ کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ آپ کی طبیعت ہشاش بشاش ہو جائے گی (اگر دل پر مہر نہیں لگی تو)۔ جناب یہ اصول پہلے بھی واضح کر دیا ہے کہ اختلافی مسئلہ میں کسی پر طعن کرنے سے راوی ضعیف نہیں ہوتا ہے۔

امام مالکؒ نے الموازیہ میں فرمایا بطن عرنہ، عرفہ میں ایک وادی ہے کہا جاتا ہے کہ بیشک مسجد عرفہ کی قبلہ جانب والی دیوار اس کی حد پر ہے۔ اس طرح کہ اگر وہ گرے تو اسی میں گرے گی

اور اس طرح الموازیہ میں کہا کہ جو شخص مسجد میں وقوف کرتا ہے تو بیشک وہ بطنِ عرنہ سے نکل گیا لیکن فضیلتِ امام کے قریب وقوف کرنے میں ہے جیسا کہ ابن الباجی کی لہنتھی ۱۷۱۳ میں اور ابن الموازی کی کتاب میں ہے۔ امام مالک کے مذہب پر جتنی اصولی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں القاسمی ابن الموازی کی کتاب کو فضیلت دیتا ہے۔ عرنہ کے موقف سے خارج ہونے پر کوئی مرفوع صحیح حدیث نہیں ہے اور حدیث ارتفعوا عن بطنِ عرنہ جو الموطاء میں ہے وہ موصول سند کے ساتھ نہیں بلکہ بلاغت میں سے ہے اور جس نے اس کو مسند کہا ہے تو وہ مسند صحیح کے ساتھ مسند نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ المسجد (مسجد عرفہ) کو شامل نہیں ہیں۔

اور پختہ بات یہ ہے کہ جن ائمہ نے بطنِ عرنہ کو الموقوف سے خارج کیا ہے تو ان آثار کی وجہ سے، جو اس بارہ میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن الزبیر پر موقوف ہیں۔ اور جو حضرات موقوف کو دلیل مانتے ہی نہیں ہے تو ان کے لئے مسئلہ میں کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ تو جو روایت اس سند کے ساتھ خطیب نے کی ہے تو یہ مسئلہ میں جہالت میں دور نکل جانا ہے۔ اور فقہ کی مبسوط کتابوں میں اس مسئلہ میں اس سے زیادہ بحث کی ہے۔

دوم اس حوالہ میں آدمی نے جو سوال پوچھا تو قاضی ابو یوسف نے صحیح جواب دیا۔ اور یاد رہے کہ قاضی یافقیہ سے جو سوال پوچھا جائے وہ اسی کا جواب دیتا ہے۔ مگر پھر آدمی نے چلا کی اور تعصب کی وجہ سے مسجد عرفہ کے مقام کے تعیین کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ بتایا۔ جس پر قاضی ابو یوسف نے کہا کہ علاقے کے تعیین کی علامتیں آپ جانتے ہیں جبکہ ہم تو فقہی احکام کو جانتے ہیں۔ اور قاضی ابو یوسف نے تو بات صحیح اور حقیقت پر مبنی کہی۔ مگر اس عبارت سے واضح لگتا ہے آدمی نے سوال کیا ہی صرف اپنی تیزی اور چالاکی ثابت کرنے کے لئے تھا۔ کیونکہ اس آدمی نے مسجد عرفہ میں امام کے ساتھ رُکے رہنے پر سوال کیا

تو قاضی ابو یوسف نے صحیح جواب دیا کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس پر اس آدمی نے ابن عباسؓ کا علاقے کے تعین کے بارے میں فتویٰ بتایا کہ مسجد عرفہ تو وادیِ عرفہ کے درمیان ہے۔ قاضی ابو یوسف نے مسجد عرفہ سے مراد وہ حصہ جو عرفات والے حصے کے ساتھ ہے کا جواب دیا تھا وہ جواب بالکل صحیح تھا کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اب اگر قاضی ابو یوسف نے جواب صحیح دیا تو پھر اعتراض کیسا؟

سوم: قاضی ابو یوسف نے یہ بات بھی صحیح فرمائی کہ اے آدمی علامتیں آپ جانتے ہیں اور فقہ ہم۔ کیونکہ فقیہ کو جو روایت پہنچتی ہے اس کے مطابق وہ مسئلہ اخذ کرتا ہے۔ قاضی ابو یوسف سے سوال مسجد عرفہ کے بارے میں ہوا اور انہوں نے اس کا صحیح جواب دیا۔ اگر عالی غیر مقلد کو ان کے جواب پر اعتراض ہے تو بتائے۔ ورنہ کسی بھی متعصب آدمی کے کسی بھی قول سے قاضی ابو یوسف پر اعتراض وارد کرنا مردود ہے۔

چہارم: جناب زبیر علی زئی صاحب اسماء الرجال سے اتنے نابلد ہیں کہ انہیں یہ تک معلوم نہیں کہ ایسے اعتراضات پیش کرنے سے راوی ضعیف نہیں ہو سکتا۔ جناب اصول اسماء الرجال سے ایسے اصول تو پیش کریں جن سے ثابت ہو کہ ایسے اعتراضات سے راوی ضعیف ہو جاتا ہے! اگر بطور تنزل یہ بات مان لیں کہ وقوف عرفہ کے مسئلہ میں قاضی ابو یوسف کو مسئلہ یا اصل معلوم نہیں تھا تو کیا اس سے وہ ضعیف ہو جاتے ہیں؟ ایسے مسائل تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں ہیں جس میں راویوں سے خطا یا غلطی ہو یا دلیل سے واقف نہ ہوں۔ مگر کسی ایک محدث نے ایسے راویوں کو ضعیف قرار دینے کا استدلال نہیں کیا۔ بلکہ ایسی غلطیاں تو جلیل القدر تابعین سے بھی ہوئی ہیں مگر کسی نے ان کو مجروح نہیں کیا۔

محدث ابن قتیبہ الدینوی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں: ”ان المنفرد بفن من الفنون لا يعاب بالزلل (تادیل مختلف الحدیث ص ۹۳) یعنی جو شخص کسی ایک فن میں ماہر ہو اور لغزش کھا جائے

تو اس پر عیب نہ لگایا جائے۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ اگر آپ اسماء الرجال کی کتابوں کا مطالعہ کر لیں کسی ضعیف سے ضعیف راوی کے بارے میں ایسے اقوال نہیں ملیں گے جیسے اقوال آپ کو ائمہ احناف کے بارے میں ملیں گے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بہت سے اقوال جرح مسلکی تعصب کا شاخسانہ ہیں اور عند الاصولیین ہرگز لائق التفات نہیں ہیں۔

پہچم: یہ کہ جناب آپ ائمہ حدیث کے اقوال سے اتنے نابلد ہیں کہ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ فکری، اعتقادی یا اختلافی مسائل کی وجہ سے جرح مردود ہوتی ہے۔ اگر بغض احناف سے فرصت ہو تو حافظ ابن حجر کی لسان المیزان ۱/۱۶۱ کا مطالعہ فرمائیے گا۔ ان شاء اللہ آپ کو کچھ اسماء الرجال کے اصولوں سے واقفیت ہو جائے گی۔

غیر مقلد ابراہیم میرسیا لکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔ ”جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بری بات ہے لیکن بزرگوں سے حسن تدابیر کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام و اعتراض کو دور کریں، اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو

قرآن و حدیث سے مستنبط ہیں۔“ (تاریخ اہل حدیث ص ۸۸)

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ ایسے اقوال پیش کر کے غالی غیر مقلد اپنی علمی قابلیت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ رہے ہیں۔ اور ایسے اقوال کو جرح میں شمار کرنا (جو کسی بھی اصول کے تحت راوی کو ضعیف ثابت کر سکتے) باطل اور مردود ہے۔

## امام عقیلی کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۳۳ پر لکھتا ہے۔

ابو جعفر العقیلی آپ نے قاضی ابو یوسف کو کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے جرح نقل کی ہیں۔  
(الضعفاء للعقیلی ۳/۲۳۸)

**جواب:** قارئین کرام! عرض یہ ہے کہ حافظ عقیلی کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ تشدد تھے۔ اور احناف کی عیب جوئی کرتے تھے۔ دیکھئے الرفع والتکمیل ص ۳۰۵۔ غیر مقلد نذیر احمد رحمانی نے اپنی کتاب انوار المصباح ص ۱۱۲ پر عقیلی کو محضت لکھا ہے۔ اور مزید یہ کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کے ممدوح شیخ عبدالرحمن المعلمی لکھتے ہیں۔ ”فقد کان فی العقیلی تشدد“، یعنی ”بلاشبہ امام عقیلی میں تشدد تھا۔“ (التنکیل ۱/۲۶۵)

مزید یہ کہ حافظ عقیلی نے خود کوئی جرح نہیں کی۔ لہذا ”مان نہ مان میں تیرا مہمان“ والی مثال کے مصداق ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ہر راوی کا کتاب الضعفاء میں آجانے سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔ (ملاحظہ ہو حدی الساری ۲/۱۲۱) اور اس بات کا اقرار زبیر علی زئی نے اپنی ہی کتاب مقالات جلد نمبر ۲ ص ۳۵۵ پر بھی کیا ہے۔ اور جناب کا کہنا کہ جمہور جسے ضعیف کہیں تو پھر کتاب الضعفاء میں آنے سے ضعیف ہی ہوتا ہے اور اگر جمہور ثقہ کہیں تو کتاب الضعفاء میں آنے کے بعد وہ پھر بھی ثقہ رہے گا۔

قارئین کرام! غیر مقلد زبیر علی زئی کا یہ بات لکھنا ایک بڑی شاطرانہ چال ہے۔ کیونکہ جمہور کا اطلاق کرنا ایک مردود بات ہے۔ اگر جمہور کی بات حجت ہے تو پھر توثیق تسلیم کر لیں۔ دراصل کسی امام فقیہ اور مجتہد کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جمہور یا عدوی برتری کافی نہیں ہوتی۔ ائمہ کرام کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جرح مفسر کا ہونا بہت ضروری ہے اور جارح یعنی جرح کرنے والے کا عادل اور غیر متعصب، غیر محضت اور غیر تشدد ہونا بھی از حد ضروری ہے۔ جناب پہلے اپنے پسندیدہ طریقے پر (یعنی عدوی تعداد کی برتری) قاضی



ابو یوسف کو ضعیف ثابت کریں تو پھر جمہور کا راگ الاپ کر امام عقیلی کو ان کے جارحین میں شمار کیجئے گا۔ مگر جناب یاد رکھیں کہ نہ تو آپ عددی فوقیت کے طور پر قاضی ابو یوسف کو ضعیف ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی پوری جماعت غیر مقلدین کے پاس کوئی مفسر جرح موجود ہے۔ لہذا جناب کا حافظ عقیلی کو جارحین میں شمار کرنا غلط اور مردود عمل ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ حافظ عقیلی نے قاضی ابو یوسف پر کوئی جرح خود سے نہیں کی۔

### ابن سعد کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی ۵۲۵/۱ پر لکھتا ہے۔

محمد بن سعد = وکان يعرف بالحفظ للحديث ..... ثم لزم أبا حنيفة النعمان بن ثابت فتنفقه وغلب عليه الرأي وجفا الحديث "وہ حفظ حدیث کے ساتھ معروف تھا..... پھر اس نے ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کی شاگردی کی توفیقہ سیکھی اور اس پر رائے غالب آگئی اور اس نے حدیث کے ساتھ ظلم کیا۔ (طبقات ابن سعد ۱/۳۳۰)

**جواب:** قارئین کرام! عرض یہ ہے کہ ابن سعد کا یہ قول کسی بھی صورت جرح نہیں ہے۔

اول یہ کہ خود ابن سعد نے قاضی ابو یوسف کو حافظ الحدیث کے ساتھ معروف مانا ہے جو کہ واضح توثیق ہے۔ کیونکہ راوی کی ثقاہت یا تضعیف کے دو اصول ہیں۔ ایک اس کا حافظہ اور دوسرا اس کی عدالت ابن سعد نے تو خود ان کے حافظ الحدیث ہونے کی تصریح کر دی اور عدالت کے بارے میں کوئی بھی جرح نہیں کی۔ لہذا محدثین کے اصول کے مطابق قاضی ابو یوسف ثقہ ہی رہتے ہیں۔

دوم یہ کہ جفا کا مطلب ظلم کرنا اس مقام پر غلط ہے۔ ابن سعد کا مطلب دوری یا ہٹ جانا مناسب ہے۔ اور ابن سعد کا ایسا کہنا صرف اور صرف اہل کوفہ کی رائے کے ساتھ متصف

ہونا ہے۔ کیونکہ چند ایک لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اہل کوفہ والے حدیث کو چھوڑ کر قیاس یا رائے پر عمل کرتے تھے مگر یہ بات غلط ہے اور اس پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر یہ بات اپنی جگہ ہے کہ زبیر علی زئی کا ترجمہ ”اس نے حدیث کے ساتھ ظلم کیا“ تو پھر بھی یہ جرح نہیں بنتی۔ لہذا زبردستی اس کو جرح میں داخل کرنا مردود ہے۔

سوم: یہ کہ اگر اس کو ابن سعد کی طرف سے طعن بالفرض مان بھی لیا جائے تو پھر بھی ابن سعد کا قول قابل قبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ان تضعیف ابن سعد فیہ نظر ، لأنه یقلد الواقدی ویعتمد علیہ والواقدی علی طریقۃ اهل المدینة فی الانحراف علی اهل العراق ، (حدی الساری ۲/۱۶۸)

ترجمہ (نافع بن عمر الجمعی) یعنی ابن سعد کی تضعیف میں نظر ہے کیونکہ جرح میں وہ (ابن سعد) واقدی کی تقلید اور اس پر اعتماد کرتا ہے۔ اور واقدی اہل العراق (امام اعظم ابوحنیفہؒ، قاضی ابو یوسف، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ وغیرہم) سے بدظن تھا۔ لہذا پہلے تو ابن سعد کو جارحین میں شمار کرنا غلط ہے اور پھر اگر جرح مان بھی لیں تو جرح قابل التفات نہیں۔ لہذا قاضی ابو یوسف کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش میں اصول بھی بھول گئے ہیں۔ اللہ ایسے تعصب سے محفوظ فرمائے۔

### حافظ ذہبی کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۵ پر لکھتا ہے۔

الذہبی = ذکرہ فی دیوان الضعفاء والمتر وکین ۲/۴۶۶ رقم: ۴۷۶۶: تنبیہ: ذہبی نے دیوان الضعفاء میں ابو یوسف کا کوئی دفاع نہیں کیا، جبکہ تلخیص المستدرک میں اسے حسن الحدیث کہا ہے یہ دونوں تحقیقات باہم متعارض ہو کر ساقط ہو گئیں۔

**جواب :** عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کا یہ دھوکہ ہے کہ علامہ ذہبیؒ کے اقوال کو متعارض مان کر پھر بھی ان کو جارحین میں شمار کر دیا ہے۔ مزید یہ کہ دیوان الضعفاء والمتر وکین میں بہت سے ثقہ راوی موجود ہیں۔ لہذا کسی راوی کو کتاب ضعفاء میں نقل کرنا اس کو ضعیف ثابت نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ حافظ ذہبیؒ نے خود کوئی جرح نہیں کی۔

جناب لگتا ہے آپ کا کہ اسماء الرجال کی کتابوں کا مطالعہ بڑا محدود ہے جبکہ آپ کی جماعت کے لوگ آپ کو اس فن کا نام نہاد ماہر سمجھتے ہیں جناب آپ نے ان دونوں اقوال کو متعارض کیسے ثابت کر دیا۔ حافظ ذہبیؒ نے قاضی ابو یوسفؒ کی توثیق صرف تلخیص المستدرک میں ہی نہیں کی بلکہ سیر اعلام النبلاء رقم: ۱۳۱، ۵۳۵/۸، مناقب الامام ابی حنفیہ وصاحبیہ ۶۴/۱، تذکرۃ الحفاظ ۲۱۳/۱، المعین فی طبقات الحدیثین رقم: ۴۳ پر توثیق و تعریف کی ہے۔ عام طور پر آپ تو عدوی برتری اور فوقیت کے قائل ہیں۔ لہذا یہاں پر بھی وہی اصول اپنائیے۔ دیوان الضعفاء والمتر وکین میں اگر ابو یوسف کو ذکر کیا ہے تو اس کے برعکس ۵ کتابوں میں توثیق اور تعریف بھی کی ہے۔ لہذا فوقیت ثقاہت کو ہی ہوگئی۔ اس لئے حافظ ذہبیؒ سے توثیق راجح ہے۔ نیز کتاب الضعفاء میں ہونا جرح مبہم اور توثیق اور جرح کیسے مستفاد ہو سکتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو حدی الساری ۱۲/۲)

تحقیق سے واضح ہوا کہ علامہ ذہبیؒ کو جارحین میں شمار کرنا سراسر ابلہ فریبی ہے کیونکہ علامہ ذہبیؒ تو قاضی ابو یوسف کے معدلین میں سے ہیں۔ لہذا اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہوا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی نے جتنے بھی اقوال جرح پیش کیئے ان میں سے اکثر جرح کے اقوال ہی نہیں ہیں اور مزید یہ کہ جو باقی جرح ہیں وہ بھی اصول کے مطابق باطل اور مردود ہیں۔ اس مقام پر جلیل القدر تابعی ابو حازم کا قول ملاحظہ کریں۔

ابو حازم فرماتے ہیں:- پچھلے زمانے میں علماء کی حالت یہ تھی کہ عالم اپنے سے بڑے عالم کو

دیکھتا تو نہایت خوش ہوتا۔ برابروں سے ملتا تو علمی مذاکرہ شروع کر دیتا۔ ادنیٰ کا سامنا ہوتا تو گھمنڈ نہ کرتا، لیکن ہمارے اس زمانہ کی حالت یہ ہے کہ عالم اپنے سے بڑے عالم میں کیڑے نکالتا ہے تاکہ لوگ متنفر ہو کر اسے چھوڑ دیں۔ برابر والے سے مذاکرہ نہیں کرتا اور ادنیٰ کو پاتے ہی اکڑنے لگتا ہے۔ (جامع البیان العلم ۲/۲۵۰، وسندہ حسن)

قارئین کرام! اس قول کو اپنے ذہن میں رکھ لیں اور غیر مقلدین خصوصاً زبیر علی زئی کا طریقہ ملاحظہ کریں تو آپ کو خود سمجھ آ جائے گی کہ سیدنا قاضی ابو یوسف پر جرح کر کے غیر مقلد زبیر علی زئی ائمہ احناف سے لوگوں کو متنفر کرنا چاہتا ہے اور اپنے آپ کو محدث ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کر رہا ہے۔ مگر قاضی ابو یوسف کی وہ ارفع و اعلیٰ شان ہے کہ ان پر اعتراض کرنے سے ان کی ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ غیر مقلد زبیر علی زئی جیسے لوگوں کا ان پر طعن کرنا اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرنا ہے۔

ان ائمہ کرام پر جرح کرنے والے پر محدث حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔ ”جس

شخص نے امام مالک و شافعی اور ان کی مانند دوسرے اماموں (امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن) میں کلام کیا ہے اس کا حال ایسا ہے جیسا کہ اعشى شاعر نے کہا ہے۔  
پھاڑی بکرے کی مانند، جس نے ایک دن پتھر پر سینگ مارا تاکہ اس کو توڑ دے پس وہ اس کو نقصان نہ پہنچا سکا اور اپنا ہی سینگ توڑ لیا۔ (طبقات الکبریٰ للسیکی ۱/۱۸۹)

اللہ سے دُعا ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف اور ائمہ اہل سنت کا ادب و احترام نصیب فرمائے۔ (آمین  
بحرمة ابی حنیفہ واحبابہ جمعین)

## قاضی ابویوسفؒ پر امام ابوحنیفہؒ کے قول کی تحقیق

زیر علی زئی مقالات جلد ۱ ص ۵۲۵ پر لکھتا ہے۔

”امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ نے قاضی ابویوسف سے کہا..... تم ہماری کتاب میں وہ باتیں لکھتے ہو جو ہم نہیں کہتے (الجرح و تعدیل ۲۰۱/۹) ایک اور روایت میں آیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کیا تم یعقوب پر تعجب نہیں کرتے؟ وہ میرے بارے میں ایسی باتیں کہتا ہے جو میں نہیں کہتا۔ (تاریخ الصغیر ۲/۲۰۹) معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے شاگرد قاضی ابویوسف کو کذاب سمجھتے تھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

**جواب :** عرض یہ ہے کہ الجرح و تعدیل ۲۰۱/۹ کے حوالے میں الجوز جانی راوی ہیں۔ اور اس بات کی وضاحت پہلے بھی کی جا چکی ہے کہ جوز جانی کا کسی بھی عراقی یا اہل کوفہ پر جرح معتبر نہیں ہے۔ ملاحظہ کریں میزان الاعتدال ص ۴/۱ اور ہدی الساری ۱۶۷/۲۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس قول کا انتساب امام اعظم کی طرف ہے اور یہ عقلاً اور دلیلاً بات محال ہے کہ امام اعظم اپنے جلیل القدر ثقہ شاگرد کے بارے میں ایسے الفاظ نقل کریں۔ اور مزید یہ کہ اس عبارت کا مفہوم بھی مبہم سا ہے اور ظاہر ہے کہ امام اعظم کے قول کو غلط انداز میں بیان کیا ہے۔ امام اعظم کا صرف اور صرف مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ جب تک میں نہ کہوں میرے پوچھے بغیر نہ لکھا کریں اور اس عبارت کو جرح ثابت کرنا تو ایک خبط اور مردود عمل ہے۔ اس طرح بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ امام اعظم کے قول کو توڑ مردوڑ کر پیش کیا اور اس کا مفہوم حقیقت کے خلاف بتانے کی کوشش کی گئی۔ دوسرے امام بخاری کی تاریخ الصغیر ۲/۲۰۹ کے حوالے کی سند میں عیسیٰ بن جنید راوی ہے۔ اس راوی کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات رقم: ۱۴۶۳۳ پر درج کیا ہے۔ اس کے علاوہ میرے علم میں کسی نے بھی اس کی توثیق نہیں کی جس کی وجہ سے کم از کم یہ راوی مجہول ہے۔ اور

مزید یہ کہ جناب آپ امام بخاری کا سماع عیسیٰ بن جنید سے ثابت بھی کریں۔ لہذا ایسے مجہول الحال راوی اور منقطع قول سے قاضی ابو یوسف پر طعن کرنا مردود اور فضول ہے۔

قارئین کرام! کم از کم یہ تو معلوم ہوا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی امام اعظم ابو حنیفہ کو ثقہ راوی مانتا ہے کیونکہ اس نے کسی بھی جگہ الزامی جواب کی تصریح نہیں کی۔ لہذا وہ یہ کہنے کا حق نہیں رکھتا کہ میں نے تو یہ احناف پر الزامی جواب وارد کیا تھا۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ قاضی ابو یوسف پر اعتراض وارد کرنا لغو و باطل ہے۔

## غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ اعتراضات کا اجمالی نقشہ

غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات جلد ۱ ص ۵۳۹ تا ص ۵۴۵ پر تقریباً ۱۲۱ اقوال جرح وارد کیے ہیں، ان کا اجمالی نقشہ کچھ یوں ہے۔

کل ۲۱ حوالوں میں سے ۴ حوالے امام یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل، ابن سعد اور علامہ ذہبی کے ہیں اور ان سے راجح طور پر تعدیل ثابت ہے۔ لہذا ان اماموں کو جرح کرنے والوں کی فہرست میں شمار کرنا غلط ہے۔ لہذا ۲۱ میں سے رہ گئے ۱۷ حوالے۔ ان باقی ماندہ ۱۷ حوالوں میں سے:

- |                       |                   |                       |
|-----------------------|-------------------|-----------------------|
| (۱) عبد اللہ بن مبارک | (۲) یزید بن ہارون | (۳) عبد اللہ بن ادریس |
| (۴) امام مالک         | (۵) سفیان ثوری    | (۶) وکیع بن الجراح    |
| (۸) ابو زرعة الرازی   | (۹) قاضی شریک     | (۱۰) سعید بن منصور کے |
- حوالے مسلکی اختلاف اور اعتقادی منافرت پر مبنی ہیں اور کچھ کی سندیں ضعیف ہونے کی وجہ سے جرح مردود ہے۔ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ۱/۱۶۱ پر واضح طور پر یہ اصول

لکھا ہے کہ مذہبی و اعتقادی اختلاف کی وجہ سے جرح مردود ہے۔

مزید یہ کہ ان تمام حوالوں میں قاضی ابو یوسف کی نہ تو عدالت پر اور نہ ہی حافظہ پر جرح موجود ہے، لہذا ایسے حوالے پیش کر کے عوام الناس کو دھوکہ اور فریب دینا ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

ان ۷ حوالوں میں مندرجہ بالا ۱۰ حوالے جرح مردود ہیں لہذا باقی رہ گئے ۷ حوالے۔

ان ۷ حوالوں میں سے ۵ حوالوں (۱) امام جوز جانی، (۲) امام عقیلی، (۳) امام دارقطنی، (۴) امام ابو حاتم الرازی اور (۵) امام بخاری، میں سرے سے کوئی جرح ہی نہیں، اور نہ ہی اسباب جرح موجود ہیں اور امام ابو حاتم الرازی کی جرح یکتب الحدیث کو تو جرح میں شمار کرنا ظلم و جفا ہے۔

امام بخاریؒ کے حوالے میں امام بخاریؒ کی بھی کوئی جرح نہیں اور کسی محدث کا کسی راوی سے روایت ترک کرنا راوی کو ضعیف نہیں کرتا۔ امام عقیلی کے حوالے میں بھی امام عقیلی کی اپنی کوئی جرح نہیں ہے۔ مزید یہ کہ عقیلی احناف کی طرف متعصب ہیں اور متعصب کی جرح بھی مردود ہوتی ہے اور یہی حال امام جوز جانی اور امام دارقطنی کے حوالوں کا ہے۔

لہذا باقی رہ گئے ۲ حوالے۔ تو ان حوالوں میں ایک حوالہ امام فلاس کا ہے جس میں انھوں نے صدوق اور کثیر الغلط کہا ہے جس سے راوی ضعیف نہیں ہو سکتا۔ اور باقی رہ گیا ایک حوالہ امام اعظم ابو حنیفہ کا۔ اس حوالے میں بھی سند کے اندر امام جوز جانی موجود ہیں۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ دونوں محدث احناف سے تعصب رکھتے تھے۔ اور یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ تعصب محدث چاہے جتنا بھی ثقہ ہو اس کی گواہی تعصب کی وجہ سے مردود اور باطل ہوتی ہے۔ تفصیل کیلئے کتاب کا ابتدائیہ طبقات الکبریٰ ۱/۱۸۸ ملاحظہ کریں۔ قارئین کرام! یہ تو غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ (۲۱) حوالوں کا مختصر جائزہ تھا جبکہ ان نام نہاد ۲۱ حوالوں (جن کی اصول حدیث میں بالکل کوئی حیثیت نہیں) کے

مقابلہ میں ۴۵ محدثین جن میں ۳ سلفی علماء بھی شامل ہیں امام قاضی ابو یوسف کو ثقہ اور صدوق مان رہے ہیں۔

**نکتہ :** ثقہ محدث علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں ”اماموں اور خاص کر مناظرات و مباحث میں مخالف فریقین کے درمیان جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔ رہا وہ جو حافظ ابن حبان نے اپنی کتاب السنۃ میں بعض عقلا اماموں (امام اعظم، قاضی ابو یوسف، امام محمد بن حسن وغیرہما) کے متعلق لکھا ہے یا حافظ ابو احمد ابن عدی نے اپنی کتاب اخفاء الکامل میں حافظ ابو بکر الخطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور ان سے پہلے اوروں نے جیسے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور بخاری اور نسائی نے وہ باتیں لکھی ہیں جن سے میں ان کو (امام اعظم، قاضی ابو یوسف امام محمد بن حسن الشیبانی وغیرہما) کو پاک و برتر سمجھتا ہوں تو باوجود یہ کہ وہ سب مجتہد تھے اور نیک مقاصد رکھتے تھے تاہم ان سب امور میں ان پر (جرح کرنے والے ابن حبان، نسائی، ابن عدی، خطیب بغدادی، بخاری، ابن ابی شیبہ) سے احتراز کرنا ہی بہتر ہے۔“ (اعلان بالتوثیح ص ۶۵)

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنی کتاب فضائل درود و سلام ص ۱۹ پر سخاویؒ کو بحوالہ امام سیوطی مجروح کرنے کی کوشش کی ہے مگر فی الحال یہ بات یاد رکھیں کہ اگر علامہ سیوطی نے ان کے رد میں کتاب لکھی تو جناب کسی کے رد میں کتاب لکھنے سے اگر راوی مجروح ہوتا ہو تو پھر آپ کے رد میں راقم نے ۳ کتابیں لکھی ہیں آگے آپ خود سمجھدار ہیں۔

### **حافظ سخاویؒ اور امام سیوطیؒ کی معاصرانہ چپقلش**

اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے علامہ سخاویؒ کی ذات پر رد نہیں بلکہ ان کی کتاب الضلوع مع پررد لکھا ہے۔ لہذا کسی کی ذات کے رد میں اس کی کتاب پر رد لکھنے میں بڑا فرق ہے۔ غالی غیر مقلد کا علامہ سخاویؒ کو مجروح لکھنا بھی ایک مردود بات ہے۔ میرے علم کے



مطابق کسی بھی معتبر یا ثقہ عالم نے سخاویؒ کو ضعیف نہیں لکھا۔ خالی زبانی دعویٰ سے بات نہیں چلے گی۔ علامہ سخاویؒ کے رد میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ایک کتاب ”العاوی فی تاریخ السخاوی“ لکھی علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے یہ کتاب اس لئے لکھی کہ اس سے پہلے علامہ سخاویؒ نے اپنی تاریخ کی کتاب الضوء اللامع میں علامہ سیوطیؒ پر بڑی شدت سے اعتراض لکھے۔ مزید یہ کہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے دور میں مجتہد ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس لئے اس موقف پر علامہ سخاویؒ نے ”انتقاد مدعی الاجتہاد“ کا ایک کتاب لکھی، لہذا یہ ایک معاصرانہ کی چپقلش تھی۔ اس چپقلش سے نہ تو علامہ سیوطیؒ مجروح ہوتے ہیں اور نہ ہی علامہ سخاویؒ، کیونکہ معاصرین کی چپقلش اور جرح قابل سماعت نہیں ہوتی۔ اور اس اصول کو جمہور علماء کرام نے بیان کیا ہے اور اہم بات یہ کہ مجروح ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں بتائی لہذا صرف کتابیں لکھنے سے راوی یا محدث مجروح نہیں ہو جاتا اگر کتاب لکھنے سے محدث مجروح ہو جاتا تو امام شافعی کے رد میں متعدد کتابیں لکھی گئی۔ اسی طرح امام مالک کے رد میں متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں مگر ان سے راوی مجروح نہیں ہو سکتا ہے۔ اور مزید یہ کہ علامہ سخاویؒ کے ایک شاگرد احمد بن حسین بن محمد الشہاب الحکی ۹۲۶ھ نے اپنے استاد کے دفاع اور علامہ سیوطی کے رد میں ۲ کتابیں لکھی ہیں۔ ایک کا نام ”الشہاب الهاوی علی قلال الکاوی“ اور دوسری کتاب کا نام ”المنتقد اللوذعی علی المجتہد المدعی“ ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ علامہ سیوطیؒ اور علامہ سخاویؒ کے درمیان معاصرانہ چپقلش تھی اور معاصرانہ چپقلش کی وجہ سے جرح مردود ہوتی ہے۔ ابن العماد الحنبلی نے اس لئے لکھا کہ ”وکان بینہ و بین البرہان البقاعی والجلال سیوطی ما بین القرآن“ (شذرات الذہب ۱۵/۸) لہذا اس تمام مسئلہ میں علامہ سخاویؒ کو مجروح قرار دینا دھوکا اور فریب ہے

- حیرانگی ہے کہ اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے ائمہ اہل سنت اور علماء کرام کو کس طرح مجروح ثابت کیا جاتا ہے۔ اور کس طرح اپنا نامہ اعمال داغدار کیا جاتا ہے، ایسے رویے پر نظر ثانی کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ متعدد علماء کرام نے علامہ سخاویؒ کی توثیق کی ہے۔

## علامہ سخاویؒ کی توثیق

- ۱: علامہ النجم الغزالیؒ لکھتے ہیں: "الشیخ الامام العلامة المسند الحافظ المتقن" (الکوکب السائرة ۱/۲۸)
- ۲: امام ابن الغزالیؒ لکھتے ہیں: "الامام الحبر الناقد الجہ الحافظ" (دیوان الاسلام ۱/۵۲)
- ۳: ابن العماد الحنبلیؒ لکھتے ہیں: "انتهی الیہ علم الجرح والتعديل حتى قيل لم یکن بعد الذہبی". (شذرات الذهب ۵/۸۱)
- ۴: ابن طولونؒ لکھتے ہیں: "المحدث العلامة" (مفاحمہ الخلان ۱/۷۵)
- ۵: قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں: "برع فی الشان وفاق الأقران وحفظ من الحدیث ما صار به متفرداً عن اهل عصره". (البدرا الطالع ۲/۱۷۶)
- ۶: ابن فہد کی لکھتے ہیں۔ "ولا أعلم الآن من يعرف علوم الحدیث مثله ولا اکثر تصنیفاً ولا احسن و كذلك أخذها عنه علماء الآفاق من المشائخ والرفاق وله يد الطولی فی المعرفة باسماء الرجال وأحوال الرواة والجرح و تعديل". (البدرا الطالع ۲/۱۷۷) ترجمہ: میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو علوم، کثرت تصانیف اور حسن تالیفات میں ان کی نظیر ہو، اسی وجہ سے گوشے گوشے کے علماء

، مشائخ، طلبہ اور رفقاء نے ان سے سند لی، انھیں معرفت عطل، اسماء رجال، راویوں کے حالات اور جرح و تعدیل کے فن میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔

۷: امام ابن العیروس لکھتے ہیں: ”وہو واللہ بقیۃ من رأیتہ من المشائخ وأنا وجميع طلبۃ الحدیث بالبلاد المصریۃ و سائر بلاد اسلام عیال علیہ واللہ ما أعلم فی الوجود لہ نظیرا وقال غیر ہو الآن من الافراد فی علم الحدیث الذی أشهر فیہ فضلہ و لیس بعد شیخ الاسلام ابن حجر فیہ مثله.“ (النور السافر عن أخبار القرن العاشر ۱۸/۱)

۸: مؤرخ عمر رضا کمال لکھتے ہیں ”فقیہ المقرئ، محدث، مؤرخ“۔ (معجم المؤلفین ۱۵۰/۱۰)

۹: علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ ”المحدث المؤرخ الجارح“ (نظم العقیان ۱۵۲/۱)

۱۰: مؤرخ خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں۔ ”مؤرخ حجة و عالم بالحدیث و التفسیر

والادب“۔ (اعلام زرکلی ۱۹۳/۶)

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ علامہ سیوطی کی امام سخاوی پر جرح ان کی عدالت اور ضبط و حفظ پر نہیں بلکہ ایک مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے تھی۔ اور قاضی شوکانی نے البدر الطالع ۱۸۷/۲ پر اور ابن العماد الحنبلی نے شذرات الذهب ۱۵/۸ پر اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ علامہ سیوطی اور علامہ سخاوی کے درمیان معاصرانہ چپقلش تھی اور اس طرح کے اعتراضات قلابی سامع نہیں ہوتے۔ اور مزید یہ کہ ۱۰ محدثین اور مؤرخین نے علامہ سخاوی کی توثیق بھی کی ہے لہذا جمہور کے نزدیک امام سخاوی ثقہ اور مثبت ہیں۔

## زبیر علی زئی جیسے لوگوں کے بارے میں علماء

### غیر مقلدین کا فتوے

زبیر علی زئی صاحب نے ائمہ احناف کے بارے جو طوفان بدتمیزی پیا کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے! نامور غیر مقلدین کے فتویٰ جات ملاحظہ کریں۔

۱۔ محمد گوندلوی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ”اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر دو فریق میں عالی افراد موجود ہیں، جو ائمہ دین کے حق میں گستاخانہ کلمات کہتے ہیں، جیسے بعض امام ابوحنیفہؒ اور بعض امام بخاریؒ کو برا کہتے ہیں، فریقین کے معتدل اصحاب ان کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے بلکہ ان کو رافضیوں کی طرح خیال کرتے ہیں، اس قسم کے لوگ امت کے لیے سم قاتل ہیں۔“ (الاصلاح ص ۲۲۷)

۲۔ محمد شاہجہانپوری غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ”ان ائمہ کرام کو جو پیشوایان مومنین اور مسلمانوں کے افراد کاملین میں سے ہیں۔۔۔۔۔ ہم جو عیب گیری کریں وہ اس سے پاک تھے۔ بُرا کہنا تو درکنار ہم اُن کے شکریہ ہی سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اُن ہی سب کی خدمتوں کا نتیجہ ہے جو ہم دین کو کیسا آسانی کے ساتھ مفتوح اور مرتب پارہے ہیں۔ ان سب کے بعد بڑا مردود ہوگا جو اُن کو بُرا کہے۔ اہل حدیث (غیر مقلد) کا ہرگز یہ کام نہیں۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسا ہو بھی تو یہ اُس کا ذاتی فعل ہے جس کا وہ خود ذمہ دار ہے، اور اسی کے نفس پر اُس کا وبال ہے۔ اُس کے اس فعل سے جو اہل حدیث (غیر مقلد) کے اصول مذہب کے خلاف ہے، اہل حدیث کے مذہب پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا، بلکہ اُس کا الزام خاص اس شخص کی ذات تک ہی محدود رہے گا نہ یہ کہ اسلام جھوٹوں، چوروں، زنا کاروں کا مذہب کہلائے گا۔ بلکہ اگر غیر مقلدوں میں سے کوئی اس قسم کا پایا بھی جائے تو وہ قابل اعتبار افراد ہی سے

خارج ہے۔ جس کے فعل ساقط الاعتبار ہے۔ وہ بہ نسبت اس کے کہ اہل حدیث کہا جائے، زیادہ مستحق ہے کہ اہل حدیث سے خارج ٹھہرایا جائے۔“ (الارشاد ص ۳۳-۳۵)

اور اگر کوئی شعبہ بازی کرتے ہوئے یہ کہے کہ یہ ساری جرح میں نے نہیں بلکہ محدثین نے کی ہے میرا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ اول تو ایسی تمام جرحیں ثابت ہی نہیں ہیں جنکی حقیقت واضح ہوگئی ہے۔

جلیل القدر محدث ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔ ”جو شخص (مخالفین احناف وغیر مقلدین خصوصاً) چاہے کہ علماء ثقافت کا قول ایک دوسرے کے بارے میں قبول کرے۔ اسے چاہیے کہ پھر صحابہ کرام کے اقوال بھی ایک دوسرے کی نسبت قبول کرے۔ (کیونکہ صحابہ کرام کے ایک دوسرے کے بارے میں بھی سخت اقوال منقول ہیں!) اگر ایسا کیا تو وہ بڑا گمراہ ہوگا۔ اور اس نے ظاہر نقصان اٹھایا۔ اور اگر ایسا نہ کیا اور ہرگز ایسا نہیں کرے گا اگر اللہ نے ہدایت دی اور الہام خیر کرے۔ تو چاہیے کہ ہماری شرط (علماء ثقافت کا ایک دوسرے کے بارے میں قول قبول نہ کرے) پر قائم ہو جائے۔ یعنی اس شخص کی نسبت کہ جن کی عدالت ثابت ہو (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، قاضی ابو یوسف، امام محمد بن الحسن الشیبانی وغیرہما) اور علم کی طرف اس کی دلی توجہ معلوم ہو کسی کا قول (ثقہ محدث) بلا دلیل قبول نہ کیا جائے۔ (جامع البیان والعلوم ۲/۲۷۰)

اور دوم یہ کہ غیر مقلد ابراہیم میرسیا لکوٹی کا حوالہ ہی جناب کے جواب کے لیے کافی و شافی ہے۔

غیر مقلد محمد ابراہیم میرسیا لکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔ ”جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بری بات ہے لیکن بزرگوں سے حسن تادب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام و

اعتراض کو دور کریں، اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن و حدیث سے مستنبط ہیں۔“ (تاریخ اہل حدیث ص ۸۸)

ان مذکورہ بالا فتاویٰ جات کا نتیجہ اخذ کرنا پڑھنے والوں پر چھوڑنا ہوں، مگر اپنے بھولے بھالے اور غیر مقلدین کے چنگل میں پھنسے مسلمان بھائیوں سے اتنا ضرور کہوں گا کہ جید فقہاء کرام اور مجتہدین کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں اور اپنا نامہ اعمال ایک عالمی غیر مقلد کی فضیلت تحقیق کے پیچھے داغدار نہ کریں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو!

## قاضی ابویوسفؒ کی توثیق

قارئین کرام! مندرجہ ذیل محدثین کرام اور جمہور علماء کرام نے امام ابویوسفؒ کی توثیق و توصیف کی ہے۔

1: امام یحییٰ بن معینؒ نے مندرجہ ذیل امام ابویوسفؒ کی توثیق و توصیف کی ہے۔

(۱) ابویوسف القاضی وهو ثقة . (تاریخ بغداد ۱۳/۲۵۹)

(ب) کتبت عن ابی یوسف وانا احدث عنه . (تاریخ بغداد ۱۳/۲۵۹)

ترجمہ: میں ابویوسف سے احادیث لکھتا ہوں اور ان سے روایت (بھی) کرتا ہوں۔

(ج) لیس فی أصحاب الراى احد اکثر حدیثاً ولا أثبت من ابی یوسف .

(الکامل ابن عدی ۸/۳۶۶)

ترجمہ: اصحاب رائے (یعنی فقہاء کرام) میں سے کوئی بھی ابویوسف سے زیادہ احادیث نہ جانتا تھا۔ اور نہ ہی ان سے زیادہ ثقہ تھا۔

2: امام احمد بن حنبلؒ نے مندرجہ ذیل امام ابویوسفؒ کی توثیق و توصیف کی ہے۔

(۱) صدوق۔ (الجرح و تعدیل ۱۹/۲۰۱)

(ب) ”کان ابو یوسف من أمثلهم فی الحدیث“ ترجمہ: ابو یوسف کی مثل کوئی حدیث میں ہے۔ (سولات ابن حبان رقم: ۱۹۲۸)

3: امام نسائی نے کہا: ابو یوسف قاضی ثقہ. (تسمیۃ من لم یرو عنہ ص ۱۲۳)

4: حافظ ابن حبان نے مندرجہ ذیل توثیق و توصیف کی ہے۔

(ا) من الفقہاء المتقن. (مشاہیر علماء الامصار رقم: ۱۳۵۶)

(ب) وکان شیخاً متقناً. (کتاب الثقات ۶۳۵/۷)

5: محدث ابن الصباح الجرجانی نے کہا: کان ابو یوسف رجلاً صالحاً (کتاب الثقات ۶۳۷) ترجمہ: پس ابو یوسف نیک انسان تھے۔

6: محدث ابن بکیر الناقد نے کہا: صاحب سنة. ترجمہ: سنت کے پابند تھے۔

(الکامل ابن عدی ۴۶۶/۸، تاریخ بغداد ۱۲/۲۳۳)

7: امام ابن عدی نے کہا: واذا روی عنہ ثقہ و یروی ہو عن ثقہ فلا بأس بہ و

بروایتہ (الکامل ابن عدی ۴۶۸/۸) ترجمہ: اور جب ان سے ثقہ (محدثین) روایت کرتے ہیں اور

وہ ثقہ (محدثین) سے روایت لیتے ہیں تو ان میں اور ان کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں۔

8: احمد بن کامل قاضی نے کہا: ولم یختلف یحییٰ بن معین و احمد بن حنبل

و علی المدینی فی النقل. (اخبار ابی حذیفہ ص ۹۰)

ترجمہ: یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل کو ان سے روایات نقل کرنے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔

جناب زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتاب مقالات ۵۳۵/۱ پر محدث احمد بن کامل کے بارے میں لکھا ہے۔ ”احمد بن کامل القاضی بذات خود ضعیف ہے، کسی قابل اعتماد محدث سے اس کی معتبر توثیق ثابت نہیں ہے۔“ اگر ان ائمہ سے جرح نقل کریں تو معتبر ہیں اور توثیق نقل کرنے میں غیر معتبر ہیں۔

عرض یہ ہے کہ اسی راوی احمد بن کامل القاضی کو خود زبیر علی زئی نے اپنی ہی کتاب مقالات جلد نمبر ۳ ص ۳۳ پر احمد بن کامل کو حسن الحدیث لکھا ہے۔ مگر زبیر علی زئی صاحب کو اپنی ہی لکھی ہوئی باتیں بھول جاتی ہیں، اور پھر اگر ائمہ احناف کے بغض اور تعصب سے فرصت ہو تو علامہ ذہبیؒ کی سیر اعلام النبلاء ۱۵/۵۴۴ کا مطالعہ کر لیجئے گا تاکہ احمد بن کامل کی توثیق و تعریف ملاحظہ کر سکیں۔

مزید یہ کہ زبیر علی زئی نے مقالات ۳/۳۷۳ پر اس قول کے راوی ابو عبید اللہ محمد بن عمران بن موسیٰ المرزبانی پر جرح نقل کی ہے۔ مگر خطیب کے استاد امام احمد بن محمد العقلمی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ تاریخ بغداد ۳/۳۵۳ جبکہ خطیب بغدادی نے تمام جروحات کو مسترد کرتے ہوئے المرزبانی کو ثقہ لکھا ہے۔ (تاریخ بغداد ۳/۳۵۳)

علامہ ذہبیؒ نے المرزبانی کی توثیق لکھتے ہوئے ”العلامة المتقن الاخباری لکھا ہے۔

سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۴۷۔

محدث ابن العماد الحنبلی نے لکھا ہے ”وكان ثقہ فی الحدیث“ (شذرات

الذہب ۳/۱۱۱) لہذا معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک ابو عبید اللہ محمد بن عمران بن موسیٰ المرزبانی حدیث میں ثقہ تھا۔ اور اس پر کسی قسم کا اعتراض باطل اور فضول ہے۔

9: طلحہ بن محمد بن جعفر نے کہا: و ابو یوسف مشہور الأمر ظاہر الفضل وهو



صاحب ابی حنیفہ و آفقہ اہل عصرہ ، ولم يتقدمه أحد في زمانه و كان  
انهاية في العلم والحكم. (تاریخ بغداد ۱۲/۲۳۵)

جناب زبیر علی زئی نے مقالات جلد ۱ ص ۵۳۶ پر طلحہ بن محمد بن جعفر کو بقول ازہری ابن ابی  
الفوارس اور حسن بن محمد الخلال کو ضعیف لکھا ہے۔

عرض یہ ہے کہ محمد بن ابی الفوارس جرح کی سند میں خطیب بغدادی کے استاد احمد

بن علی بن التتوزی ضعیف راوی ہیں حافظ ابن حجر نے انہیں لسان المیزان رقم: ۷۲۹  
میں لیس بالقوی لکھا ہے۔ الحسن بن محمد الخلال کی جرح میں طلحہ بن محمد پر معتزلی ہونے کا  
الزام ہے اور یہ بات تو زبیر علی زئی کو بھی قبول ہے کہ معتزلی ہونے سے راوی ضعیف نہیں  
ہوتا۔ اور ازہری کی جرح کا سبب صرف اور صرف معتزلی ہونا تھا مزید یہ کہ اس کا جواب  
علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال رقم: ۴۰۱۱ پر صحیح السماع کہہ کر دے دیا ہے۔ لہذا طلحہ  
بن محمد کو ضعیف کہنا مردود ہے۔

10: وکیع بن الجراح نے کہا: کیف یقدر ابو حنیفہ یخطی و معہ مثل ابی  
یوسف..... (اخبار ابی حنیفہ للصیری ص ۱۵۸)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ کیسے غلطی کر سکتے تھے جبکہ ان کے پاس ابو یوسف جیسے (جلیل القدر)  
لوگ موجود تھے۔

جناب زبیر علی زئی نے مقالات صفحہ ۵۳۷ جلد ۱ پر اس قول کے ایک راوی نجیح بن ابراہیم کو  
مجہول الحال / ضعیف لکھا اور ساتھ اس قول کی سند میں ابن کرامہ کے بارے میں کہا کہ معلوم  
نہیں یہ کون ہے؟ عرض یہ ہے کہ نجیح بن ابراہیم کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا  
ہے۔ (الثقات رقم: ۱۶۱۰۷) اور محدث الرازی نے اپنی کتاب فوائد تمام رقم

۱۲۷۰-۱۲۱۳ میں ان سے حدیث لی ہے۔ جس سے کم از کم راوی حسن درجہ کا ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ ابن حبان نے لکھا کہ ”حدثنا عنه الدغولی یغرب“ یعنی الدغولی اس سے غریب روایتیں روایت کرتے ہیں اور یہ بات تو غیر مقلد زبیر علی زئی کو بھی اچھی طرح سے معلوم ہوگی کہ غریب روایت نقل کرنے سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔ اور رہا ابن کرامہ تو جناب اس سے مراد محمد بن عثمان بن کرامہ ہی ہیں۔ علامہ ذہبی نے ابن کرامہ کو امام المحدث الثقة لکھا ہے۔ دیکھئے۔ (سیر اعلام النبلاء ۲۹۶/۱۲)

11: امام بیہقی نے کہا: و ابو یوسف ثقہ اذا کان یروی عن ثقہ .

(السنن الکبریٰ ۳۲۷/۱، معرفۃ السنن والآثار ۳۸۱/۱)

ترجمہ: ابو یوسف ثقہ ہیں جبکہ وہ تو ثقہ سے ہی روایت لیتے تھے۔

12: امام حاکم نے ان کی حدیث کو صحیح کہا۔ (المستدرک حاکم ۳۷۷/۱)

13: علامہ ذہبی نے مندرجہ ذیل توثیق و توصیف کی ہے۔

(العلاقة المحدث..... امام المجتهد (سیر اعلام النبلاء ۵۳۵/۸)

(ب) حسن الحدیث۔ (تلخیص المستدرک ۳۷۷/۱)

14: ابن ملقن نے استدراک علی تلخیص میں ان کی حدیث کی تصحیح پر سکوت کیا۔

(استدراک علی تلخیص رقم: ۱۳۹۵)

15: ابن جریر طبری نے کہا: فقیہاً عالماً حافظاً. (الاتقاء ص ۱۷۲)

جناب غیر مقلد زبیر علی زئی نے اس قول کی سند میں ابن عبدالبر کے استاد احمد بن محمد بن احمد کو غیر متعین لکھا ہے۔ عرض یہ ہے کہ اگر مسلکی تعصب اور بغض سے فرصت ملے تو آپ کو معلوم ہو کہ حافظ ابن عبدالبر کے استاد احمد بن محمد بن احمد کون ہیں۔ اس کا تعین خود حافظ ابن عبدالبر

نے متعدد مقامات پر اپنی کتاب الانشاء میں کیا ہے۔

(i) نا أبو عمر احمد بن محمد بن احمد..... الانشاء ص ۲۳

(ii) نا أبو عمر احمد بن محمد بن احمد..... الانشاء ص ۲۴

(iii) خبرنا أبو عمر احمد بن محمد بن احمد..... الانشاء ص ۹۷

(iv) خبرنا أبو عمر احمد بن محمد بن احمد..... الانشاء ص ۹۸

(v) حدیثنا أبو عمر احمد بن محمد بن احمد..... الانشاء ص ۱۱۰

مزید یہ کہ ابو عمر احمد بن محمد بن احمد بن سعید بن الحباب بن الجسور من اهل قرطبة

ثقة محدث کی توثیق اور ثقاہت کے لئے حافظ ابن بشکوال کی کتاب الصلۃ ۱/۷ کا مطالعہ

فرمائیں۔ انشاء اللہ آپ کو اس راوی کا تعین اور توثیق دونوں ملیں گی۔

16: حافظ دارقطنی نے کہا: هو أقوى من محمد بن الحسن (سولات البرقانی

۵۶۷)۔ حافظ دارقطنی نے اپنی سنن دارقطنی میں جن مقامات پر قاضی ابو یوسف سے روایت

لی ہے انہوں نے کسی بھی مقام پر قاضی ابو یوسف کو ضعیف نہیں لکھا جو اس بات کا ثبوت ہے

کہ قاضی ابو یوسف امام دارقطنی کے نزدیک ضعیف نہیں تھے۔

17: محدث خلیل نے کہا: "وهو صحيح المذهب و كان شديداً على الجهمية"

ترجمہ: وہ صاحب مذہب صحیح تھے اور جہمیہ پر شدت کرتے تھے۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء

الحدیث رقم: ۱۶۹)

18: امام طحاوی نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ ان کے اقوال اور روایات لیں اور قاضی

ابو یوسف کو رحمة اللہ علیہا لکھا۔ جس سے صاف واضح ہے کہ امام طحاوی کے نزدیک وہ ثقہ اور

صدوق ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ جناب واضح ثقہ یا صدوق کے الفاظ لکھائیں تو عرض یہ

ہے کہ ایسے سوال کرنے والا احمقوں کی دُنیا میں رہتا ہے اور اصول اسماء الرجال سے نا بلند ہے۔ کیونکہ امام طحاوی کا ان سے اقوال لے کر ان پر عمل کرنا اور اپنا مذہب بنانا ان کی ثقاہت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور پھر بھی سمجھ میں نہ آئے تو ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب توضیح الکلام کا مطالعہ کر لیں۔

19: حافظ ابن الاثیر نے کہا: کان اماماً عالماً حافظاً كبيراً القدر فقيهاً فاضلاً عظيم المحل في الحديث والفقہ. (جامع الاصول رقم: ۲۹۹۴)

ترجمہ: وہ امام، عالم، حافظ، بڑی قدر والے، فقیہ، فاضل، حدیث اور فقہ میں عظیم مرتبہ و مقام رکھنے والے تھے۔

20: حافظ ضیاء المقدسی نے قاضی ابو یوسف سے اپنی کتاب میں احتجاج کیا ہے۔

(ضیاء المختارہ حدیث نمبر: ۲۱۵۸)

21: حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانتقاء ص ۷۲، ص ۷۳ پر محدثین سے توثیق بیان کی اور خود ان کی تعریف بھی کی اور محدثین کرام کی توثیق بیان کر کے اس سے متفق بھی ہوئے۔ لہذا ان کی تعریف پر اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے۔

22: ابن قتیبہ الدینوری نے کہا: وکان صاحب الحديث حافظاً. (المعارف ۱/۴۹۹)

23: ابن تغری بردی نے کہا: برع في عدد العلوم ..... کان قاضی المشرق

والمغرب فهو قاضی القضاة علی الحقیقة (انجوم الزهرة ۲/۱۰۷)

ترجمہ: ابو یوسف بہت سے علوم میں اپنے ہم عصروں سے فوقیت رکھتے اور مشرق و مغرب کے قاضی تھے اور وہ درحقیقت قاضی القضاة (یعنی سب سے بڑے قاضی) تھے۔

علی تفضیلة و تعظیمه . ( تاریخ ابن خلکان رقم: ۸۲۳ )

32: محدث ابن ترکمانی نے امام بیہقی کی قاضی ابو یوسف کو ثقہ کہنے پر کوئی گرفت نہیں کی لہذا معلوم ہوا کہ ابن ترکمانی کے نزدیک قاضی ابو یوسف ثقہ اور صدوق ہیں۔ (الجواہر النقی ۱/۱۱۷۷)

33: محدث ابن نجار نے قاضی ابو یوسف پر جرح نقل کر کے ان کا رد اور جواب لکھا ہے۔ دیکھئے المستفاد ۱/۱۸۶ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ محدث ابن نجار کے نزدیک قاضی ابو یوسف پر جرح مردود ہے اور جبکہ توثیق راجح ہے۔

34: ثقہ محدث قاسم بن قطلوبغا نے کہا: ونشرها و ثبت علم ابی حنیفة فی أقطار الأرض . (تاج التراجم ۱۱/۲۷)

ثقہ محدث قاسم بن قطلوبغا نے محدثین کرام سے قاضی ابو یوسف کی ثقاہت نقل کی اور ان کی ثقاہت پر اعتماد کیا۔

35: ابراہیم الحرثی نے کہا: وکان من عقلاء الناس جمہور کی توثیق کی مطابقت میں یہ توثیق ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۲۵۳)

36: ابن سعد نے کہا: وکان يعرف بالحفظ للحديث . (طبقات ابن سعد ۷/۳۳۰)

37: ابن جوزی نے قاضی ابو یوسف کو ۱۰۰ حفاظ حدیث میں لکھا ہے۔ (اخبار الحفاظ قلمی مخطوط)

38: حافظ ابن شاہین ۲۸۵ھ نے کہا: ثقہ (تاریخ أَسْمَاء الثَّقَاتِ رقم: ۱۵۵۶:۱۵۵۶)

39: ابن عدیم نے کہا: وکان حافظاً للحديث . (الفہرست ابن ندیم ۱/۲۸۶)

40: حلال الرائی نے کہا: کان ابو یوسف یحفظ التفسیر والمغازی وایام

العرب وکان اقل علومہ الفقه . (اخبار ابی حنیفة ص ۹۷)

غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات جلد ۳ ص ۳۷۰ پر حلال الرائی کو البحر و صین لابن حبان

۸۸/۳ اور لسان المیزان ۲۰۳/۶ کے حوالے سے ضعیف لکھا جبکہ اس قول کی سند میں ایک راوی بکر بن محمد کی توثیق بھی طلب کی ہے۔

عرض اس بابت ہے کہ غیر مقلد نے عوام الناس کو دھوکا دیتے ہوئے ابن حبان کی جرح تو نقل کی مگر شاید یہ بھول گیا کہ آپ کی جماعت کے علماء کرام نے ابن حبان کو متشدد اور متعنت لکھا ہے۔ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں۔ ”امام ابن حبان کا مذکورہ قول قابل جرح نہیں ہے کیونکہ وہ متعنت (متشدد) ہیں۔“ (ابکار المہین ص ۲۳۶)

محمد گوندلوی لکھتے ہیں۔ ”وہ (ابن حبان) متشدد ہیں“ (خیر الکلام ص ۱۷۳)۔ ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں۔ امام ابن حبان جرح میں متشدد ہیں (توضیح الکلام ۴۷۴)۔ نذیر احمد رحمانی نے بھی اپنی کتاب انوار المصانح ص ۱۱۴ پر ابن حبان کو متشدد قرار دیا ہے۔ لہذا یہ بات تو غیر مقلدین کے ہاں بھی مسلمہ ہے کہ متشددین کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ اور مزید یہ کہ اس جرح کو نقل کرنے کے بعد محدث علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔ ”قلت هذا تحامل من ابن حبان وکان هلال اجل من أن يضعف وقال ابن جوزی کان هلال الراي فقهيأ كئيراً“ (مغانی الاخیار: ۲۵۸۸)

معلوم ہوا کہ علامہ عینی کے نزدیک جرح مردود جبکہ توثیق راجح ہے۔ مزید یہ کہ بکر بن محمد العمی کی توثیق بھی غیر مقلد زبیر علی زئی کو معلوم نہ ہو سکی۔

جناب ذرا طبقات السنیہ رقم: ۵۷۴ کا حوالہ بھی دیکھ لیتے۔ امام تقی الغزالی لکھتے ہیں۔ ”وکان من اعیان الأئمة علماء و عملاً“۔ لہذا معلوم ہوا کہ بکر بن محمد العمی بھی ثقہ اور معروف راوی ہیں۔ لہذا اس قول پر کسی قسم کا اعتراض بھی باطل اور مردود ہے۔

41: امام ابوعلی الحسن الطوسیؒ ۳۱۲ھ نے قاضی ابو یوسف کی ایک حدیث کے بارے میں حسن صحیح کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ (مختصر الاحکام للطوسی ۲/۳۴۱)

42: امام زیلعیؒ نے امام بیہقیؒ کا قاضی ابو یوسفؒ کو ثقہ کہنا نقل کیا اور اس پر اعتماد بھی کیا۔ (نصب الراية ۱/۲۰۳)

43: احمد شاہ نے کہا: فان ابا يوسف من ثقات ائمة المسلمين. (حاشیہ کتاب الخراج یحییٰ بن آدم ص ۸۲) ترجمہ: بے شک ابو یوسف ثقہ ائمہ مسلمین میں سے ہیں۔

44: عبدالحی لکنوی نے کہا: کان صاحب حدیث حافظاً. (الفوائد البھیہ ص ۲۲۵)

45: مشہور سلفی عالم جمال الدین قاسمی نے کہا: ولعمری لم ینصفوہما ، وہما

البحران الزاخران. (الجرح وتعدیل ص ۲۴)

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ حوالوں کے مقابلے میں جمہور ۴۵ محدثین کرام نے قاضی ابو یوسف کی توثیق کی جبکہ ہم نے ۳ حوالے بطور الزام سلفی علماء کے بھی نقل کیے۔ تاکہ معاملہ آشکار ہو سکے۔ قارئین کرام! ان ۴۵ حوالہ جات میں ۲-۳ حوالے ایسے ہیں، جہاں پر محدثین کرام نے دیگر جمہور علماء کرام کے اقوال نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے، ایسے حوالے میں نے عالی زبیر علی زئی پر الزامی طور پر نقل کیے ہیں۔ کیونکہ عالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنی کتاب مقالات ۱۵۲/۲ تا ۱۶۰/۲ پر ایسے کئی اقوال نقل کیے ہیں جہاں پر محدثین کرام نے کسی دوسرے محدث (امام شافعیؒ) کا قول نقل کر کے سکوت کیا ہے اور جناب زبیر علی زئی نے اس پر اعتماد کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ آئندہ کوئی بھی غیر مقلد قاضی ابو یوسفؒ پر جرح کرنے سے پرہیز کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں اپنے اکابرین اور علماء کرام کی عزت و ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

## القول المؤيد في تعديل الامام محمد

امام محمد بن الحسنؒ کی شخصیت کے بارے میں تحقیقی کرنا باعث فخر ہے۔ امام محمد بن الحسن نے فقہ حنفی کے لیے جو کوششیں کیں وہ قابل تحسین اور لائق تقلید ہیں۔ کیونکہ امام محمد بن الحسن الشیبائی کا فقہ حنفی میں ایک عظیم مقام ہے، امام اعظم ابوحنیفہ کے اکثر مسائل آپ نے تدوین کیے۔ لہذا جب بھی فقہ حنفی کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی، امام اعظم ابوحنیفہ کے ساتھ ساتھ ان کے صاحبین اور جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسن الشیبائی پر بھی اعتراضات کیے گئے تاکہ لوگوں کے دلوں سے ان کا احترام نکال دیا جائے اور فقہ حنفی پر عمل کرنا لوگ ترک کر دیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اس سلسلہ میں گذشتہ چند سالوں سے عالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے جو طوفان بد تمیزی پھا کر رکھا ہے، اس سے اللہ کی پناہ۔ اتنے جلیل القدر فقیہ محدث کے بارے میں ایسی باتیں لکھنا ایک المیہ ہے۔ حیرانگی کا مقام ہے کہ علماء کرام نے زبیر علی زئی کی تصانیف کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جسکی وجہ سے اس کی کتابوں سے بہت سارے لوگوں کے گمراہ ہونے کا خدشہ ہے اور کئی لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا بھی ہوئے۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں کہ اہلسنت کے ناشرین نے بھی اس مسئلہ میں کوتاہیاں کیں ہیں۔ کیونکہ علمی اور تحقیق کتب شائع کرنے میں ناشرین حضرات حیل و حجت سے کام لیتے ہیں، مارکیٹ میں زیادہ چلنے والی کتابوں کی اشاعت میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

اور اس بھی بڑھ کر اہل سنت کے وہ لوگ جنہیں فضول کاموں میں تو بڑی دلچسپی ہے مگر جب انہیں کسی تحقیق کام شائع کرانے کا کہا جائے تو بہت سے بہانے آڑے آجاتے ہیں۔ اہل سنت کی یہ بے حسی اب کی نہیں بلکہ شروع سے چلی آرہی ہے۔ علامہ ظفر الدین بہاریؒ کی کتاب صحیح بہاری تقریباً ۳۱ سال کے بعد منظر عام پر آئی۔ صحیح بہاری چھپنے کا اگر کوئی تفصیلی



ذکر پڑھ لے تو میرے خیال میں ایک غیرت مند سنی کی آنکھوں میں آنسو آجائیں۔ اس درود کلفت کی وجہ سے حکیم الامت ولی کامل عاشق رسول حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی حنفی نور اللہ مرقدہ نے کہا تھا:-

اہل سنت بہر قوالی و عرس دیوبندی بہر تصنیفات و درس

خرچ سنی پر قبور و خانقاہ خرچ نجدی بر علوم و درس گاہ

(وہ حسرتا، واحسرتا، واحسرتا)

اور اس پر طرہ یہ کہ مقررین و واعظین نے بھولے بھالے سنیوں کو تحقیقی کتب پڑھنے کی عادت ہی نہیں ڈالی۔ میری تمام خطباء و مقررین سے یہ التجا ہے کہ پڑھنے کی عادت بھی ڈالیں اور تحقیقی کام کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اکابرین کی عزت و احترام اور انکے دفاع کرنے کا حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

## تعارف امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ فقہ حنفی کے عظیم مجتہد اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ امام محمد بن الحسن نے فقہ حنفی کو مدون کر کے دنیا میں روشناس کرایا۔ امام محمد بن الحسن الشیبانی کی پیدائش جمہور کے قول کے مطابق ۱۳۲ھ اور وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔

**اساتذہ:** آپ کے اساتذہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ، قاضی ابو یوسفؒ، امام مالکؒ، محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذہب، عبدالرحمن بن ابی زناد، خارجہ بن عبداللہ، محمد بن ہلال، عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الخیاط، داؤد بن قیس، امام سفیان بن عیینہ، زمرہ بن صالح، اسماعیل بن عبدالملک، طلحہ بن عمرو، سیف بن سلیمان، ابراہیم بن یزید اموی، عبداللہ بن عبدالرحمن الطائفی، عبدالعزیز

بن ربیع البصری، ہشام بن ابی عبداللہ، ربیع بن صبیح، سعید بن ابی عروبہ، اسماعیل بن ابراہیم، مبارک بن فضالہ، ابو حرہ واصل بن عبدالرحمن، امام اوزاعی، محمد بن راشد المکحولی، اسماعیل بن عیاش، ثور بن یزید، عبداللہ بن مبارک، شعبہ بن الحجاج، عباد بن عوام، ابومالک بن عبداللہ التیمی وغیرہ شامل ہیں۔ (بلوغ الامانی ص ۸)

**شاگرد:** آپ کے شاگردوں میں امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام اسد بن فرات، امام ابو حفص کبیر، امام خلف بن ایوب البلیخی، امام محمد بن سماعۃ، ابو عبید قاسم بن سلام، ہشام بن عبید اللہ رازی، علی بن مسلم طوسی، عمرہ بن ابی عمرو، یحییٰ بن صالح الوحاظی، معالی بن منصور رازی، علی بن معبد، ابوبکر بن ابی مقاتل، محمد بن مقاتل رازی، موسیٰ بن نصر رازی، شداد بن حکیم بلخی، حسین بن حرب رقی، ابن جبلة، ابوالعباس حمید، مصعب بن عبداللہ الزبیری، احمد بن محمد بن مہران، ابوبکر ابراہیم بن رستم، عیسیٰ بن ابان، شعیب بن سلیمان، ابوزکریا یحییٰ بن صالح وغیرہ شامل ہیں۔ (مناقب ابی حذیفہ و صاحبہ ص ۵۰، بلوغ الامانی ص ۲۲، الجوہر المفضیہ ۲/۲۳۲)

**علمی مقام:** حافظ ابن خلکان اور حافظ عبدالقادر قرظی لکھتے ہیں کہ امام محمد بن الحسن نے ابو حذیفہؓ کے علم کو دنیا میں پھیلا یا ہے۔ (وفیات الاعیان ۲/۳۲۱، الجوہر المفضیہ ۲/۲۲۲)

**تصانیف:** امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتابوں میں المبسوط، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر، الزيادات، کتاب الآثار، کتاب الحجۃ علی اہل مدینہ، المؤطاء، زیادة الزيادات، الاکتساب فی الرزق المستطاب وغیرہ شامل ہیں۔

## امام محمد بن الحسن پر اعتراضات کا تحقیق جائزہ

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی اپنے بدنام زمانہ مضمون ”تائید ربانی اور ابن فرقد شیبانی“ جو کہ مقالات ۳۲۱/۲ تا ۳۶۴/۲ تک محیط ہے جس میں درج ذیل اقوال ہیں۔ یہ اقوال اور ان کا علمی و تحقیقی جائزہ آپ کے پیش نظر ہے۔

## امام ابن معین کا ”جہمی کذاب“ کہنے کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳۲۱/۲ پر لکھتا ہے۔

”امام ابو زکریا تکھی بن معین بن عون البغدادی“ (۲۳۳) نے فرمایا: جہمی کذاب یعنی محمد بن الحسن جہمی کذاب ہے۔ (کتاب الضعفاء للعقيلي ۵۲۳ وسندہ صحیح، لسان المیزان ۱۲۲/۵۔۔۔۔۔ فالسند صحیح)

امام تکھی بن معین سے اس جرح کو عباس بن محمد البصری (۳۰۶ھ) نے بیان کیا ہے۔۔۔۔۔ ابو سعید بن یونس المصری نے کہا: ما رأیت احدا قط أثبت منه میں نے

اس سے زیادہ مثبت (ثقة) کوئی نہیں دیکھا۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۳۰)

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳۲۲/۲ پر مزید لکھتا ہے۔

عباس بن محمد البصری سے یہ جرح ابو بکر احمد بن محمد بن صدوق البغدادی نے روایت کی ہے۔۔۔۔۔ امام دارقطنی نے فرمایا: ثقہ ثقہ (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۳۸)۔۔۔ جرح مذکور

امام تکھی بن معین سے باسند ثابت ہے۔

**جواب:-** یہ جرح چند اہم وجوہات کی بنا پر قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔ دکتور عبدالمعطی امین قلجی کی تحقیق کے ساتھ کتاب الضعفاء للعقيلي ۵۲۳ میں مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔ بیروت، میں اور حمدی بن عبدالمجید سلفی کی تحقیق کے ساتھ کتاب الضعفاء للعقيلي ۳/۱۲۱ ادارا لصمبسی۔ سعودی عرب میں اس قول کی سند کچھ یوں نقل کی ہے۔ حدثنا

احمد بن محمد بن صدقة قال سمعت العباس بن محمد البصرى يقول سمعت يحيى بن معين يقول: محمد جهمى كذاب.

مگر اس سند میں یحییٰ بن معین کے شاگرد کا نام العباس بن محمد الدورى کی بجائے العباس بن محمد البصرى لکھا گیا جو کہ خطا اور سہو ہے۔ میرے پاس کتاب الضعفاء للعقلى کا جو قلمی نسخہ ہے اس کے صفحہ ۱۹۷۔ ب پر بھی العباس بن محمد الدورى ہے۔ بلکہ مختلف مخطوطات میں یہ راوی العباس بن محمد الدورى ہی ہے۔ لہذا متعین ہو گیا کہ یحییٰ بن معین کا شاگرد العباس بن محمد الدورى ہے۔ اس لیے زبیر علی زئی کا العباس بن محمد البصرى کی ثقاہت ثابت کرنا فضول ہے۔

۲۔ جب یہ متعین ہو گیا کہ یحییٰ بن معین سے یہ جرح نقل کرنے والے انکے شاگرد عباس الدورى ہیں۔ تو اسکی جانچ پڑتال کے لیے یحییٰ بن معین کے شاگرد عباس الدورى کی کتاب کا مطالعہ کیا۔ کیونکہ راویوں کا روایت کرنے میں خطا کرنا ممکن ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عباس الدورى کی کتاب تاریخ ابن معین رولیۃ الدورى رقم نمبر: ۷۰۷ پر یہ جرح محمد جهمى كذاب مذکور ہے ہی نہیں۔ بلکہ اسکے برعکس یحییٰ بن معین سے ”محمد بن الحسن الشيباني ليس بشئى“ کے الفاظ ہیں۔ معلوم ہوا کہ یحییٰ بن معین سے امام محمد بن الحسن الشيباني کے بارے میں جهمى كذاب کے الفاظ ان کی اپنی کتاب میں ثابت ہی نہیں۔ کتاب الضعفاء للعقلى میں حافظ عقلى نے امام یحییٰ بن معین سے امام محمد بن الحسن الشيباني کے بارے میں ”محمد جهمى كذاب“ والے جو الفاظ لکھے ہیں یہ خطا ہے۔

۳۔ کتاب الضعفاء للعقلى ۵۲۳ میں یہ اس جرح ”محمد جهمى كذاب“ میں صرف محمد کا نام ہے۔ اب اس جرح سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ محمد کون سا راوی ہے۔ اس محمد کا تعین

نہیں کیا گیا۔ اہم بات یہ کہ امام یحییٰ بن معین نے تاریخ ابن معین رولیۃ الدوری رقم نمبر: ۷۰۷۱ میں تو امام محمد بن الحسن الشیبانی کو صرف لیس ہشٹی لکھا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر امام یحییٰ بن معین نے کس محمد کو کذاب لکھا ہے۔ بالفرض یہ مان لیا جائے کہ امام یحییٰ بن معین نے محمد بن الحسن کو کذاب کہا ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ پھر امام یحییٰ بن معین نے کس محمد بن الحسن کو کذاب لکھا ہے۔ جب امام یحییٰ بن معین کی کتابوں کا مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن معین نے چار محمد بن الحسن راویوں کے بارے میں لکھا ہے۔

۱۔ محمد بن الحسن بن زبالة و کان کذابا تاریخ ابن معین رولیۃ الدوری رقم نمبر: ۱۰۶۰

۲۔ محمد بن الحسن الہمدانی لیس ہشٹی تاریخ ابن معین رولیۃ الدوری رقم نمبر: ۱۶۸۶

۳۔ محمد بن الحسن الشیبانی لیس ہشٹی تاریخ ابن معین رولیۃ الدوری رقم نمبر: ۱۷۷۰

۴۔ محمد بن الحسن بن ابی یزید یکذب تاریخ ابن معین رولیۃ الدوری رقم نمبر: ۱۸۰۸

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام ابن معین نے تاریخ ابن معین میں ۴ محمد بن الحسن پر کلام کیا ہے۔ ان میں سے ۲ پر (محمد بن الحسن بن زبالة، محمد بن الحسن بن ابی یزید) کذب کی جرح کی ہے، جبکہ محمد بن الحسن الشیبانی پر صرف اور صرف لیس ہشٹی کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

**اعتراض:-** اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حافظ عقیلی نے اس جرح کو محمد بن الحسن

”صاحب ابی کے عنوان کے تحت درج کیا ہے لہذا معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن معین کی جرح امام محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں ہے۔

**جواب:-** عرض ہے کہ امام یحییٰ بن معین کی جرح جھمی کذاب کو امام محمد بن الحسن الشیبانی

کے باب میں نقل کرنا حافظ عقیلی کا اپنا فہم اور تسامح ہے۔ کیونکہ امام ابن معین کی اپنی کتاب

میں امام محمد بن الحسن الشیبانی کو کسی بھی جگہ کذاب نہیں لکھا گیا۔ اگر زبیر علی زئی صاحب

ہمت ہے تو تاریخ الدوری سے امام محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں کذاب کا لفظ دکھا دیں۔ وگرنہ ایسے ہتھکنڈوں سے اجتناب کریں۔

حافظ عقیلی کے اسی تسامح کی وجہ سے بعض دیگر محدثین کرام کو بھی اشتباہ ہوا جیسے کہ حافظ دارقطنی نے سوالات برقانی رقم: ۴۶۸ پر یحییٰ بن معین سے امام محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں کذاب کا لفظ نقل کیا۔ کیونکہ یہ تسامح حافظ عقیلی سے ہوا لہذا دیگر محدثین کا حافظ عقیلی کے اتباع میں ایسا نقل کرنا بالکل محل اعتنا نہیں۔ مزید یہ کہ حافظ دارقطنی سے لے کر امام ابن معین تک سند بھی نہیں ہے۔

**اعتراض:-** یحییٰ بن معین سے کذاب کی جرح یحییٰ بن معین سے محمد بن احمد الاصفری (المجر و حین ۶۱۲/۲) محمد بن سعد العونی (تاریخ بغداد ۱۸۰/۲) الکامل ابن عدی (۲۱۸۳/۶) اور نصر بن محمد البغدادی (تاریخ بغداد ۱۳۱/۳) نے بھی نقل کی ہے۔ اور عالی غیر مقلد نے بھی کذاب کی جرح نقل کرنے میں عباس بن محمد البصری کی متابعت میں ان مندرجہ بالا راویوں کا نام لکھا ہے۔ (مقالات ۳۴۲/۲)

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ یہ سندیں بھی چند وجہ سے ناقابل قبول ہیں۔

**اول:-** یہ کہ المجر و حین ۶۱۲/۲ کی سند میں محمد بن احمد الاصفری مجھول ہے۔ لہذا سند مردود ہے۔

**دوم:-** محمد بن سعد العونی کی سند تاریخ بغداد ۱۸۰/۲، الکامل ابن عدی ۲۱۸۳/۶ میں ہے اور خود زبیر علی زئی نے محمد بن سعد العونی کو ضعیف کہا ہے۔ مزید یہ کہ اسکی سند میں محمد بن احمد بن عصام اور احمد بن علی بن عمر بن جیش کی توثیق بھی ثابت نہیں۔

**سوم:-** نصر بن محمد البغدادی تاریخ بغداد ۱۳۱/۳، کی سند میں نصر بن محمد البغدادی مجھول ہے۔ زبیر علی زئی نے تعصب احناف کی وجہ سے اسکی سند کو صحیح کہا ہے۔ حالانکہ جب یہ راوی امام اعظم ابو حنیفہ کی توثیق میں آیا تو اپنے رسالہ الحدیث نمبر: ۷۳ صفحہ ۱۲ پر لکھتا

ہے۔ ”اس روایت میں نصر بن محمد نامعلوم ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے، اگر اس سے مراد نصر بن محمد البغدادی ہو۔ (التکلیل ۱/۳۹۰ ت ۲۵۶) تو پھر تاریخ بغداد والی سند صحیح ہے۔ قارئین کرام، جب یہ ہی راوی امام محمد بن الحسن الشیبانی کی طرف منسوب جرح میں آیا تو یقین کے ساتھ اسکی سند کو صحیح کہا اور جب یہ ہی راوی امام اعظم ابو حنیفہ کی توثیق والی سند میں آیا تو اس راوی کی توثیق کو مشکوک انداز میں لکھا۔

۴۔ بالفرض اگر یہ تمام سندیں ثابت بھی ہو جائیں تو پھر بھی فوقیت اور ترجیح امام بن معین کے قدیم شاگرد عباس الدوری کو ہی ہوگی۔ اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ تاریخ الدوری: ۱۷۰ء میں امام ابن معین سے لیس بٹشی ہی ثابت ہے۔ مزید یہ کہ امام بن معین سے لیس بٹشی کی جرح امام ابو حاتم نے الجرح والتعدیل ۱/۲۲۷ پر اور ابن شاہین نے تاریخ اسماء الضعفاء رقم: ۵۳۶ پر نقل کی ہے۔ اور ہم اس جرح لیس بٹشی کا تفصیلی جائزہ پیش کریں گے۔ (انشاء اللہ)

۵۔ اگر بالفرض امام ابن معین کی کذاب والی جرح مان بھی لی جائے تو پھر بھی اس سے استدلال کئی لحاظ سے غلط ہے۔

۱۔ ایک تو یہ کہ کتاب الضعفاء <sup>للعقلمی</sup> ۵۲/۳ میں ابن معین سے ۲ باتیں منقول ہیں۔ جھمکی اور کذاب۔ جب کہ یہ بات تو ثابت ہے کہ ائمہ احناف جھمکی ہونے سے مبراء تھے اور اس بات کو غیر مقلد اکابرین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ جب ثابت ہو گیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی جھمکی ہونے سے مبراء تھے تو اس جرح کی حیثیت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب اپنی کتاب تنقیح الکلام ص ۲۳۶ پر لکھتے ہیں۔ ”کہ کذاب کا لفظ کبھی راوی کی بدعت کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ امام یحییٰ قطان نے عبد المجید بن عبد العزیز کو کذاب کہا ہے۔“ (المعرفة والتاریخ للفسوی ص ۵۲ ج ۳) لہذا اگر امام ابن معین کی جرح کو بالفرض مان بھی لیا جائے تو کذاب کہنے کا مطلب بدعت پر ہوگا، اور بدعت امام یحییٰ بن

معین کے قول میں جھمی ہونا ہے، لہذا جب امام محمد کا جھمی ہونا ہی غلط ثابت ہو گیا تو کذاب کی جرح کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی ہے۔

**ب۔** کذاب کا انطباق غلطیاں کرنے والے پر بھی ہوتا ہے، ہر جگہ کذاب بمعنی جھوٹا نہیں۔ دیکھیے علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال ۱/۲۳۷ اور ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی توضیح الکلام ص ۲۹۹۔

**پ۔** اور اگر کذب عام کا اطلاق کرنا ہے تو پھر معترض پر لازم ہے کہ وہ کذب کا سبب بیان کرے، کیونکہ جرح میں کذب کے اسباب بتانا پڑتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۹/۲۵) زبیر علی زئی صاحب کے ممدوح ارشاد الحق اثری صاحب کذب کی جرح کے بارے لکھتے ہیں۔

شیخ ابو نعیم نے علامہ ایمانی کی الروض الباسم سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ان الغظة کذاب قد يطلقها كثير من المستعنين في الجرح على من يهيم و ينخطى في حديثه (الرفع والتكميل ص ۱۶۸) کہ لفظ کذاب کا اطلاق بہت سے متشددین جرح میں راوی کے حدیث میں وہم و خطاء پر بھی کرتے ہیں۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ فاما قول الشعبي الحارث كذاباً فمحول على انه عني بالكذاب الخطاء امام شعبي كافرمان کہ حارث کذاب ہے تو یہ محمول ہے کہ انہوں نے کذب سے خطا مراد لی ہے۔ (تنقيح الكلام ص ۲۳۶) زبیر علی زئی کے ممدوح ارشاد الحق اثری صاحب جب کذاب کی جرح کو خطا پر محمول کرتے ہیں تو کیا زبیر علی زئی صاحب امام یحییٰ بن معین کی کذب کی جرح کو پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں؟

**اعتراض:-** عالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۳۳ پر لکھتا ہے۔

فرقہ جہمیہ ایک گمراہ فرقہ ہے جو اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔

**جواب:-** امام اعظم ابو حنیفہ، قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن الشیبانی جہمی اور مرجئی ہونے سے پاک اور مبراء تھے۔ ان ائمہ کرام کے اہلسنت ہونے پر تو اجماع کی حد تک



اتفاق ہے۔ لہذا ایسے اعتراضات کر کے اپنا نامہ اعمال ہی داغدار کیا ہے۔ غالباً زبیر علی زئی کی یہ جہالت ہے کہ انھیں جھمی فرقے کا معلوم ہی نہیں کہ جھمی کہتے کسے ہیں اور جھمیوں کے عقائد کیا ہیں۔ ہم پہلے جھمی فرقے کی چند عقاید پیش کرتے ہیں، تاکہ اس فرقے کے احناف سے تقابل میں آسانی ہو سکے۔

### جھمی کی تحقیق

جھمیہ فرقے کا انتساب جھم بن صفوان الراہی کے طرف ہوتا ہے۔ جھم بن صفوان علم کلام میں جعد بن درہم زندیق کا شاگرد تھا، اسلام میں خلق قرآن کا نظریہ سب سے پہلے اسی نے پیش کیا۔ ان کے چیدہ چیدہ عقائد کتاب السلل والنحل للشہرستانی ص ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱۔ جھمی رویت باری کی نفی (امتناع وانکار) کرتے ہیں۔
- ۲۔ کلام الہی (قرآن) کو مخلوق ثابت کرتے ہیں۔
- ۳۔ شارع کی جانب سے سننے اور سماعت سے پہلے ہی عقل کے رو سے معاف کو واجب ٹھہراتے ہیں اور ان عقائد میں معتزلی کا ہم خیال ہے۔
- ۴۔ جس صفت سے مخلوق کو موصوف کیا جاتا ہے اس سے خدا تعالیٰ کو متصف کرنا غلط ہے۔
- ۵۔ جھمی نے باری تعالیٰ کے لیے ایسے علوم کو ثابت کیا جو حادثہ، (فتا پزیر) ہیں مگر کسی محل میں نہیں بلکہ یہ علوم اس کی ذات میں حادث ہیں۔
- ۶۔ جھمی کہتے ہیں کہ انسان کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔
- ۷۔ جھمی کہتے ہیں کہ جنت اور دوزخ فنا ہو جائیگی۔
- ۸۔ جھمی کہتے ہیں کہ جس شخص کو معرفت خداوندی حاصل ہوگی پھر اس نے اپنی زبان سے

اس کا انکار کر دیا تو اس انکار کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوگا۔

حافظ ابن حجر جہمی فرماتے ہیں کہ بارے میں لکھتے ہیں۔ ”والجہمیۃ من ینفی صفات اللہ

تعالیٰ أثبتھا الكتاب و السنة، و یقول: ان القرآن مخلوق. (ہدی الساری ص ۲۵۹)

**ترجمہ:-** جہمی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اُن صفات کی نفی کرتا ہیں جو کتاب و سنت میں

اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور اُن کا خیال ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

**نکتہ:-** قارئین کرام ان تمام عقائد سے ائمہ احناف بری الذمہ ہیں، ان پر ایسے الزام

صرف اور صرف پروپیگنڈا ہی ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ جمیوں پر ائمہ احناف نے سختی

سے رد کیا ہے۔ تفصیل کے لیے شرح فقہ الاکبر، عقیدہ طحاویہ اور شرح عقائد کا مطالعہ کریں۔

## جہمی ہونے کے الزام کی حقیقت

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد بن الحسنؒ پر ان کے مخالفین نے جہمی ہونے کا الزام لگایا، جمیوں کا

ایک سب سے اہم عقیدہ قرآن کا مخلوق ہونا بھی تھا۔ ائمہ احناف بشمول امام محمد بن الحسن

الشیبانی نے خلق قرآن پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ اور اس پر ان کے مخالفین نے ان پر جہمی ہونے کا

الزام لگایا۔

۱۔ استاذ ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں۔ ”اس مسئلہ (خلق قرآن) پر امام ابوحنیفہؒ نے غور و خوض کرنا

مناسب نہ سمجھا مگر ان کے مخالفین برابر پروپیگنڈا کرتے رہتے تھے جب یہ پروپیگنڈے کا

سلسلہ لگاتا رہا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان افواہوں کو پھلنے پھولنے کا موقع زیادہ مل

گیا حتیٰ کہ اکثر علمائے احناف (فروعی مسائل میں مقلد، معتزلی اور مرجئی) اس کے قائل

ہو گئے، اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف مخالفین اسے منسوب کرنے لگے جس کا خمیازہ امام ابوحنیفہؒ کو

بھگتنا پڑا۔ (ابوحنیفہ ص ۳۱۲)

۲۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی لکھتے ہیں۔ ”ہوایوں کہ اکثر محدثین نے ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ معتزلیوں نے محدثین پر جو مظالم ڈھائے تھے اس کا انتقام انہوں نے ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے لیا اور نقد و جرح کے تیروں سے ان کو گھائل کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جمہور معتزلی فروعی مسائل میں فقہ حنفی کے ماننے والے تھے۔ یہ ہیں ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب پر قدیم اور جدید حملہ کے اسباب اور وجوہات۔ (حدیث رسول ﷺ کا تشریحی مقام ص ۶۳۶)

۳۔ خطیب البغدادیؒ لکھتے ہیں۔ ”وقال النخعي حدثنا محمد بن شاذان

الجوهري قال سمعت اب سليمان الجوزجاني و معلى بن منصور الرازي يقولان ما تكلم ابا حنيفة ولا ابو يوسف ولا زفر ولا محمد ولا احد اصحابهم في القرآن و انما تكلم في القرآن بشر المريسي و بن ابي داود فهو لاء شانوا اصحاب ابي حنيفة“ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۸۳)

**ترجمہ:-** قرآن پاک کے مخلوق ہونے کے بارے میں نہ تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے گفتگو کی اور نہ زفرؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ اور ان کے کسی شاگرد ہی نے، بلکہ بشر مریسی اور ابن ابی داؤد نے گفتگو کی اور انہوں نے الزام اصحاب ابی حنیفہ پر لگا دیا۔ بس قارئین اس تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمد بن الحسنؒ پر جھمی ہونے کا الزام باطل فرقے کے امام بشر مریسی اور ابن ابی داؤد نے لگایا تھا اور یہ دونوں جلیل القدر ائمہ اس الزام سے بری الذمہ ہیں۔ اور مخالفین کا ان کے خلاف صرف پروپیگنڈا ہے۔

### کیا امام محمد جھمی تھے؟

کیا امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ خلق قرآن کے قائل تھے؟ اس کے بارے میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

قال احمد بن القاسم بن عطية سمعت ابا سليمان الجوزجاني يقول سمعت محمد بن

الحسن يقول: والله لا أصلى خلف من يقول القرآن مخلوق (العلو العلى الغفار ص ۱۵۲)  
ترجمہ:- احمد بن قاسم بن عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو سلیمان جوز جانی کو یہ فرماتے ہوئے  
سنا کہ محمد بن الحسن فرما رہے تھے۔ اللہ کی قسم، میں ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا جو کہتا  
ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ اس حوالہ سے واضح ہو گیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی جھمی عقائد  
کے سخت خلاف تھے۔ اور اہل سنت و جماعت میں سے تھے۔

### ائمہ احناف (امام محمد) کا اہل سنت ہونا

۱۔ ابو منصور عبد القاہر البغدادی لکھتے ہیں:- ”تہتر و اہل فرقہ اہل سنت و الجماعت کا ہے، اس  
میں اصحاب الحدیث (محدثین کرام) اور اصحاب الرائے (فقہاء کرام) دونوں ہی شامل  
ہیں۔ ان دونوں کے فقہاء، قراء، محدثین اور متکلمین سب کے سب توحید باری، صفات  
الہی، عدل خداوندی، حکمت الہی اور اسماء و صفات خالق حقیقی کے تعلق سے ایک اور یکساں  
عقیدہ پر متفق ہیں۔ (الفرق بین الفرق ص ۶۲)

۲۔ اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ امام محمد تو اکابر ائمہ اہلسنت ہیں۔ (تحریک آزادی فکر ص ۸۶)  
۳۔ عطاء اللہ حنیف غیر مقلد امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن الشیبانی کو ائمہ سلف میں لکھا  
ہے۔ (حاشیہ حیات حضرت امام ابو حنیفہ ص ۳۲۸)

۴۔ ابن تیمیہ نے امام محمد کو ائمہ المسلمین میں شمار کیا ہے۔ (الاستقامۃ لابن تیمیہ ۱/۱۰۸)  
اس سے واضح ہو گیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی ائمہ اہل سنت سے تھے اور عالی غیر مقلد کا  
ایسی جرح کا حقائق کے بعد نقل کرنا مردود ہے۔ نیز امام یحییٰ بن معین کی جرح میں کذب کا  
سبب جھمی ہونا واضح ہے لہذا جب جرح کا سبب جھمی ہونا ہی غلط ثابت ہو گیا، تو جرح کی  
فرع کذاب خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی جب کذاب کہنے کی وجہ جھمی ہونا ہے تو جب جھمی  
ہونا ہی غلط ثابت ہو گیا تو کذاب کی جرح تو خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ذہن نشین

رہے کہ ہر جگہ کذاب کا مطلب جھوٹا ہونا نہیں ہوتا بلکہ کذاب کا لفظ غلطیاں کرنے والے پر بھی لاگو ہوتا ہے۔

## امام ابن معین کے ”لیس بشنی“ کھنڈے کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۲۳ پر لکھتا ہے۔

امام ابن معین نے مزید فرمایا: لیس بشنی محمد بن الحسن کچھ چیز نہیں ہے۔ (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۱۷۷۰، الجرح والتعدیل ۲۲۷/۷)۔۔۔ معلوم ہوا کہ عباس الدوری کی نقل کردہ یہ جرح امام یحییٰ بن معین سے باسند صحیح ثابت ہے۔

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ امام ابن معین کی یہ جرح چند وجوہات کی بنا سے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

۱۔ ابن معین کا لیس بشنی کہنا، جرح ہی نہیں ہے۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے مدوح عبدالرحمن المعلمی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ”ان ابن معین قد يطلق كلمة لیس بشنی لا يريد بها التضعيف و انما يريد قلة الحديث“ ترجمہ: بے شک امام ابن معین بسا اوقات جو لیس بشنی کا کلمہ بولتے ہیں اس سے انکی مراد راوی کا ضعف بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ راوی کم احادیث روایت کرتا ہے۔ (التکلیل ۲۱۴/۱) غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں۔ ”ابن قطان نے کہا ہے کہ امام ابن معین نے جو یہ کہا ہے: لیس بشنی (یہ راوی کچھ نہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ راوی بہت روایتیں بیان نہیں کرتا۔“ (خیر الکلام ص ۴۶)

**اعتراض:-** غالی غیر مقلد مقالات ۲/۳۲۳ پر لیس بشنی کے متعلق لکھتا ہے۔

”۔۔۔ راوی قلیل الحدیث ہے، یہاں اس جرح کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ اس راوی کی حدیثیں بہت تھوڑی ہیں۔ حافظ ابن قطان القاسی المغربی اور حافظ ابن حجر (ہدی الساری

ص ۲۲۱ ترجمہ عبدالعزیز بن الحنار) کا کلام اس پر محمول ہے۔ اب یہ راوی ثقہ ہے یا ضعیف؟ اس کے بارے میں جمہور محدثین کو ترجیح دی جائے گی۔

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ آپ اپنا اصول اپنے پاس ہی رکھیے۔ ہم آپ کے اصولوں کے پابند نہیں ہیں۔ آپ نے بڑا ہی عجیب اصول وضع کیا ہے، جسکے مردود ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کسی بھی محدث کی جب جرح ثابت ہوگی تو وہ پھر جمہور محدثین کی رائے پر پرکھا جائے گا۔ بحث اس میں ہے کہ آیا لیس ہشٹی جرح ہے کہ نہیں؟ خود معلمی اور محمد گوندلوی غیر مقلد سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ لیس ہشٹی امام ابن معین کی یہ جرح ہی نہیں بنتی، تو خواہ مخواہ اسے جمہور محدثین کی موافقت میں کیوں پیش کیا جائے۔ راوی کے ضعف کو جمہور محدثین سے ثابت کرنے کے لئے خواہ مخواہ امام ابن معین کے قول کو جرح بنانا مردود ہے۔ ابھی پہلی جرح ثابت نہیں ہوئی، جمہور کیسے ثابت ہوگا؟۔ جرح ثابت ہونے کے بعد جمہور علماء کرام کا اندازہ ہوتا ہے۔ جرح ثابت نہ ہونے پر جمہور کی بات غلط اور باطل ہے۔

**اعتراض:-** عالی غیر مقلد مقالات ۲/۳۲۴ پر لکھتا ہے۔

”عبدالحی لکھنوی وغیرہ بعض الناس کا یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ امام ابن معین کی جرح لیس ہشٹی مطلقاً اس پر محمول ہے کہ راوی کی حدیثیں بہت تھوڑی ہیں، کئی وجہ سے مردود ہیں۔۔۔ عبدالفتاح ابوعدہ الکوثری نے کتاب الرفع والتکمیل کے حاشیے (ص ۲۱۳ تا ۲۲۰) میں تیس (۳۰) مثالیں پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابن معین کا قول لیس ہشٹی (عام طور) پر راوی کی تضعیف ہوتی ہے۔“

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ ہم اس اصول کو مطلقاً نہیں پیش کرتے۔ مزید یہ کہ عبدالفتاح ابوعدہ الکوثری نے کتاب الرفع والتکمیل کے حاشیے (ص ۲۱۳ تا ۲۲۰) میں تیس (۳۰) مثالیں جو دیں ہیں ان میں اکثر میں تو خود امام ابن معین کی لیس ہشٹی کے ساتھ تضعیف کا

اطلاق کیا ہے۔ لہذا عبدالفتاح ابو غدہ کا حوالہ پیش کرنا بھی فضول ہے۔ اور زبیر علی زئی کے پیش کردہ تین حوالے (شرحیل بن سعد <sup>لخطمی</sup>، اسحاق بن ادریس البصری، حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ) میں بھی امام ابن معین نے لیس ہشٹی کے ساتھ خود کذاب یا ضعیف کی تصریح بھی کی ہے۔ لہذا امام ابن معین کا امام محمد کو صرف لیس ہشٹی کہنا جرح نہیں ہے۔ اور زبیر علی زئی کی تمام تاویلات باطل ہیں۔ کیونکہ کبھی لیس ہشٹی سے مراد قلیل الروایات ہوتا ہے اور کبھی لیس ہشٹی سے مراد ضعیف ہوتا ہے۔

۴۔ بالفرض اگر لیس ہشٹی کو جرح مان بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ جرح مبہم ہے۔ غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں۔ ”امام ابن معین کے قول لیس ہشٹی اور امام احمد بن حنبل کے قول نہ منا کیر کو جرح مفسر کہنا فن جرح و تعدیل سے ناواقفی کی بین دلیل ہے۔“ (توضیح الکلام ص ۲۵۲)

حافظ ابن حجر نے امام ابن معین کی جرح لیس ہشٹی کو جرح مبہم کہا ہے۔ (ہدی الساری ص ۵۹۵ ترجمہ عبدالمتعال ابن طالب) لہذا جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ جب تک ضعیف کہنے کی وجہ نہ بیان کی جائے جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ”جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔ جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔“

حافظ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں: ”ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح)

ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۵۹ مترجم زبیر علی زئی)

حافظ ابن صلاحؒ لکھتے ہیں:۔ ان الجرح لا يثبت الا اذا فسر سببه "جرح ثابت نہیں ہوتی، جب تک اس کے تمام اسباب بیان نہ کیے جائیں"۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱)

مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں:۔ واما الجرح فانه لا يقبل الا مفسر مبينا لسبب الجرح ..... الى قوله : لأن الناس مختلفون في أسباب الجرح فيطلق أحدهم الجرح بناء اعلى ما اعتقده جرحا ، وليس بجرح في نفس الأمر ، فلا بد من بيان سببه ليظهر أهو قاذح أم لا ؟ انتهي۔ یعنی وہ جرح احاطہ قبول میں آسکتی ہے جو مفسر ہو اور اس میں جرح کے تمام اسباب واضح ہوں، اسلئے کہ جرح کے اسباب میں لوگ مختلف ہوتے ہیں وہ اپنے اعتقاد کی بنا پر کسی کو مجروح کر دیتے ہیں۔ حالانکہ نفس الامر میں وہ جرح نہیں ہوتی اس لئے اس کے تمام اسباب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ حقیقت میں یہ (راوی) مجروح ہے یا نہیں۔ (الرفع والتكميل ص ۸۰، کتاب ہدی الساری ۱/۲-۱۷۳/۲)

۳۔ امام ابن معین کی جرح اس لیے بھی قابل قبول نہیں کیونکہ امام ابن معین متشدد تھے۔ دیکھیے توضیح الکلام ص ۱۶۸ و ۳۵۳، مقالات اثری ۲۷۰ و ۲۷۱، فتاویٰ علیہ زبیر علی زئی ار ۵۷۷، اعلان بالتوضیح ص ۱۶۸، الموقظہ ص ۸۳، ذکر من یعمد ص ۱۷۲، المتکلمون فی الرجال ص ۱۳۷۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:۔ "وابن معین، وابو حاتم، والجبوزجانی متعنتون، یعنی ابن معین، اور ابو حاتم اور جبوزجانی متعنت (متشدد) تھے۔ (ذکر من یعمد ص ۱۷۲)

اور اصول علم الرجال کے مطابق متشدد کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ حوالا جات ملاحظہ کیجیے۔

(۱) علامہ ذہبیؒ کی ذکر من یعمد قولہ فی الجرح وتعدیل ص ۱۷۲



(۲) علامہ سخاویؒ کی کتاب المتکلمون فی الرجال ص ۱۳۴

(۳) زبیر علی زئی کی مقالات ۳۱۶/۱

(۴) علامہ عبدالحی لکھنوی کی الرفع والتکمیل ص ۲۷۳، ص ۲۵۱، ص ۲۲۹

(۵) غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ ”جرح کرنے والا اگر متحت مشدد ہو تو اس کی توثیق معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں (خیر الکلام ص ۲۶)

(۶) ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ ”اور یہ طے شدہ بات ہے کہ متحت کی جرح قابل قبول نہیں۔“ (توضیح الکلام ۱/۳۱۲)

**اعتراض:-** غالی غیر مقلد شعبدہ بازی کرتے ہوئے مقالات ۳۲۶/۲ پر لکھتا ہے۔

”اگر کوئی یہ کہے کہ امام ابن معینؒ مشدد و متحت تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جرح کی جرح دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ جمہور کے خلاف ہو، ایسی جرح مردود ہوتی ہے چاہے امام ابن معین کی جرح ہو یا کسی دوسرے امام کی۔ ۲۔ جمہور کے خلاف نہ ہو۔ ایسی حالت میں جرح مقبول ہوتی ہے، چاہے مشدد و متحت کی جرح ہو معتدل و منصف کی۔ چونکہ شیبانی مذکور کے بارے میں امام ابن معین کی جرح جمہور کے خلاف نہیں بلکہ جمہور کے مطابق و موافق ہے لہذا یہاں مقبول ہے۔“

**جواب:-**

۱۔ زبیر علی زئی کا یہ جواب اتنا بھونڈا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ جناب آپ اپنے اصول سنبھال کر رکھیں کام آئیں گے۔ اگر راوی کی جرح و تعدیل کا فیصلہ صرف عددی برتری پر ہی ہوتا تو محدثین کرام مشدد اور متحت محدثین کا نام نہیں لیتے۔ اور متعین اور مشدد کی جرح ناقابل قبول کا اصول کبھی وضع نہ کر سکتے۔ ابھی امام ابن معین کی جرح ثابت نہیں ہوئی اور جمہور جمہور کا رٹ شروع کر دیا۔ جناب جمہور کی بات جرح ثابت ہونے کے بعد کی

ہے۔ اسماء الرجال میں پہلے جرح ثابت کرنی ہوتی ہے اور آخر میں تمام جرح ثابت ہونے کے بعد پھر جمہور کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔

**نکتہ:-** قارئین کرام، زبیر علی زئی کا یہ دھوکا ذہن نشین رہے کہ وہ سارے مضمون میں، جب جرح مفسر ثابت نہیں کر پاتے تو پھر کہتے ہیں کہ یہ جرح جمہور کے مطابق ہے لہذا قابل قبول ہے۔ لہذا اس دھوکے سے ہوشیار رہیے گا۔

ب۔ مزید یہ کہ ائمہ کرام پر معتدل محدث کی مبہم جرح قابل قبول نہیں ہوتی چہ جائیکہ امام ابن معین متعدد محدث کی مبہم جرح قبول کی جائے۔

## امام ابن معینؒ کا "فلا تکتب حدیثہ" کھننے کی تحقیق

**اعتراض:-** غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۲۳ پر لکھتا ہے۔

امام ابن معین نے فرمایا وہ کچھ چیز نہیں اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (الکامل ابن عدی ۶/۲۱۸۳)

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ امام ابن معین کا یہ قول الکامل ابن عدی ۶/۲۱۸۳ میں موجود نہیں

ہے۔ لہذا یہ حوالہ پیش کرنا غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کا کالا جھوٹ ہے۔ الکامل ابن عدی

۶/۲۱۸۳ پر یہ جرح امام ابن معین سے نہیں بلکہ امام احمد بن حنبل سے ہے۔ امام ابن معینؒ کی

یہ مذکورہ بالا جرح کے الفاظ تاریخ بغداد ۲/۵۷۲ پر ہیں۔

مذکورہ بالا جرح کی سند کچھ یوں ہے۔ اخبرنی احمد بن عبد اللہ الأنماطی قال

أبانا محمد بن المظفر الحافظ أنا علی بن احمد بن سلیمان المصری قال

أنا احمد بن سعید بن أبی مریم حدثهم قال و سألتہ یعنی ابن معین عن

محمد بن الحسن فقال لیس بشی فلا تکتب حدیثہ. (تاریخ بغداد ۲/۵۷۲)

۱۔ تو اس سند میں امام ابن معین کا نام کسی راوی کا اضافہ ہے کیونکہ یہ جرح اس سند علی بن احمد بن سلیمان المصری قال انا احمد بن سعید بن ابی مریم کے ساتھ الکامل ابن عدی ۱۷۳/۶ پر موجود ہے مگر جرح کرنے والے امام ابن معین نہیں بلکہ امام احمد بن حنبل ہیں۔ اور الکامل ابن عدی قدیم کتاب ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ تاریخ بغداد میں گڑبڑ ہو گئی ہے۔

اور تاریخ بغداد میں راویوں کے نام غلط ہونے کی تصریح خود زبیر نے بھی کی ہے۔ خود اسی سند کے بارے میں زبیر علی زئی لکھتا ہے۔ ”احمد بن سعد بن ابی مریم کی بجائے تاریخ بغداد میں غلطی سے احمد بن سعید بن ابی مریم چھپ گیا ہے جس کی اصلاح ہم نے کتب رجال سے کر دی ہے۔ (مقالات ۲/۳۳۵) معلوم ہوا کہ تاریخ بغداد میں رجال کے ناموں میں کافی گڑبڑ ہے۔ لہذا امام ابن معین کی طرف اس جرح کا انتساب صحیح نہیں ہے۔

۲۔ اس جرح کے دو جملے ہیں، لیس بشی، اور فلا تکتب حدیث۔ لیس بشی پر طویل گفتگو ہو چکی ہے لہذا اس مقام پر فلا تکتب کے بارے میں چند گزارشات عرض ہیں۔

اس جرح میں فلا تکتب یا لا تکتب کے الفاظ جرح مبہم ہیں۔ شیخ عبدالرحمن المعلی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ان کلمة لا تکتب حدیثہ لیست بصریحة فی الجرح یعنی لا تکتب حدیثہ کا کلمہ جرح صریح (مفسر) نہیں ہے (التکلیل ۱/۱۰۹)۔ اور محدثین کرام سے یہ بات باحوالہ ثابت کر دی گئی ہے کہ جرح مبہم قابل قبول نہیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ”جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔ جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۵۹ مترجم زبیر علی زئی)

حافظ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں: ”ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۶۰ مترجم

زبیر علی زئی (لہذا فلا تکتب حدیث کی جرح مبہم ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔

۳۔ فلا تکتب والی جرح اگر بالفرض ثابت ہو بھی ہو جائے تو پھر بھی قابل قبول نہیں ہوگی کیونکہ امام ابن معین نے امام محمد بن الحسن الشیبانی سے انکی کتاب جامع الصغیر لکھی ہے۔

خطیب البغدادی لکھتے ہیں۔ حدثنی الحسن بن محمد بن الحسن الخلال قال انبأ علی بن عمر الجریری ان ابا القاسم علی بن محمد بن کاس النخعی... وقال النخعی حدثنا عبد اللہ بن عباس الطیالسی قال نبأنا عباس الدوری قال سمعت یحییٰ بن معین یقول کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن (تاریخ البغداد ۱۷۶/۲)

**ترجمہ:** امام ابن معین نے فرمایا: میں نے ”الجامع الصغیر“ خود امام محمد بن الحسن سے لکھی۔

### سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

- |                                     |     |                         |
|-------------------------------------|-----|-------------------------|
| ۱۔ الحسن بن محمد بن الحسن الخلال    | ثقة | تاریخ بغداد ۷/۲۲۵       |
| ۲۔ علی بن عمر بن سہل الحریری        | ثقة | تاریخ بغداد ۱۲/۲۱       |
| ۳۔ القاسم علی بن محمد بن کاس النخعی | ثقة | تاریخ بغداد ۱۲/۷۰       |
| ۴۔ عبد اللہ بن عباس الطیالسی        | ثقة | تاریخ بغداد ۱۰/۳۶       |
| ۵۔ عباس بن محمد الدوری              | ثقة | الکاشف رقم: ۲۶۰۹        |
| ۶۔ یحییٰ بن معین                    | ثقة | تقریب التہذیب رقم: ۷۶۵۱ |

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

**اعتراض:** غالی غیر مقلد زبیر علی زئی شعبدہ بازی کرتے ہوئے مقالات ۲/۳۳۷ لکھتے ہیں۔

”اگر کوئی کہے کہ امام ابن معین کی جرح خود ان کی تعدیل سے معارض ہے کیونکہ انھوں نے

محمد بن الحسن الشیبائی سے اس کی کتاب الجامع الصغیر لکھی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی سے کتاب یا روایت لکھنا اور چیز ہے اور آگے وہ کتاب یا روایت کرنا اور چیز ہے۔ امام ابو حاتم نے فرمایا۔۔۔ جب تو لکھے تو ہر ایک سے لکھ اور جب روایت کرے تو تفتیش کر۔ (الجامع الاخلاق الراوی و آداب السامع ۲۲۰/۲)

آگے مزید لکھتے ہیں کہ لکھنا اور روایت کرنا اور چیز ہے۔ امام ابن معین سے الجامع الصغیر یا کسی روایت کا محمد بن الحسن مذکور سے روایت کرنا باسند صحیح و حسن ثابت نہیں ہے لہذا مطلق طور پر کتاب لکھنے کو تعدیل بنا دینا غلط ہے۔ جبکہ مقابلے میں صریح اور واضح جرح ثابت ہے۔

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کی یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ یہ اصول امام اب معینؒ پر لاگو نہیں ہو سکتا۔ اور وہ اس لیے کہ امام ابن معینؒ نے زیادہ حدیثیں لکھی مگر انھوں نے روایت بہت کم بیان کیں۔

امام ابن سعد لکھتے ہیں۔ ”وقد كان اكثر من كتاب الحديث و عرفه به، و كان لا يكاد يحدث“ (الطبقات الکبریٰ ۷/۲۵۳) یعنی کہ امام ابن معین سب سے زیادہ لکھنے والے تھے اور اس کتابت حدیث کے ساتھ مشہور تھے، لیکن ان کا احادیث بیان کرنا بہت کم تھا۔ معلوم ہوا کہ امام ابن معین احادیث بہت لکھتے تھے مگر روایات بہت کم بیان کرتے تھے۔ مزید یہ کہ امام ابن معین کا کسی راوی سے روایت لینا ہی ثقاہت کے لیے کافی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ روى عنه يحيى بن معين قلت و يكيفيه رواية ابن معين عنه (لسان الميزان ۴/۲۷۷ ترجمہ سعدان بن سعد اللیثی) یعنی کہ امام ابن معین نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ ان کے (ثقہ ہونے) کے لیے امام ابن معین کا ان سے روایت کرنا ہی کافی ہے۔ لہذا امام محمد بن الحسن کی توثیق کے لیے امام ابن معین کا روایت کرنا ہی کافی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ امام ابن معین نے امام محمد بن

الحسن الشیبائی کی کتاب الجامع الصغیر لکھ کر ان کی توثیق کی ہے۔ مزید یہ کہ امام ابن معین سے دیگر نام نہاد جرح ثابت ہی نہیں ہے اگر اس جرح کو تسلیم کر بھی لیں تو یہ جرح مبہم ہے جبکہ امام معین نے امام محمد بن الحسن سے روایت لے کر ان کی واضح توثیق کی ہے۔

قارئین! اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابن معین کا لیس ہشتی کہنا جرح نہیں کیونکہ انہوں نے خود امام محمد بن الحسن الشیبائی کی کتاب (روایات) لکھیں۔ مزید یہ بھی یاد رہے کہ جب امام ابن معین کی جرح میں اختلاف ہو جائے تو ترجیح اور فوقیت ان کے شاگرد العباس بن محمد الدوری کی روایت کو ہی ہوگی۔ امام ابن معین کا لیس ہشتی (کم روایت والا راوی) اور امام محمد بن الحسن الشیبائی سے کتاب الجامع الصغیر لکھنے والی روایات کے راوی العباس بن محمد الدوری ہی ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ اگر بالفرض امام ابن معین کی دیگر جرحیں (جو کہ مبہم ہیں) کو مان بھی لیں تو پھر بھی ترجیح العباس بن محمد الدوری کی روایت کو ہوگی۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء میں اگر امام ابن معین نے جرح کی بھی ہو تو بعد میں انہوں نے اس رجوع کر لیا تھا۔

### امام ابن معین کا اعتراف حق

امام ابن معین نے محدثین کی جرحات کی اصلیت کو واضح کر کے ائمہ احناف کی مظلومیت کا

ثبوت فراہم کیا۔ امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔ ”حدثنا عبدالرحمن بن يحيى ثنا

احمد بن سعيد ثنا ابو سعيد بن الاعرابي، ثنا عباس بن محمد الدورى قال

سمعت يحيى بن معين يقول لأصحابنا يفرطون فى أبى حنيفة و

أصحابه“۔ (جامع بيان العلم وفضلہ ۲/۲۳۱ و سندہ صحیح)

ترجمہ:- ہمارے اصحاب (محدثین کرام) نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب (امام ابو

یوسف، امام محمد بن الحسن الشیبائی وغیرہما) کے بارے میں بڑی زیادتیاں کرتے ہیں (یعنی

بغیر کسی وجہ کے جرح اور اعتراض کرتے ہیں۔)

قارئین کرام۔ امام ابن معینؒ کی اس بات کے بعد ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے مگر پھر بھی عرض یہ ہے کہ ان کی گواہی کے بعد کم از کم امام ابن معینؒ کو امام محمد بن الحسن الشیبائی کے جارحین میں شمار کرنا ظلم عظیم ہے۔ اس تمام تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ امام محمد بن الحسن الشیبائیؒ پر امام ابن معینؒ کی جرح ثابت نہیں ہوتی بلکہ امام ابن معینؒ تو امام محمد بن الحسن کے موثقین میں سے ہیں۔

### امام احمد بن حنبلؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

عالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے امام احمد بن حنبل سے ۱۲ اقوال نقل ہیں۔ لہذا بالترتیب انکا تحقیق جائزہ ملاحظہ کریں۔

#### لیس بشنی ولا یکتب حدیثہ کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۲ پر لکھتا ہے۔ ”امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل نے محمد بن الحسن الشیبائی کے بارے میں فرمایا: لیس بشنی ولا یکتب حدیثہ“ وہ کچھ چیز نہیں اسکی حدیث نہ لکھی جائے۔ (الکامل ابن عدی ۶/۲۱۸۳)

**جواب:-** امام احمد بن حنبلؒ کے اس قول میں دو جملے لیس بشنی اور لا یکتب حدیثہ ہیں۔

اس قول میں فلا تکتب یا لا تکتب کے الفاظ جرح مبہم ہیں۔ شیخ عبدالرحمن المعلی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

”ان کلمة لا تکتب حدیثہ لیست بصریحة فی الجرح“ یعنی لا تکتب حدیثہ کا

کلمہ جرح صریح (مفسر) نہیں ہے (التکلیل ۱/۱۰۹)۔ اور محدثین کرام سے یہ بات باحوالہ

ثابت کر دی گئی ہے کہ جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی۔ عرب محقق مصطفیٰ بن اسماعیل نے بھی

لا یکتب حدیثہ کو مبہم جرح لکھا ہے۔ (شفاء العلیل ۱/۵۲۵)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ”جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔ جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۵۹ مترجم زبیر علی زئی)  
حافظ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں: ”ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۶۰ مترجم زبیر علی زئی)

لہذا افلا تکتب حدیث کی جرح مبہم ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔  
مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل نے خود امام محمدؒ سے لکھا ہے۔ خطیب البغدادی اپنی سند سے لکھتے ہیں۔

حدثنی الصوری أخبرنا عبدالغنی بن سعید أخبرنا ابو طاهر محمد بن احمد بن عبداللہ بن نصر حدثنی ابراہیم بن جابر حدثنی عبداللہ بن احمد بن حنبل قال کتبت ابی یوسف و محمد ثلاثة قماطر، قلت له، کان ینظر فیہا، قال کان ربما ینظر فیہا. (تاریخ بغداد ۱۵/۳)

**ترجمہ:** امام عبداللہ بن احمدؒ لکھتے ہیں، میرے والد (امام احمد بن حنبلؒ) نے امام ابو یوسف اور امام محمد (بن الحسن الشیبانی) سے تین قماطیر (بڑے تھیلے) علم کے لکھے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن احمد سے پوچھا کہ: کیا آپ کے والد ان کا مطالعہ بھی کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔



## سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

۱۔ محمد بن علی بن عبداللہ الصوری	صدوق	تاریخ بغداد ۳/۱۰۳
۲۔ عبدالغنی بن سعید	ثقة	سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۶۸
۳۔ محمد بن احمد بن عبداللہ	ثقة	تاریخ بغداد ۱۳/۳۱۳
۴۔ ابراہیم بن جابر بن عبدالرحمن	ثقة	تاریخ بغداد ۶/۵۲
۵۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل	ثقة فی الحدیث	سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۲۳

اس سند کے تمام راوی ثقة یا صدوق ہیں۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل نے خود امام محمد سے کثیر علم لیا اور اس کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل کے اس قول پر شیخ عبدالرحمن معلی غیر مقلد لکھتا ہے۔ ”فالظاہر انہ کتب عنہما مما یرویانہ من الآثار“ (التکلیل ۱/۱۶۵) معلی کہتے ہیں کہ اس قول سے ظاہر یہی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن دونوں کی احادیث لکھی تھیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل نے اپنے سابقہ قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہذا یکتب حدیث کا قول مرجوح اور منسوخ ہونے کی وجہ سے لائق استدلال نہیں ہے اور اس قول کو پیش کرنا باطل و مردود ہے۔

مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل کی یہ رائے اہل الرائے کے بارے میں شروع میں تھی جبکہ بعد میں امام احمد اصحاب ابی حنیفہ اور امام اعظم ابی حنیفہ کے بارے میں حسن ظن کے قائل ہو گئے تھے۔ ملاحظہ کیجئے (شرح مختصر الروضة ۳/۲۹۰)

**اعتراض:-** غالی غیر مقلد ۲/۳۲۸ پر لکھتا ہے۔ ”عرض یہ ہے کہ ابوالورد کون ہے؟ اس کا

کوئی اتنا پتا نہیں ہے، لہذا بے سند دعویٰ رجوع مردود ہے۔

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ اگر ائمہ احناف کے بغض سے وقت ملے تو کتابوں کا مطالعہ بھی کر لیجئے۔ ابوالورد رکوئی مجہول نہیں بلکہ یہ تو امام احمد بن حنبلؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ (طبقات الحنابلہ ۲/۳۵۳) اور اگر ان کا اتنا پتا معلوم کرنا ہو تو خطیب بغدادی کی کتاب تاریخ بغداد ۴/۳۳۰ کا مطالعہ کریں۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر امام احمد بن حنبلؒ نے لایکب حدیث کے الفاظ کیوں کہے تو اس کی وجہ حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانتقاء ص ۹۷ پر واضح لکھی ہے۔ کہ ”وکان أحمد بن حنبل سبی الراى فى أبى حنيفة، يذمه ولا يرضى عن شىء من مذهبه“ یعنی امام احمد بن حنبلؒ، امام اعظم ابوحنیفہ کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اور ان کے مذہب سے راضی نہ تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ، امام اعظم کے بارے میں خوش کیوں نہیں تھے؟ اس کی وجہ بھی انہوں نے خود بیان کر دی۔ امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں۔ ”اهل الراى لا يروى عنهم الحديث“ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ۲/۲۷۱) یعنی اہل الرائے سے حدیث کی روایت نہ لی جائے۔ معلوم ہوا کہ حدیث نہ لینے کی وجہ ان کا ضعیف ہونا نہیں بلکہ ان کا اہل الرائے ہونا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ امام احمد کے قول کا تعلق روایت حدیث سے نہیں بلکہ عقیدے سے ہے۔ اور عقیدے کی بنا پر کسی قول سے راوی کو ضعیف نہیں کہا جاسکتا۔ ملاحظہ کیجئے حافظ ابن حجر کی کتاب لسان المیزان ۱/۱۶۱ اس حوالے سے تو واضح ہو گیا کہ یہ اختلاف صرف مذہبی اور اعتقادی تھا۔ جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ۱/۱۶۱ میں، علامہ سبکی نے طبقات الکبریٰ ۱/۱۸۹، علامہ سخاوی نے اعلان بالتوبیح ۳۷، عبدالحی لکھنوی نے الرفع والتکمیل ص ۲۵۹ اور آپ کے سلفی عالم ارشاد الحق اثری صاحب نے توضیح الکلام ص ۲۲۸ پر اس بات کی وضاحت

کردی ہے کہ اعتقادی اور مذہبی وجہ سے جرح یا اختلاف راوی کو مجروح نہیں کر سکتا۔

### ”لا أروى عنه شيئاً“ کی تحقیق

غالی غیر مقلد مقالات ۲/۳۴۹ پر لکھتا ہے۔ ”امام احمد بن حنبل نے فرمایا ”لا أروى عنه شيئاً“ میں اس سے کوئی چیز روایت نہیں کرتا۔ (کتاب العلیل ومعرفۃ الرجال ۲/۲۵۸)

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ لا اروی (لا یروی) کو عرب محقق مصطفیٰ بن ابراہیم نے شفاء العلیل ۱/۵۲۴ پر جرح مبہم کہا ہے اور اس بات کا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جرح مبہم ناقابل قبول ہوتی ہے۔

مزید یہ کہ لا ینبغی أن یروی عنه شیئ اور لا أحدث عنه جرح مبہم اور مردود ہے۔ حافظ ابن حجر نے ہدی الساری ۲/۱۲۱ میں الجعد بن عبد الرحمن المدنی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ”وقال : لم یرو عنه مالک : وهذا تضعیف مردود“ اور کہا کہ امام مالک ان سے روایت نہیں لیتے یہ تضعیف مردود ہے۔ امام احمد بن حنبل نے ثقہ راوی معالی بن منصور سے صرف اہل الرائے ہونے کی وجہ سے نہیں لکھا۔ امام ذہبی لکھتے ہیں۔ کان احمد لا یروی عنه للرای (المغنی فی الضعفاء: ۶۳۵۹) لہذا امام احمد بن حنبل کا کسی سے روایت نہ کرنا راوی کا ضعف ثابت نہیں کرتا۔

مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل نے امام محمد بن الحسن سے دقیق مسائل بھی لکھے ہیں۔ امام صیرمی اپنی سند سے لکھتے ہیں۔ ”اخبرنا احمد بن محمد بن محمد الصیرفی قال ثنا علی بن عمرو الحریری قال ثنا علی بن محمد القاضي النخعی قال ثنا ابو بکر القاطیسی (القراطیسی) قال ثنا ابراہیم الحرابی قال سألت احمد بن حنبل قلت هذه المسائل الدقائق من أين لك قال من كتب محمد بن الحسن (أخبار ابی حنیفہ ص ۱۲۹)

**ترجمہ:-** امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ آپ باریک اور مشکل مسائل کہا سے لیتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ میں نے یہ مشکل اور دقیق مسائل امام محمد بن الحسن کی کتابوں سے لیے ہیں۔

### سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

سوالات حمزہ السہمی رقم: ۱۲۵	ثقة	۱۔ احمد بن محمد الصیرفی
تاریخ بغداد ۲۱/۱۲	ثقة	۲۔ علی بن عمر بن سہل الحریری
تاریخ بغداد ۷۰/۱۲	ثقة	۳۔ القاسم علی بن محمد بن کاس النخعی
تاریخ بغداد ۸۶/۱۳	ثقة	۴۔ ابوبکر القاسمی (القراطیسی)
طبقات الحنابلة ۲۳۲/۱	صدوق	۵۔ ابراہیم الحربی

**اعتراض:-** غالی غیر مقلد مقالات ۳۳۸/۲ پر لکھتا ہے۔

”عرض ہے کہ اس روایت کا ایک راوی ابوبکر محمد بن بشر بن موسیٰ بن مروان القراطیسی ہے جس کا ذکر تاریخ بغداد (۲/۷۷۱) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۵/۱۱۰) میں بغیر کسی جرح و تعدیل کے ہے لہذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔“

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ اس سند میں ابوبکر القراطیسی محمد بن بشر بن موسیٰ بن مروان نہیں جسکو آپ مجہول کہہ رہے ہیں۔ اس سند میں ابوبکر القراطیسی عمر بن سعد بن عبدالرحمن ہے جسکو خطیب البغدادی نے تاریخ بغداد ۸۶/۱۳ پر ثقہ کہا ہے۔

**اعتراض:-** غیر مقلد معلی لکھتے ہیں۔ ”ابراہیم غیر موثوق“ التتکیل ۱۶۶/۱ یعنی ابراہیم کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ ابراہیم الحربی کی توثیق قاضی ابویعلیٰ نے طبقات الحنابلة ۲۳۲/۱

میں، امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ: ۵۸۳ میں، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ۶/۲۸ پر کی ہے۔ لہذا ابراہیم بن اسحاق الحرابی مجہول نہیں بلکہ ثقہ راوی ہے۔

### ”یذہب مذہب جہم“ کی تحقیق

غالی غیر مقلد مقالات ۲/۳۲۹ پر لکھتا ہے۔ ”امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ کان یذہب مذہب جہم محمد بن الحسن کا مذہب جہم (ایک بہت بڑا گمراہ) کا مذہب تھا۔ (تاریخ بغداد ۲/۱۷۹)

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ امام احمد کے اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ ابتداء میں جہمی کے طرف مائل تھے اور اس قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام محمد بن الحسن جہمی ہوں۔ کیوں کہ امام محمد بن الحسن اور ائمہ احناف کی بارے میں یہ عقیدہ بد مذہب لوگوں نے گھڑا تھا۔

استاذ ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں۔ ”اس مسئلہ (خلق قرآن) پر امام ابوحنیفہؒ نے غور و غوض کرنا مناسب نہ سمجھا مگر انکے مخالفین برابر پروپیگنڈہ کرتے رہتے تھے جب یہ پروپیگنڈے کا سلسلہ لگا تا رہا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان افواہوں کو پھلنے پھولنے کا موقع زیادہ مل گیا حتیٰ کہ اکثر علمائے احناف (فروعی مسائل میں مقلد معتزلی اور مرجئی) اس کے قائل ہو گئے، اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف مخالفین اسے منسوب کرنے لگے جس کا خمیازہ امام ابوحنیفہؒ کو بھگتنا پڑا۔ (ابوحنیفہ ص ۳۱۲)

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں۔ ”وقال النخعی حدثنا محمد بن شاذان

الجوهري قال سمعت اب سليمان الجوزجاني و معلى بن منصور الرازي يقولان ما تكلم ابا حنيفة ولا ابو يوسف ولا زفر ولا محمد ولا احد اصحابهم في القرآن و انما تكلم في القرآن بشر المريسي و بن ابي داود فهو لاء شانوا اصحاب ابي حنيفة“ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۸۳)

**ترجمہ:-** قرآن پاک کے مخلوق ہونے کا بارے میں نہ تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف نے گفتگو کی اور نہ زفر، امام محمد بن الحسن الشیبانی اور ن کے کسی شاگرد ہی نے، بلکہ بشر مرسی اور ابن ابی داؤد نے گفتگو کی اور انہوں نے الزام اصحاب ابی حنیفہ پر لگا دیا۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ قال احمد بن القاسم بن عطية سمعت ابا سليمان الجوزجاني يقول سمعت محمد بن الحسن يقول: والله لا أصلي خلف من يقول القرآن مخلوق (العلو العلى الغفار ص ۱۵۲)

**ترجمہ:-** احمد بن قاسم بن عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو سلیمان جوزجانی سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ محمد بن الحسن فرما رہے تھے۔ اللہ کی قسم، میں ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا جو کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

اس حوالہ سے واضح ہو گیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ جہمی عقائد کے سخت خلاف تھے۔ اور اہل سنت و جماعت میں سے تھے۔ لہذا امام احمد بن حنبل کا یہ قول دیگر شواہد کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔ اگر بالفرض اس قول کو مان بھی لیا جائے تو پھر بھی اس قول میں امام محمد کی طرف جہم کی نسبت ابتداء میں کی تھی۔ جرح تو اس وقت ثابت ہو جب امام احمد نے جہمی ہونے کی تصریح آخری عمر تک کی ہو۔

مزید یہ کہ ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے خود امام محمد بن الحسن سے لکھا بھی ہے۔ لہذا امام احمد کی اس جرح کے مرجوح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

### ”مخالفین للأثر“ کی تحقیق

۴۔ غالی غیر مقلد مقالات ۲/۳۵۰ پر لکھتا ہے۔ ”امام احمد نے فرمایا: محمد بن الحسن فکانا مخالفین للأثر و ہاذان لہما رأی سوء .. اور محمد بن الحسن تو دونوں (حدیث و) آثار کے مخالف تھے اور ان دونوں کی رائے بُری ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/۱۷۹)

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ ینخالف فی الحدیث وغیرہ الفاظ جرح مبہم ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ ینخالف فی حدیثہ و ہذا جرح مردود ای لکنۃ مبہنما (حدیث الساری ۷۲/۲ ترجمہ یوسف بن اسحاق السبعمی) اور مبہم جرح قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانشاء ص ۹۷ پر واضح لکھا ہے۔ کہ ”وکان أحمد بن حنبل سبی الراوی فی ابی حنیفہ ، یذمہ ولا یرضی عن شیء من مذہبہ“ یعنی امام احمد بن حنبل، امام اعظم ابوحنیفہ کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اور ان کے مذہب سے خوش نہیں تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ خوش کیوں نہیں تھے؟ اس کی وجہ بھی انہوں نے خود بیان کر دی۔ امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں۔ ” اهل الراوی لا یروی عنہم الحدیث“ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ۲۷۲/۱) یعنی اہل الرائے سے حدیث کی روایت نہ کی جائے۔ معلوم ہوا کہ حدیث نہ لینے کی وجہ ان کا ضعیف ہونا نہیں بلکہ ان کا اہل الرائے ہونا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے متعدد راویوں سے صرف اہل الرائے ہونے کی وجہ سے

روایت نہیں لی اور جبکہ وہ ثقہ تھے مثلاً۔

1: محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ الانصاری (حدی الساری ۱۶۱/۲)

2: الولید بن کثیر الخزومی (حدی الساری ۱۷۰/۲)

3: معالی بن منصور (المغنی فی الضعفاء ۶۷۰/۲)

لہذا معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ کا قاضی ابو یوسف سے روایت نہ لینا صرف اور صرف مذہب ابی حنیفہ پر عمل کرنے کی وجہ سے تھا نہ کہ ان کے ضعیف ہونے کی وجہ سے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی یہ جرح روایت حدیث کے متعلق نہیں بلکہ فہم حدیث کے بارے میں ہے اور فہم حدیث کے متعلق ائمہ میں اختلاف موجود رہا ہے، مگر اس اختلاف سے راوی

ضعیف نہیں ہوتا۔

غیر مقلدین کے مسلمہ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ ”و من ظن بابی حنیفہ او

غیرہ من ائمة المسلمین انہم یعمدون مخالفة الحدیث الصیح لقیاس او

غیرہ فقد اخطاء علیہم، وتکلم اما بظن و اما بھوی۔ (مجموع الفتاویٰ ۱۹/۱۳۸)

**ترجمہ:-** جس شخص کا امام ابوحنیفہ یا ائمہ مسلمین میں سے کسی اور امام کے بارے میں یہ

گمان ہو کہ یہ حضرات کسی صحیح حدیث کی مخالفت قیاس یا کسی اور وجہ (غیر شرعی) سے کرتے

ہیں، تو وہ یقیناً خطا کار ہے اور اس کا یہ قول بدگمانی یا خواہش نفسانی کا شاخسانہ ہے۔

مزید یہ کہ قرآن و سنت کی مخالفت کے قول سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔ اس کی چند مثالیں

ملاحظہ کریں۔

۱۔ امام محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم ۲۶۸ھ جو کہ مالکی فقیہ اور امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں، انہوں

نے امام شافعی کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی ”الرد علی الشافعی فیما خالف فیہ

الکتاب و السنة“ یعنی امام شافعی پر ان مسائل میں رد کہ جن میں انہوں نے قرآن اور

سنت کی مخالفت کی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ للسیکی ۱/۲۲۳)

۲۔ امام لیث بن سعد المصری ۱۷۵ھ (جنہیں امام شافعی نے امام مالکؒ سے بھی زیادہ فقیہ

اور بڑا عالم لکھا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۴) نے امام مالک کے بارے میں لکھا۔

”احصیت علی مالک بن انس سبعین مسئلة کلها مخالفة لسنة

النبي ﷺ مما قال مالک برأیه، قال و لقد کتبت الیہ فی ذالک“۔ (جامع

البیان العلم و فضلہ ۲/۱۳۸)

**ترجمہ:-** میں نے امام مالک بن انس کے سترہ ایسے مسائل شمار کیے ہیں جو سب کے

سب نبی ﷺ کی سنت کے مخالف ہیں اور امام مالک نے ان کو محض اپنی رائے سے بیان کیا



ہے، چنانچہ میں نے اس کے متعلق ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔

جناب اگر ہمت ہے تو پھر امام مالک اور امام شافعی پر بھی اس جرح کی وجہ سے ضعف کا حکم لگا کر دکھائیں۔

## قرآن و سنت کے مخالف ہونے کے الزام کی اصل وجہ؟

امام احمد بن حنبل نے امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد بن الحسن پر قرآن و سنت کی مخالفت کا الزام انکے ضعیف ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ فہم حدیث میں اختلاف کی وجہ سے لگایا تھا۔ اس مسئلہ پر زبیر علی زئی کے مدوح معلمی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

۔۔ فلا فہام فی السنۃ تختلف، یختلف العالمان فی فہم الحدیث او فی

ترجیح احد الحدیثین علی الآخر، فیروی کل منہما ان قول صاحبه مخالف  
لسنۃ“ (التکلیل ۱/۳۸۴)

**ترجمہ:-** سنت کو سمجھنے میں اختلاف ہو جاتا ہے، اور دو اہل علم فہم حدیث یا ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دینے میں باہم مختلف ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک دوسرے کو سنت کا مخالف خیال کرتا ہے۔

قارئین کرام! معلمی غیر مقلد کے اس قول سے یہ ثابت ہو گیا کہ احادیث کی مخالفت کا مطلب فہم حدیث میں اختلاف ہے۔ لہذا زبیر علی زئی کے اس حوالے سے بھی امام محمد بن الحسن کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ امام احمد بن حنبل نے امام محمد بن الحسن سے لکھ کر انکی توثیق پر مہر ثبت کر دی ہے۔

## امام فلاس کی جرح کا تحقیق جائزہ

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲۰۳۵ پر لکھتا ہے۔

امام فلاس نے فرمایا: محمد بن الحسن صاحب الرائی ضعیف رائے والا محمد بن الحسن ضعیف

ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۸۱/۲)

**جواب:** عرض یہ ہے کہ امام فلاس کی جرح میں ضعیف کہنے کی وجہ اگر رائے

والا (صاحب الرائی) مانا جائے تو پھر تو اس جرح کا ماننا ہی غلط ہوگا، کیونکہ رائے والا تو

محدثین کے نزدیک کوئی جرح ہی نہیں ہے۔

اگر امام فلاس کے قول میں ضعیف بھی مان لیا جائے تو خالی ضعیف کہنا جرح مبہم ہے۔ محدثین

کرام اور علمائے غیر مقلدین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی۔ جب امام

فلاس نے محمد بن بشار بن دار کو ضعیف کہا تو حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ولم يذكر سبب

ذالك فما عرجو على تجربيه۔ (ہدی الساری ۱۵۹/۲) یعنی کہ امام فلاس نے جرح کا

سبب نہیں بتایا لہذا جرح کر طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔ ”جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔ جب جرح مفسر ہو

کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔“

حافظ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں:۔ ”ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح)

ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یاد دوسروں کے نزدیک یہ

جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔“ (اختصار علوم الحدیث

ص ۵۹ مترجم زبیر علی زئی)

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں:۔ ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر سببه ”جرح ثابت نہیں

ہوتی، جب تک اس کے تمام اسباب بیان نہ کیے جائیں۔“ (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱)

مولانا عبدالحی لکھتے ہیں:۔ وأما الجرح فإنه لا يقبل الا مفسر مبينا لسبب الجرح

..... السی قولہ : لأن الناس مختلفون فی أسباب الجرح فیطلق أحدهم الجرح

بناء اعلی ما اعتقده جرحا ، وليس بجرح فی نفس الأمر ، فلا بد من بیان سببه

ليظهر أهو قادح أم لا؟ انتھی۔ یعنی وہ جرح احاطہ قبول میں آسکتی ہے جو مفسر ہو اور اس میں جرح کے تمام اسباب واضح ہوں، اسلئے کہ جرح کے اسباب میں لوگ مختلف ہوتے ہیں وہ اپنے اعتقاد کی بنا پر کسی کو مجروح کر دیتے ہیں۔ حالانکہ نفس الامر میں وہ جرح نہیں ہوتی اس لئے اس کے تمام اسباب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ حقیقت میں یہ (راوی) مجروح ہے یا نہیں۔ (الرفع والتکمیل ص ۸۰، کتاب ہدی الساری ۱۷۱/۲-۱۷۳/۲)

مزید یہ کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ”تکلم فیہ الفلاس فلم یلتفت الیہ“ ہدی الساری ص ۶۲۴ یعنی اس میں امام فلاس کا کلام کرنا ناقابل التفات ہے۔ لہذا امام فلاس کی مبہم جرح امام محمد بن الحسن جیسے اکابرین امت پر قابل قبول کیسے ہو سکتی ہے؟۔

### جوزجانی کی جرح کی تحقیق

زبیر علی زئی غیر مقلد مقالات ۳۵۱/۲ پر لکھتا ہے۔

ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ اسد بن عمرو و محمد بن الحسن واللؤلؤی قد فرغ اللہ منہم۔ اسد بن عمرو و محمد بن الحسن اور (حسن بن زیاد) اللؤلؤی سے اللہ فارغ ہو چکا ہے۔ (احوال الرجال ص ۷۶-۷۷) ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ثقہ حافظ رمی بالنصب (تقریب التہذیب: ۲۷۳)۔۔۔ جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق پرناصبی وغیرہ کی جرح مردود ہوتی ہے۔۔۔ اللہ فارغ ہو چکا ہے، یہ جوزجانی کی جرح کا ایک خاص انداز ہے۔ گویا وہ سورۃ الرحمن کی آیت نمبر: ۳۱ کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد کو امام محمد بن الحسن الشیبانی کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی کلمہ چاہیے۔ چاہے اس کلمہ سے جرح ثابت ہو یا نہ ہو۔ زبیر علی زئی نے

صرف عددی تعداد کو زیادہ کرنے کی لیے اس حوالے کو نقل کیا ہے۔ حالانکہ اس قول کے اندر تو کوئی جرح ہی نہیں ہے۔ اور مزید یہ کہ زبیر علی زئی جو زجانی کا خاص انداز اپنے پاس ہی رکھیں، ہم تو اصول الحدیث اور رجال کے ماننے والے ہیں نہ کہ جو زجانی کے انداز کے۔

قارئین کرام ذرا جو زجانی کے بارے میں بھی جان لیں کہ اس کا مذہب کیا تھا؟ علامہ ذہبی نے اپنی کتاب میزان الاعتدال ۱/۶۷ میں لکھتے ہیں کہ وہ اہل دمشق کے مذہب پر تھا اور حضرت علی کے بارے میں رائے اچھی نہ تھی یعنی ناصبی تھا۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ ”والجوز جانی مشہور بالنصب والانحراف فلا یقدح فیہ قولہ۔“ (تہذیب التہذیب ۱/۱۵۸)

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب ۵/۳۶ پر مزید لکھتے ہیں۔ ”وتعصب الجوز جانی علی اصحاب علی معروف“ یعنی اصحاب علی سے جو زجانی کا تعصب معروف ہے۔

حافظ ابن حجر نے ہدی الساری ۲/۱۱۶ پر مزید لکھا ہے۔ ”الجوز جانی کان

ناصبیاً متحرفاً عن علی“ یعنی جو زجانی ناصبی تھا اور حضرت علی سے منحرف تھا۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جو زجانی ناصبی تھا اور اصحاب علی سے تعصب رکھتا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امام جو زجانی کی جرح قابل قبول ہوتی ہے کہ نہیں؟۔

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب ہدی الساری ۲/۱۶۷ میں واضح لکھا ہے۔

”ان جرحہ لایقبل فی اہل الکوفۃ لشدۃ انحرافہ ونصبہ“ یعنی جو زجانی کی

جرح اہل کوفہ سے منحرف ناصبیت کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے

اور علامہ ذہبی نے امام جو زجانی کے بارے میں لکھا۔ ”لا عبرۃ بعطہ علی الکوفین“ میزان

الاعتدال ۱/۴، اور یہ بات خود زبیر علی زئی کو بھی مسلم ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ علمیہ جلد ۱ ص)

زبیر علی زئی غیر مقلد اپنے ماہانہ رسالہ الحدیث شمارہ ۳ ص ۹ میں لکھتا ہے۔ ”ابراہیم بن

يعقوب الجوزجانی المبتدع (بدعتی)۔ زبیر علی زئی غیر مقلد القول الثمین ص ۴۳ پر لکھتا ہے ”ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی السعدی فی نفسه ثقہ و صدوق“ امام ہونے کے باوجود متعنت (متشدد) تھے اور ان پر ناہمی ہونے کا الزام تھا۔ زبیر علی زئی غیر مقلد فتویٰ علمیہ ۱/۵۷۲ پر لکھتا ہے۔ ”اور اس سلسلے میں جوزجانی (بدعتی) کا اصول صحیح نہیں۔“

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ جوزجانی متشدد تھا اور اس کی اہل کوفہ پر جرح قابل قبول نہیں ہے۔ اور یہ بات تو عیاں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن الشیبانی، اسد بن عمرو اور الحسن بن زیاد وغیرہم یہ سب کوفی ہیں۔ اور حافظ ابن حجر اور علامہ ذہبی کے اقوال کے مطابق اس کی جرح کوفیوں کے بارے میں مردود ہے۔ لہذا جوزجانی کی جرح محمد بن حسن الشیبانی پر باطل اور مردود ہے۔

مزید یہ کہ غالی غیر مقلد، جوزجانی کے جس الفاظ کو جرح کہ رہا ہے اگر بالفرض یہ الفاظ ”فرغ اللہ“ جرح کے ہوں بھی تب بھی یہ غیر مفسر اور مبہم جرح ہے۔ اور جناب ایک بار پھر ذرا جمہور محدثین کرام کا مسلک حافظ ابن صلاح کے زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ ”ان الجرح لایثبت الا اذا افسر بسبہ“ (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱) یعنی جرح ثابت نہیں ہو سکتی مگر جب اس کی مفسر وجہ بیان نہ ہو۔ جناب مزید یہ کہ جوزجانی متشدد بھی تھا۔

امام ذہبی لکھتے ہیں۔ ”وابن معین، وابوحاتم، والجوزجانی متعنتون“ یعنی ابن معین، اور ابو حاتم اور جوزجانی متعنت (متشدد) تھے۔ (ذکر من یعتمد ص ۱۷۲)

اور اصول علم الرجال کے مطابق متشدد کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل حوالا جات ملاحظہ کریں۔

(۱) علامہ ذہبی کی ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح وتعدیل ص ۱۷۲

(۲) علامہ سخاویؒ کی کتاب المتکلمون فی الرجال ص ۱۴۴

(۳) زبیر علی زئی کی مقالات ۳۱۶، فتاویٰ علمی ۵۷۷

(۴) علامہ عبدالحی لکھنوی کی الرفع والتکمیل ص ۲۷۳، ص ۲۵۱، ص ۲۲۹

(۵) غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ ”جرح کرنے والا اگر محض متشدد ہو تو اس کی توثیق معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں (خیر الکلام ص ۴۶)

(۶) ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ ”اور یہ طے شدہ بات ہے کہ محضت کی جرح قابل قبول نہیں۔“ (توضیح الکلام ۱/۳۱۲)

جناب آپ تو ایسی مبہم جرح (جو کہ محدثین کرام کے نزدیک مردود ہوتی ہیں) کے سہارے محمد بن حسن الشیبانیؒ کی ذات کو مجروح کرنے کی ناپاک جسارت کر رہے ہیں مگر یاد رکھیں آپ کے پیش کردہ تمام اعتراضات جمہور محدثین کرام کے اصولوں کے مطابق مردود ہیں۔

### امام ابو زرعه الرزئی کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے۔ ”امام ابو زرعه عبید اللہ بن عبد الکریم الرازی نے فرمایا: وکان

محمد بن الحسن جہمیاً اور محمد بن الحسن جہمی تھا۔ (کتاب الضعفاء ص ۵۷۰۔ تاریخ البغداد ۲/۱۷۹)

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ امام ابو زرعه کے قول میں جرح کا تعلق روایت حدیث سے نہیں

بلکہ عقیدے اور مسلکی تفاوت سے ہے۔ اور مسلکی تفاوت اور عقیدے پر مبنی جرح قابل

قبول نہیں ہوتی۔ اس اصول کے لیے مندرجہ ذیل حوالا جات ملاحظہ کریں۔

۱۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ کلام الاقران بعضهم فی بعض لا یعبأ به ، لا سیما

اذا لاحه لک انه لعدوانه او لمذهب او لحسد ، ما ینبحو منه الا من عصم الله

یعنی ایک دوسرے کی نسبت ہمسروں کے کلام کی پروانہ کرنی چاہیے۔ خصوصاً جب تجھ پر

ظاہر ہو جائے کہ وہ تکلم بوجہ عداوت یا مذہب یا حسد کے ہے جس سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا مگر وہ جسے اللہ بچائے۔ (میزان الاعتدال ۱۱۱/۱)

۲۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ”وَمَنْ يَنْبَغِي أَنْ يَتَوَقَّفَ قَبُولَ قَوْلِهِ فِي الْجِرْحِ

مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَنْ جَرَحَهُ عِدَاوَةٌ سَبَبًا أَوْ اخْتِلَافٌ فِي الْأَعْتِقَادِ“ یعنی جرح کرنے والا اگر عداوت، دشمنی، نفرت یا اعتقاد (مسلمکی) کے اختلاف کی وجہ سے جرح کرے گا تو ایسے محدث کی جرح مردود ہوگی۔ (لسان المیزان ۱۶/۱)

مزید یہ کہ اس قول میں چہمی ہونے کی جو بات ہے وہ بالکل غلط ہے۔ گذشتہ صفحات پر امام محمد بن الحسنؒ پر چہمی ہونے کے الزام کی تفصیل سے جواب دے دیا گیا ہے۔ مگر عالی غیر مقلد کی لیے مزید تحقیق حاضر ہے، تا کہ وہ اس جرح کے حقائق جاننے کے بعد دوبارہ پیش نہ کرے اور اس سے اعلانیہ رجوع بھی کرے۔

### جہمی کی تعریف

مناسب ہوگا کہ اس مقام پر زبیر علی زئی کے اپنی تحریر سے جہمی فرقے کی تعریف بیان کی جائے تا کہ معاملہ کو آسانی سے حل کیا جاسکے۔

عالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنے ماہانہ رسالہ الحدیث ص ۳۳ شمارہ نمبر ۲ میں امام ابن ابی حاتم کی کتاب اصل السنۃ والاعتقاد الدین امام ابو زعمہ اور امام ابو حاتم سے جو چہمی کی تعریف نقل کی ہے ملاحظہ کریں۔

وَمَنْ قَالَ لَفْظِي بِالْقُرْآنِ مَخْلُوقٌ، أَوْ الْقُرْآنُ بِلَفْظِي مَخْلُوقٌ فَهُوَ جَهْمِي  
یعنی جو شخص لفظی بالقرآن (میرے الفاظ جن سے قرآن پڑھتا ہوں) یا القرآن بلفظی (قرآن میرے الفاظ کے ساتھ) مخلوق کہے وہ چہمی ہے۔

حافظ ابن حجر جہمی فرماتے ہیں کہ بارے میں لکھتے ہیں۔ ”والجہمیۃ من ینفی صفات اللہ تعالیٰ اثبتھا الكتاب و السنة، و یقول: ان القرآن مخلوق۔ (ہدی الساری ص ۲۵۹) **ترجمہ:-** جہمی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اُن صفات کی نفی کرتے ہیں جو کتاب و سنت میں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور اُن کا خیال ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

ان حوالہ جات سے جہمی کی تعریف واضح ہو گئی کہ جو قرآن کو مخلوق کہے وہ جہمی ہے۔

### کیا امام محمد بن الحسن الشیبانی جہمی تھے؟

امام محمد بن حسن الشیبانی کا اپنے مسلک کی وضاحت ملاحظہ کریں۔

۱۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

قال احمد بن القاسم بن عطیة سمعت ابا سليمان الجوزجاني يقول سمعت محمد بن الحسن يقول: والله لا أصلي خلف من يقول القرآن مخلوق (العلو العلی الغفار ص ۱۵۲)

ترجمہ:- احمد بن قاسم بن عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو سلیمان جوزجانی کو سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ محمد بن الحسن فرما رہے تھے۔ اللہ کی قسم، میں ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا جو کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ اس حوالہ سے واضح ہو گیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی جہمی عقائد کے سخت خلاف تھے۔ اور اہل سنت و الجماعت میں سے تھے۔

۲۔ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں۔ ”وقال النخعي حدثنا محمد بن شاذان الجوهري

قال سمعت اب سليمان الجوزجاني و معلى بن منصور الرازي يقولان ما

تكلم ابا حنيفة ولا ابو يوسف ولا زفر ولا محمد ولا احد اصحابهم في

القرآن و انما تكلم في القرآن بشر المريسي و بن ابي داود فهو لاء

شانوا اصحاب ابي حنيفة“ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۸۳)

**ترجمہ:-** قرآن پاک کے مخلوق ہونے کے بارے میں نہ تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو



یوسفؑ نے گفتگو کی اور نہ زفرؑ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؑ اور ان کے کسی شاگرد ہی نے، بلکہ بشر مرسی اور ابن ابی داؤد نے گفتگو کی اور انہوں نے الزام اصحاب ابی حنیفہ پر لگا دیا۔ اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؑ اور امام محمد بن الحسنؑ پر تھمکی ہونے کا الزام باطل فرقے کے امام بشر مرسی اور ابن ابی داؤد نے لگایا تھا اور یہ دونوں جلیل القدر ائمہ اس الزام سے بری الذمہ ہیں۔ اور مخالفین کا انکے خلاف پروپیگنڈہ ہے۔

۳۔ زبیر علی زئی کے استاد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی غیر مقلد کی گواہی بھی ملاحظہ کر لیں۔ عطاء اللہ بھوجیانی صاحب لکھتے ہیں۔ ”سارے ائمہ سلف عقیدہ خلق قرآن کو گمراہی سمجھتے تھے، خود حضرت امام ابو حنیفہؑ اور ان کے دونوں قابل شاگرد (امام ابو یوسفؑ اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؑ) خلق قرآن کے عقیدے کو کفر سمجھتے تھے۔“ (سیرت حضرت امام ابو حنیفہ ص ۳۲۷، ۳۲۸ حاشیہ)

قارئین کرام، عالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے استاد عطاء اللہ بھوجیانی صاحب کی اس گواہی کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؑ پر تھمکی ہونے کا الزام غلط اور باطل ہے۔ لہذا ابوزرعہ الرازی کے اس قول کو جرح میں تحقیق کے بعد شامل کرنا غلط ہے۔

### امام نسائی کی جرح کی تحقیق

عالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۳ پر لکھتا ہے۔

”امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی نے کہا: محمد بن الحسن ضعیف اور محمد بن الحسن ضعیف ہے۔ (جزء فی آخر کتاب الضعفاء والمرتد وکین ص ۶۶۲)

جواب:- عرض یہ ہے کہ امام نسائی کی جرح چند وجوہات کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔ امام نسائی کی کتاب الضعفاء والمرتد وکین میں امام محمد بن الحسن الشیبانیؑ پر کوئی جرح موجود ہی نہیں۔ اور وہ جزء جو کتاب الضعفاء والمرتد وکین کے آخر میں لگا ہوا ہے اس کی سند کی

توثیق لازمی ہونی چاہیے۔ ورنہ امام نسائی کی جرح مشکوک ہو جاتی ہے۔ اگرچہ دیگر چند محدثین نے امام محمد کی تضعیف میں امام نسائی کا نام لیا ہے مگر پھر بھی تحقیق انتہائی ضروری ہے۔ اگر اس جرح کو بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی یہ جرح قابل قبول نہیں کیونکہ خالی ضعیف کہنا جرح مبہم ہے۔ اور جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی جسکی تصریح مندرجہ ذیل حوالوں میں ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ”جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔ جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔“

حافظ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں: ”ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح)

ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۵۹ مترجم زبیر علی زئی)

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں: ”ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر سببه“ ”جرح ثابت نہیں

ہوتی، جب تک اس کے تمام اسباب بیان نہ کیے جائیں۔“ (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱)

۳۔ مزید یہ کہ امام نسائی صحیح ہیں۔ امام نسائی کو مندرجہ ذیل لوگوں نے صحیح کہا ہے۔

حافظ ذہبیؒ میزان الاعتدال ص ۱۷۷

حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب ص ۱۲۷/۲

عبدالحی لکھنوی ارفع والتکمیل ص ۲۷۵

ارشاد الحق اثری توضیح الکلام ص ۲۱۸

گوندلوی خیر الکلام ص ۳۶

نذیر رحمانی انوار المصانح ص ۱۳۸

اور یہ اصول بتا دیا گیا ہے کہ محنت کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی، حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

علامہ ذہبیؒ ذکر من يعتمد قوله في الجرح وتعديل ص ۱۷۲

علامہ سخاویؒ کتاب المتكلمون في الرجال ص ۱۴۴

زبیر علی زئی مقالات ۳۱۶/۱

علامہ عبدالحی لکھنوی الرفع والتكميل ص ۲۷۳، ص ۲۵۱، ص ۲۲۹

غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ ”جرح کرنے والا اگر محنت متشدد ہو تو اس کی توثیق معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں (خیر الکلام ص ۲۶)

(۶) ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ ”اور یہ طے شدہ بات ہے کہ محنت کی جرح قابل قبول نہیں۔“ (توضیح الکلام ۱/۳۱۲)

ولہذا کہ امام نسائی کی جرح اول تو مبہم ہے اور مبہم جرح ناقابل قبول ہوتی ہے اور دوم یہ کہ امام نسائی محنت تھے اور اصول الرجال کے مطابق محنت کی جرح بھی مردود ہے۔

**اعتراض:-** غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۳ لکھتا ہے۔ ”اگر کوئی یہ کہے کہ امام نسائی متشدد تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض صرف اس حالت میں ہو سکتا ہے جب مقابلے میں جمہور کی توثیق ہو۔ اگر جمہور کی جرح ہو تو پھر یہ اعتراض فضول و مردود ہے۔ یاد رہے کہ شیبانی مذکور پر جمہور نے جرح کر رکھی ہے۔“

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ جناب کہ یہ اصول بالکل غلط اور مردود ہے۔ اگر بالفرض جناب کا یہ اصول مان بھی لیا جائے تو پھر بھی اس اصول میں شعبہ بازی ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض جرح کی قبولیت اور رد کا معیار صرف اور صرف جمہور ہی ہو تو پھر پہلے جمہور سے مقبول جرح ثابت کریں۔ اسکے بعد یہ مرحلہ ہوگا کہ جمہور کس طرف ہیں۔ اور جب جمہور کا فیصلہ ہو جائے تو پھر متشدد اور محنت اور کتاب الضعفاء میں خالی نام ذکر کرنے والے راوی

کو ہم جمہور کے فیصلے کے ساتھ منسلک کر دیں گے۔

معزز قارئین! زبیر علی زئی کا وطیرہ یہ ہے کہ پہلی جرح سے اس بات کی رٹ لگا دیتے ہیں کہ یہ جرح جمہور کے مطابق ہے لہذا صحیح ہے۔ حالانکہ اصول و ضوابط کے مطابق اس جرح کو مانا نہیں جاتا جو کہ مبہم ہو یا کسی تشدد اور معصیت محدث نے کی ہو۔

اس لیے جناب پہلے جرح اصول کے مطابق ثابت کریں پھر دیگر محدثین کی مبہم جرح یا تشدد اور معصیت محدث کی جرح کو جمہور کے مطابق کہیں۔ اور مضحکہ خیز بات تو یہ ہے کہ زبیر علی زئی جرحات ثابت ہونے سے پہلے ہی کہنا شروع کر دیتے ہیں جمہور کے مطابق ہے۔ لہذا اس دھوکے سے عوام الناس کو آگاہ رہنا چاہیے تاکہ کوئی شعبہہ باز انہیں گمراہ نہ کرے۔

### حافظ عقیلی کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۳ پر لکھتا ہے۔

”ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد العقیلی نے محمد بن الحسن کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور دفاع نہیں کیا۔۔۔ یہ کوئی قائدہ کلیہ نہیں کہ ہر محدث کی ہر بات ضرور بالضرور واجب القبول ہوتی ہے بلکہ اگر مقابلے میں جمہور کی توثیق ہو تو جرح مردود ہو جائے گی اور اگر مقابلے میں جمہور کی جرح ہو تو توثیق مردود ہو جائے گی۔ اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ حافظ عقیلی کے بارے میں یہ سب جانتے تھے کہ وہ تشدد تھے۔ اور احناف پر خصوصاً معصیت یعنی عیب جوئی کرتے تھے۔ (دیکھئے الرفع والتکمیل ص ۴۰۵) غیر مقلد نذیر احمد رحمانی نے اپنی کتاب انوار المصانح ص ۱۱۲ پر عقیلی کو معصیت لکھا ہے۔ اور مزید یہ کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کے مدوح شیخ عبدالرحمن المعلمی لکھتے ہیں۔ ”فقد کان فی العقیلی تشدد“ یعنی ”بلاشبہ امام عقیلی میں تشدد تھا۔ (التکمیل ۱/۴۶۵) اور تشدد کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ اس اصول کے حوالا جات گذشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ دیے گئے ہیں۔

مزید یہ کہ حافظ عقیلی نے خود کوئی جرح نہیں کی۔ اس لیے علی زئی کا اسے حافظ عقیلی کے ماتھے تھوپنا امان نہ مان میں تیرا مہمان والی مثال کے مصداق ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ہر راوی کتاب ضعفاء میں آجانے سے ضعیف نہیں ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ہدی الساری ۱۲۱/۲ ترجمہ الجعد بن عبدالرحمن المدنی) اور اس بات کا اقرار زبیر علی زئی نے اپنی ہی کتاب مقالات جلد نمبر ۲ ص ۳۵۵ پر بھی کیا ہے۔

**اعتراض:-** جناب کا کہنا کہ جمہور جسے ضعیف کہیں تو پھر کتاب ضعفاء میں آنے سے ضعیف ہی ہوتا ہے اور اگر جمہور ثقہ کہیں تو کتاب ضعفاء میں آنے کے بعد وہ پھر بھی ثقہ رہے گا۔

**جواب:-** غیر مقلد زبیر علی زئی کا یہ بات لکھنا ایک بڑی شاطرانہ چال ہے۔ کیونکہ جمہور کا اطلاق کرنا ایک مردود بات ہے۔ دراصل کسی امام فقیہ اور مجتہد کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جمہور یا عددی برتری کافی نہیں ہے۔ ائمہ کرام کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جرح مفسر کا ہونا بہت ضروری ہے اور جارح یعنی جرح کرنے والے کا عادل اور غیر متعصب، غیر محنت اور غیر تشدد ہونا بہت ضروری ہے۔ جناب پہلے اپنے پسندیدہ طریقے پر (یعنی عددی تعداد کی برتری) امام محمد بن الحسن کو ضعیف ثابت کریں تو پھر جمہور کاراگ آلاپ کرامام عقیلی کو ان کے جارحین میں شمار کیجئے گا۔ مگر جناب یاد رکھیں کہ نہ تو آپ عددی فوقیت کے طور پر امام محمد بن الحسن الشیبانی کو ضعیف ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی پوری جماعت غیر مقلدین کے پاس کوئی مفسر جرح موجود ہے۔ لہذا جناب کا حافظ عقیلی کو جارحین میں شمار کرنا غلط اور مردود ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ حافظ عقیلی نے امام محمد بن الحسن الشیبانی پر کوئی جرح خود سے نہیں کی ہے۔ جناب پہلے جرح اصول کے مطابق ثابت کریں پھر دیگر محدثین کی مسمم جرح یا تشدد اور محنت محدث کی جرح کو جمہور کے مطابق کہیں۔ اور معضکہ خیز بات تو یہ ہے کہ زبیر علی زئی جروحات ثابت ہونے سے پہلے ہی کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ جمہور کے مطابق ہے۔ لہذا اس

دھوکے سے عوام الناس کو آگاہ رہنا چاہیے تاکہ کوئی شعبہہ باز انہیں گمراہ نہ کرے۔

## امام ابن حبان کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۴ پر لکھتا ہے۔

”اور وہ (محمد بن الحسن الشیبانی) مرجئی تھا، اس (ارجاء) کی طرف دعوت دیتا تھا۔ وہ عقل مند تھا (لیکن) حدیث میں وہ کوئی چیز نہیں ہے، وہ ثقہ راویوں سے روایتیں بیان کرتا تھا اور ان میں اسے وہم ہو جاتا تھا، جب ایسی حرکتیں اس سے بہت زیادہ صادر ہوئیں تو وہ کثرت سے غلطیاں کرنے کی وجہ سے متروک قرار دیے جانے کا مستحق بن گیا، کیونکہ وہ ان (مرجئوں) کے مذہب کی طرف دعوت دینے والا تھا“۔ (کتاب الحجر و صین ۲/۲۷۵)

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ امام ابن حبان کی جرح کئی وجوہات کی بنا پر قابل قبول نہیں ہے۔  
۱۔ امام محمد بن الحسن کا مرجئی ہونا غلط ہے۔ امام محمد بن الحسن اور اصحاب ابی حنیفہ کا مرجیہ سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ان کے عقائد مرجیوں والے تھے۔

**امام محمد بن الحسن پر مرجئی کے الزام کا پس منظر؟**  
تحقیق کے میدان میں ایسے اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ باتیں غیر مقلدین حضرات کو بھی معلوم ہے کہ امام محمد بن الحسن اور اصحاب ابی حنیفہ مرجئی ہونے سے پاک ہیں اور احناف اہل سنت میں سے ہیں۔ براہو اس تعصب کا کہ حقیقت حال جاننے کی بعد بھی ایسے اعتراضات نقل کیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی زبیر علی زئی سے قسم لے کر پوچھے کہ کیا امام محمد بن الحسن اور اصحاب ابی حنیفہ مرجئی تھے تو ان کا جواب بھی ہوگا کہ نہیں۔ غیر مقلدین کے مسلمہ ابن تیمیہ نے خود احناف کو من اهل سبہ لکھا ہے۔

**ا۔ مؤرخ شہرستانی** ایسے الزامات پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں۔  
یہ بات تعجب خیز ہے کہ غسان (امام) ابوحنیفہؒ سے اپنے مذہب جیسی روایات نقل کرتا ہے اور انہیں المرجحہ میں شمار کرتا ہے۔ (امام ابوحنیفہؒ پر) جھوٹا الزام لگایا ہے۔ میری حیات کی قسم امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو مرجحہ السنۃ کہا جاتا ہے اور انہیں بہت سے اصحاب المقالات (عقائد پر لکھنے والوں) نے مرجحہ میں محسوب کیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے ان کا قول ہے کہ ”ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور وہ نہ تو بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے۔“ اس سے ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ وہ ایمان سے عمل کو موخر کرتے تھے۔ مگر وہ عمل میں شدید انہماک (مصروف) کے باوجود ترک عمل کا فتویٰ کیسے دے سکتے ہیں؟ (امام ابوحنیفہؒ کو مرجحہ کہنے کا) ایک دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ القدریہ والمعتزلہ کی جو اسلام کے ابتدائی زمانے میں ظاہر ہوئے، مخالفت کرتے تھے۔ اور معتزلہ ان تمام لوگوں کو جو قدر یعنی تقدیر کے مسئلہ میں ان کے مخالف تھے، المرجحہ کہتے تھے۔ یہی حال الخوارج میں سے الوعید کا تھا (کہ وہ بھی اپنے مخالفین کو المرجحہ کہتے تھے) اس لیے بعید از قیاس نہیں ہے کہ المرجحہ کا لقب امام ابوحنیفہؒ کو المعتزلہ اور خوارج کی طرف سے ملا ہو۔ (کتاب الملل والنحل للشہرستانی ص ۲۱۰)

**ب۔ امام ابو منصور عبدالقاهر البغدادی** نقاب کشائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”المرجحہ کے فرقہ الغسانیہ نے یہ کہا کہ ایمان بڑھتا ہے مگر کم نہیں ہوتا (یعنی عمل بے ایمان بڑھتا ہے مگر ترک عمل سے کم نہیں ہوتا)۔ اس نے یہ کہہ کر ایونسیہ (فرقہ) سے علیحدگی اختیار کر لی کہ ایمان کی ہر خصلت، بعض ایمان ہے۔ غسان نے اپنی کتاب میں لکھا کہ اس کا یہ قول امام ابوحنیفہؒ کے قول کے عین مطابق ہے۔ غسان نے یہ کہہ کر امام ابوحنیفہؒ پر غلط الزام عائد کیا ہے۔“ (الفرق بین الفرق ص ۳۰۱)

**ج۔ حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔** ”امام ابوحنیفہ پر یہ الزام بھی ہے

کہ مذہب مرجہ کے قائل تھے، لیکن اکثر اہل علم پر اس قسم کے تہمتیں تھوپ دی گئی ہیں۔ فرق دوسروں اور امام ابوحنیفہ میں یہ یہ کہ دوسروں پر جو الزامات لگائے گئے اسے اہتمام سے جمع نہیں کیے گئے۔ مگر امام ابوحنیفہ پر الزامات کو چن چن کر جمع کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بلند مرتبہ رکھتے تھے اور منصب امامت پر فائز تھے۔ (جامع البیان العلم وفضلہ ص ۲۳۹)

**کیا امام محمد بن الحسن الشیبانی مرجئی تھے؟**

ہم بڑی تفصیل سے اس بات کا جائزہ پیش کر چکے ہیں کہ امام اعظم اور ان کے اصحاب پر جھمی ہونے کا الزام لگایا جوہ کہ بالکل جھوٹ پر مبنی ہے۔

امام ابو منصور عبد القاہر البغدادی ۳۲۹ھ لکھتے ہیں۔ ”فرقہ ناجیہ میں امام مالک، امام

شافعی، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی اور امام ثوری کے متبعین (اصحاب اور ماننے

والے)۔۔۔ اور جمہور امت کا داخل ہیں۔“ (الفرق بین الفرق ص ۶۲) اس معلوم ہوا کہ

امام اعظم اور ان کے اصحاب (امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن وغیرہما) جھمی اور مرجئی

سے مبراء تھے اور فرقہ ناجیہ میں شمار ہوتے ہیں۔

ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ”بے شک مصنفین نے امام ابوحنیفہ اور آپ کے

شاگردوں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زقر اور امام حسن بن زیاد کو رجال مرجیہ میں شمار کیا

ہے۔ جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح کی طرز زندگی پر نظر نہ رکھتے

ہوئے بعض لوگوں (غالی غیر مقلد زبیر علی زئی جیسے) نے اسے خوب اچھالا ہے۔ لیکن

حقیقت میں علماء نے اس کا جواب کئی طرق پر دیا ہے۔ بعد ازاں ابراہیم میر صاحب نے

ان ائمہ پر ارچاء کے الزام کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۷۷ تا ۹۶)



## ائمہ احناف (امام محمد) کا اہل سنت ہونا

۱۔ ابو منصور عبد القاہر البغدادی لکھتے ہیں: ”تہتر و اں فرقہ اہل سنت و الجماعت کا ہے، اس میں اصحاب الحدیث (محدثین کرام) اور اصحاب الرائے (فقہاء کرام) دونوں ہی شامل ہیں۔ ان دونوں کے فقہاء، قراء، محدثین اور متکلمین سب کے سب توحید باری، صفات الہی، عدل خداوندی، حکمت الہی اور اسماء و صفات خالق حقیقی کے تعلق سے ایک اور یکساں عقیدہ پر متفق ہیں۔ (الفرق بین الفرق ص ۶۲)

۲۔ اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ امام محمد تو اکابر ائمہ اہلسنت ہیں۔ (تحریک آزادی فکر ص ۸۶)

۳۔ عطاء اللہ حنیف غیر مقلد امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن الشیبانی کو ائمہ سلف میں لکھا ہے۔ (حاشیہ حیات حضرت امام ابو حنیفہ ص ۳۲۸)

۴۔ ابن تیمیہ نے امام محمد کو ائمہ المسلمین میں لکھا ہے۔ (الاستقامۃ لابن تیمیہ ۱۰۸/۱)

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کی امام محمد بن الحسن الشیبانی ائمہ اہل سنت سے تھے۔

۲۔ امام ابن حبان نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کو عقل مند مانا ہے، اور یہ کہنا کہ علم حدیث میں کچھ بھی نہیں تھے تو اس بات کی کوئی دلیل نہیں دی ہے۔ لہذا بغیر دلیل کے یہ بات ماننا مشکل ہے۔ امام یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل جیسے لوگوں نے ان کی احادیث روایت کیں ہیں۔

۳۔ امام ابن حبان کا امام محمد بن الحسن کو کثیر الخطاء لکھ کر ان کو متروک لکھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ابن حبان نے تقریباً ۱۳۱ راویوں کو کثیر الخطاء لکھ کر انکو اپنی کتاب الثقات میں بھی درج کیا ہے۔ تو امام محمد بن الحسن کو متروک کیوں کہا جائے۔ اگر بالفرض آپ کو کثیر الخطاء مان بھی لیا جائے تو یہ بھی یاد رہے کہ حافظ ذہبی نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کو کثیر السماع محدث اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ ص ۵۰ پر لکھا ہے۔ اسی طرح ابن العماد الحسلبی نے بھی شذرات الذہب ص ۲۰۴ پر سماع کثیر لکھا ہے۔ جس کے بعد ایسی

جروحات کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

مزید یہ کہ غالی غیر مقلد نے ابن حبان کی جرح میں ترجمہ کرتے ہوئے ”استحق تو کہ“ (کتاب الحجر و صین ۲/۶۲۷) کا ترجمہ ”متروک قرار دیے جانے کا مستحق بن گیا“ کیا ہے۔ جو غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کی جہالت اور کالا جھوٹ ہے۔ کیونکہ اصطلاح اصول حدیث میں متروک مہتمم بالکذب راوی کو کہتے ہیں۔ (شرح قصب السكر ص ۷۳، المنخ فی علم المصطلح ص ۳۳)

ڈاکٹر محمود طحان لکھتے ہیں۔ ”جب راوی میں طعن کا سبب جھوٹ کی تہمت ہو جو دوسرا سبب ہے تو اس کی حدیث متروک کہلاتی ہے“۔ (تیسیر مصطلح الحدیث ص ۸۹)

خیال رہے کہ کذب ہر جگہ جھوٹ پر نہیں بلکہ خطا پر بھی بولا جاتا ہے۔ متروک وہ ہوتا ہے جس پر جھوٹ بولنے کا الزام ہونہ کہ خطا کرنے کا۔ خطا کرنے والے کو متروک نہیں کہتے۔

لہذا معلوم ہوا کہ ابن حبان کے قول میں متروک نہیں ہے (یعنی کہ مہتمم بالکذب) بلکہ ترک کر دینا یعنی چھوڑ دینا ہے۔

امام ابن حبان کو مندرجہ ذیل حوالوں میں تشدد کہا گیا ہے۔

- ۱۔ حافظ ابن حجر ہدی الساری ۲/۱۶۶
- ۲۔ غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب توضیح الکلام ص ۳۴۳
- ۳۔ غیر مقلد گوندلوی صاحب خیر الکلام ص ۱۷۳
- ۴۔ عبدالحی لکھنوی الرفع والتکمیل ص ۲۷۵
- ۵۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال ۱/۲۴۱

غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ ”جرح کرنے والا اگر معتد تشدد ہو تو اس کی توثیق معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں (خیر الکلام ص ۲۶۶)

ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ ”اور یہ طے شدہ بات ہے کہ معصمت کی جرح قابل قبول نہیں“۔  
 (توضیح الکلام ۱/۳۱۲)

امام دارقطنی نے اپنی کتاب میں امام ابن حبان کے ”استحق ترکہ“ کر دینے کی جرح کا جواب دیا ہے۔ امام دارقطنی لکھتے ہیں۔ ”و عندی لا يستحق الترك“ یعنی کہ میرے (امام دارقطنی کے نزدیک) امام محمد بن الحسن الشیبانی ترک کر دینے کے مستحق نہیں ہیں۔ (ان کو چھوڑا نہ جائے)

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ امام ابن حبان کی جرح کسی بھی صورت میں اصول الرجال کی روشنی میں قابل قبول نہیں ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح کے قول سے امام محمد بن الحسن الشیبانی کو ضعیف قرار دینے والے احمق ہیں۔

### امام ابن عدی کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۴ پر لکھتا ہے۔

”محمد بن الحسن اہل حدیث میں سے نہیں۔۔۔ اس کی حدیث کے ساتھ مشغول ہونا ایسا کام ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ محمد بن الحسن اور اس جیسے لوگوں کی روایتوں سے اہل حدیث بے نیاز ہے“۔ (الکامل فی الضعفاء الرجال ۶/۲۱۸۴)

**جواب:**۔ امام ابن عدی کی جرح بھی کئی وجہ سے قابل قبول نہیں۔

۱۔ امام ابن عدی کا یہ لکھنا کہ ”امام محمد بن الحسن اہل حدیث میں سے نہیں“ اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ابن عدی محدثین میں سے ہیں اور محدثین، اصحاب رائے پر محدث کا اطلاق نہیں کرتے۔ امام ابن اشیر لکھتے ہیں۔ ”والمحدثون یسمعون اصحاب القیاس اصحاب الرأی یعنون انہم یاخذون برأیہم فیما یشکل من الحدیث او ما لم یات فیہ حدیث ولا اثر“۔ (النبایۃ ۲/۱۷۹) یعنی

کہ محدثین اصحاب قیاس کو اصحاب الرائے کہتے ہیں اس سے وہ مراد یہ لیتے ہیں وہ مشکل حدیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مقام پر وہ اپنے قیاس اور رائے سے کام لیتے ہیں جس میں کوئی حدیث موجود نہیں ہوتی۔

علامہ ذہبیؒ نے امام محمد بن الحسن الشیبائیؒ کو المعین فی طبقات الحمد شین رقم:

۱۰ ص ۶۷ پر محدثین میں شمار کیا ہے۔ لہذا محدثین میں نہ ہونے والی بات کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ غیر مقلد اسماعیل سلفی نے امام محمد کہ ائمہ حدیث میں لکھا ہے۔ (تحریر آزادی فکر ص ۳۳۳) اور اسی طرح غیر مقلد عبدالسلام مبارکپوری نے امام محمد بن الحسن، قاضی ابو یوسف اور امام اعظم کو فقہائے محدثین میں لکھا ہے اور ان لوگوں کا رد لکھا ہے جو ان تینوں کو فقہائے اہل الرائے میں لکھتا ہے۔ (سیرۃ البخاری ص ۳۳۲)

۲۔ امام محمد بن الحسن الشیبائیؒ نے جلیل القدر محدثین سے احادیث کا سماع کیا جن میں امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام مالک بن انسؒ، امام ابن جریجؒ، امام اوزاعیؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، ابراہیم بن یزیدؒ، زکریا بن اسحاقؒ، عبدالعزیز بن ربیعؒ، سعید بن عروبہؒ، اسماعیل بن عیاشؒ، شعبہ بن الحجاج شامل ہیں۔

حافظ ابن ناصر الدین دمشقیؒ لکھتے ہیں۔ "و اخذ عن مالک الموطا وغیرہ من الاحادیث لفظا و عرضا" (اتحاف السالک ص ۱۷۶)

ترجمہ:- (امام محمد بن الحسنؒ) نے امام مالکؒ سے موطا اور دیگر احادیث لفظا (یعنی امام مالک سے سن کر) اور عرضا (یعنی امام مالکؒ کو سنا کر) دونوں طریق پر حاصل کیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ امام محمد بن الحسن الشیبائیؒ حدیث میں مشغول رہے ہیں۔

۳۔ امام محمد بن الحسن الشیبائیؒ کی روایات جلیل القدر امام شافعیؒ نے اپنی روایات میں بیان کی ہیں۔ امام محمد بن الحسن الشیبائیؒ کی کتاب الجامع الصغیر امام یحییٰ بن معینؒ نے لکھی جن

میں احادیث موجود تھیں۔ امام حمد بن حنبل نے آپ سے دقیق علم حاصل کیا۔ لہذا ابن عدی کے الزام (ان جیسے لوگوں کی روایتوں سے اہل حدیث بے نیاز ہیں) کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ ابن عدی احناف کے متعلق متشدد بھی تھے (الرفع والتکمیل ص ۳۹)۔ لہذا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابن عدی کا قول کسی طرح بھی جرح بننے کے لائق نہیں ہے کیونکہ جو باتیں انہوں نے کیں وہ حقائق کے منافی ہیں۔

### حافظ ابن شاہین کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۵ پر لکھتا ہے۔

امام ابو حفص عمر بن احمد بن شاہین البغدادی نے محمد بن الحسن کو اپنی مشہور کتاب تاریخ اسیام الضعفاء والمتر وکین (ص ۱۶۳ تا ۵۳۶) میں ذکر کیا ہے اور کوئی دفاع نہیں کیا۔ اگر ابن شاہین اور عقیلی وغیرہما اپنی کتب ضعفاء میں کسی راوی کو ذکر کریں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کتابوں میں ذکر ہر راوی ضرور بالضرور ضعیف و مجروح ہی ہوتا ہے۔ بلکہ صحیح تحقیق یہ ہے کہ جسے جمہور ثقہ کہیں وہ ثقہ ہوتا ہے اگرچہ وہ ان کتب ضعفاء میں مذکور ہو اور جسے جمہور ضعیف کہیں وہ ضعیف ہوتا ہے اگرچہ وہ بعض کتب ثقات میں مذکور ہو۔

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ حافظ ابن شاہین نے اپنی کتاب تاریخ اسیام الضعفاء والمتر وکین (ص ۱۶۳ تا ۵۳۶) میں اپنی کوئی جرح نہیں کی بلکہ امام یحییٰ بن معین کی جرح نقل کی ہے۔

مزید یہ کہ جمہور کا اطلاق کرنا ایک مردود بات ہے۔ دراصل کسی امام فقیہ اور مجتہد

کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جمہور یا عددی برتری کافی نہیں ہے۔ ائمہ کرام کو ضعیف

ثابت کرنے کے لئے جرح مفسر کا ہونا بہت ضروری ہے اور جارح یعنی جرح کرنے والے

کا عادل اور غیر متعصب، غیر متعنت اور غیر متشدد ہونا بہت ضروری ہے۔ جناب پہلے اپنے پسندیدہ طریقے پر (یعنی عدوی تعداد کی برتری پر) امام محمد بن الحسن کو ضعیف ثابت کریں تو پھر جمہور کا راگ الاپ کر حافظ ابن شاہین کو ان کے جارحین میں شمار کیجئے گا۔ مگر جناب یاد رکھیں کہ نہ تو آپ عدوی فوقیت کے طور پر امام محمد بن الحسن الشیبانی کو ضعیف ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی پوری جماعت غیر مقلدین کے پاس کوئی مفسر جرح موجود ہے۔ لہذا جناب کا حافظ ابن شاہین کو جارحین میں شمار کرنا غلط اور مردود عمل ہے۔ اور اس پر طرفہ یہ کہ حافظ ابن شاہین نے امام محمد بن الحسن الشیبانی پر کوئی جرح خود سے نہیں کی ہے۔ جب کہ زبیر علی زئی جروحات ثابت ہونے سے پہلے ہی کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ جمہور کے مطابق ہے۔ لہذا اس دھوکے سے عوام الناس کو آگاہ رہنا چاہیے۔

### امام شافعی کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد لکھتا ہے۔ ”امام شافعی نے ابن فرقد کی کتاب الرد علی اہل المدینہ کے بارے میں فرمایا: فنظرت فی اولہ ثم وضعتہ او رمیت بہ میں نے اس کے شروع میں دیکھا پھر اسے رکھ دیا یا پھینک دیا۔ (مناقب الشافعی للبتی ۱۲۱/۱)۔

امام شافعی نے ابن فرقد سے کہا: قد نظرت فی کتابک هذا فاذا بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم خطاء کلہ۔ میں نے تمہاری اس کتاب کو دیکھا ہے اس میں تو بسم اللہ الرحیم کے بعد سب غلط ہے۔ (مناقب الشافعی ۱۲۲/۱)

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد جس قول سے جرح مراد لے رہا ہے وہ تو جرح ہی نہیں بنتی۔ اور پھر تعصب کی انتہا ہے کہ امام شافعی کا پورا قول بھی نقل نہیں کیا۔ زبیر علی زئی کو معلوم تھا کہ اگر پورا قول نقل کیا تو انکی شعبدہ بازی کا پردہ فاش ہو جائے گا۔

۱۔ مناقب الشافعی للبیہقی ۱۲۱/۱ والے حوالے میں رمیت بہ کے الفاظ امام شافعیؒ کے نہیں بلکہ کسی راوی کا اضافہ ہے۔ مزید یہ سکہ غالی غیر مقلد کی شعبدہ بازی عیاں کرنے کے لیے پوری عبارت نقل کی جاتی ہے تاکہ اصل عبارت اور اس کا مطلب سامنے آجائے۔ مناقب الشافعی للبیہقی ۱۲۱/۱ کی عبارت کچھ یوں ہے۔

’قال محمد بن ادريس الشافعی و ذکر محمد بن الحسن صاحب  
الرأی فقال: قد وضعت کتابا علی اهل المدینہ تنظر فیہ، فنظرت فی اوله  
ثم وضعتہ أو رمیت بہ.

فقال: ما لک؟ فقلت: اوله خطاء. علی من وضعت هذا الكتاب؟ قال: علی  
اهل المدینة. قلت من اهل المدینة؟ قال: مالک. قلت: مالک رجل  
واحد، قد کان بالمدینة فقهاء غیر مالک: ابن ذئب و الماجشون و فلان و  
فلان، و قال النبی ﷺ: المدینة لا یدخلها الدجال و الطاعون، و المدینة علی  
کل نقب من أنقابها ملک شاهر سیفہ (مناقب الشافعی للبیہقی ۱۲۱-۱۲۰/۱)

**ترجمہ:** امام شافعیؒ نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے بارے میں کہا کہ انھوں نے  
ایک کتاب اہل مدینہ کے بارے میں لکھی تو میں نے اسے شروع سے دیکھا پھر اسے رکھ دیا  
یا اسے پھینک دیا۔ اور پھر کہا کہ یہ کیا ہے؟ اس کے شروع میں ہی خطا ہے تم نے یہ کتاب  
کس کے بارے میں لکھی ہے۔ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے کہا کہ اہل مدینہ پر لکھی  
ہے۔ امام شافعیؒ نے پوچھا کہ کون اہل مدینہ؟ تو امام محمدؒ نے کہا: امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ نے  
کہا کہ امام مالکؒ ایک شخص ہیں، امام مالکؒ کے علاوہ بھی مدینہ میں فقہاء ہیں جیسے ابن  
ذئب اور الماجشون وغیرہ وغیرہ، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میں دجال اور طاعون  
داخل نہیں ہو سکتا۔

اس عبارت سے عیاں ہو گیا کہ امام شافعیؒ نے امام محمد بن الحسنؒ پر اعتراض نہیں بلکہ صرف کتاب کے نام (رد علی اہل مدینہ) رکھنے پر اعتراض کیا ہے اور کتاب کے نام پر اعتراض کرنے سے امام محمد بن الحسنؒ پر جرح سمجھنے والے ذی شعور نہیں بلکہ بیوقوف ہیں۔ اگر کتاب پر رد کرنے سے محدث ضعیف ہوتا ہے تو پھر آپ کے لیے مندرجہ ذیل حوالے پیش خدمت ہیں۔

۱۔ امام محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم ۲۶۸ھ جو کہ مالکی فقیہ اور امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں، انہوں نے امام شافعی کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی ”الرد علی الشافعی فیما خالف فیہ الکتاب و السنة“ یعنی امام شافعی پر ان مسائل میں رد کہ جن میں انہوں نے قرآن اور سنت کی مخالفت کی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ للسیکی ۲۲۴/۱)

۲۔ امام لیث بن سعد المصری ۱۷۵ھ (جنہیں امام شافعی نے امام مالکؒ سے بھی زیادہ فقیہ اور بڑا عالم لکھا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ ۱۶۴/۱) نے امام مالک کے بارے میں لکھا۔

”احصیت علی مالک بن انس سبعین مسئلة کلها مخالفة لسنة النبی ﷺ مما

قال مالک براہہ، قال و لقد کتبت الیہ فی ذالک“۔ (جامع البیان العلم و فضلہ ۱۴۸/۲)

**ترجمہ:** میں نے امام مالک بن انس کے سترہ ایسے مسائل شمار کیے ہیں جو سب کے

سب نبی ﷺ کی سنت کے مخالف ہیں اور امام مالکؒ نے ان کو محض اپنی رائے سے بیان کیا

ہے، چنانچہ میں نے اس کے متعلق ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔

۳۔ حسن بن احمد المقری نے الرد علی الشافعی کتاب لکھی۔ کشف الظنون ۸۳۹/۱

۴۔ احمد بن مروان الدینوری نے الرد علی الشافعی کتاب لکھی۔ سیر اعلام النبلاء ۸۹/۲۱

۵۔ ابراہیم بن حماد بن اسحاق نے الرد علی الشافعی کتاب لکھی۔ الفہرست ابن ندیم ۲۹۲/۱

۶۔ حسن بن اسحاق النیسابوری ۳۲۸ھ نے الرد علی الشافعی کتاب لکھی۔ کشف الظنون ۱۳۴۰/۲



۷۔ ابراہیم ابواسحاق بغدادی ۲۹۵ھ نے الرد علی الشافعی کتاب لکھی۔ ہدیۃ العارفین ۳۱۱

۸۔ قاضی بکار بن قتیبہ ۲۷۰ھ نے ”الرد علی الشافعی مِمَّ مخالف فیہ الكتاب والسنۃ“ لکھی۔ تاریخ

الاسلام ۲۰/۱۷۱

۹۔ الحسن بن اسحاق النیسابوری نے الرد علی الشافعی فیما خالف فیہ القرآن لکھی۔ الطبقات

السنیۃ ۱/۲۲۷

۱۰۔ المفصل بن محمد نے التنبیۃ فی الرد علی الشافعی فیما خالف النصوص لکھی۔ معجم المؤلفین ۱۲/۳۱۶

۱۱۔ ابو یعقوب البیوطی نے الرد علی مالک لکھی۔ طبقات الفقہاء الشافعیہ ۲/۶۸۲

قارئین کرام اس تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ پہلے تو امام شافعیؒ نے امام محمدؒ پر رد کیا ہی نہیں اور اگر کتاب پر رد کیا بھی ہوتا تو اس سے راوی یا محدث ضعیف نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ اول تو امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کی کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ پر صرف اہل مدینہ کے لفظ لکھنے پر اعتراض کیا، جس سے راوی کو ضعیف ثابت کرنا جہالت ہے اور مزید یہ کہ کسی کی کتاب کے رد کرنے کو راوی کے ضعف پر استدلال کرنا بے وقوفی ہی ہے۔

## امام ابو یوسفؒ کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۷ پر لکھتا ہے۔

”قاضی ابو یوسف۔۔۔ نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں کہا۔ قولوا لهذا

الکذاب یعنی محمد بن الحسن هذا الذی یرویہ عنی سمعہ منی؟ اس

کذاب یعنی محمد بن الحسن سے کہو، یہ جو مجھ سے روایتیں بیان کرتا ہے، کیا اس نے سنی

ہیں؟ (تاریخ بغداد ۲/۱۸۰)

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ اس قول کی سند میں ایک راوی بشر بن الولید بن خالد الکندی

ہے۔ بشر بن الولید الکندی امام محمد بن الحسن الشیبانی سے منخرف تھا، امام محمد بن الحسن پر چوٹیں کرتا تھا اور انھیں برا بھلا کہتا تھا۔ اور ان سے بدسلوکی کرتا رہتا تھا۔ حسن بن مالک، اس (بشر بن الولید) کو اس کے اس طرز عمل سے منع کرتا تھا اور اس کے سامنے یہ دلیل پیش کرتا تھا کہ محمد بن الحسن نے فقہی مسائل پر کتاب لکھی ہیں، کیا بشر اس طرح ایک مسئلہ لکھ سکتا ہے۔ (الجواہر المفیہ ۱/۱۶۶، اخبار ابی حنیفہ وأصحابہ للصیری ص ۱۶۲)

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کی اس مسئلہ میں بشر بن ولید نے امام محمد بن الحسنؒ پر الزام لگایا ہے کیونکہ وہ امام محمد بن الحسنؒ سے منخرف تھا اور ان پر الزام تراشی کرتا تھا۔ لہذا اس قول سے استدلال مردود اور باطل ہے۔

نکتہ:- زبیر علی زئی نے اس قول کی سند کو حسن قرار دیا ہے جبکہ خود امام ابو یوسفؒ کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے پورا مضمون لکھا ہے۔ اور اگر یہ اعتراض الزامی ہے تو ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ بشر بن الولید الکندی امام محمد بن الحسن سے منخرف تھا اور ان پر الزامات لگایا کرتا تھا لہذا اس قول سے استدلال مردود ہے۔

## زبیر علی زئی کی پیش کردہ جروحات کا نقشہ

۱۔ امام یحییٰ بن معین کتاب الضعفاء للعقلمی ۵۲۳

**تبصرہ:** امام ابن معین کی جرح مبہم ہے اور خود تشدد ہیں۔ امام ابن معین نے خود امام محمد بن الحسن الشیبانی سے لکھا جو کہ توثیق کی دلیل ہے، جبکہ امام ابن معین نے احناف بشمول امام محمد پر محدثین کی جرح کو زیادتی کہا ہے۔ لہذا امام ابن معین سے مبہم جرح مرجوح اور تعدیل راجح ہے۔ لہذا امام ابن معین کو جارحین میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور بالفرض

جرح مان بھی لی جائے تو پھر بھی زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق جرح اور تعدیل دونوں اقوال ساقط قرار پائیں گے۔

۲۔ امام احمد بن حنبل الکامل ابن عدی ۶/۲۱۸۳

**تبصرہ ۵:-** امام احمد نے اہل الرائے ہونے کی وجہ سے نہ لکھنے کا کہا جبکہ خود بعد میں امام محمد سے لکھا، اور امام محمد کی شاگردی کی اور ان سے حسن ظن رکھا۔ لہذا امام احمد کو جارحین میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ امام فلاس (تاریخ بغداد ۲/۱۸۱)

**تبصرہ ۵:-** امام فلاس کی جرح مبہم ہے۔ لہذا زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق جمہور کے اقوال کی روشنی میں اسکی قبولیت یارود کا فیصلہ ہوگا۔

۴۔ الجوز جانی نے (احوال الرجال ص ۷۶-۷۷)

**تبصرہ ۵:-** جوز جانی نا صبی تھا اور اس کی جرح اہل عراق پر قابل قبول نہیں نیز وہ صحت بھی تھا۔

۵۔ امام ابوزرعہ الرازی (کتاب الضعفاء ص ۵۷۰۔ تاریخ بغداد ۲/۱۷۹)

**تبصرہ ۵:-** امام ابوزرعہ الرازی کے قول میں صرف چہمی کا التزام ہے، جبکہ امام محمد بن الحسن چہمی ہونے سے پاک تھے۔ لہذا یہ جرح قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

۶۔ امام نسائی (جزء فی آخر کتاب الضعفاء والمتر وکین ص ۶۶۲)

**تبصرہ ۵:-** امام نسائی صحت تھے او آپ کی جرح مبہم ہے۔ لہذا انکی جرح کا فیصلہ بھی جمہور کے قول کے مطابق ہوگا۔

۷۔ حافظ عقیلی کتاب الضعفاء ۴/۵۲

**تبصرہ ۵:-** حافظ عقیلی صحت تھے اور خود جرح کی بھی نہیں لہذا انکی جرح کا فیصلہ بھی

جمہور کے قول کے مطابق ہوگا۔

۸۔ امام ابن حبان (کتاب الحجر و صین ۲/۵۷۲)

**تبصرہ:-** امام ابن حبان بھی متشدد تھے اور متشدد کی جرح اصول و ضوابط کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔

۹۔ امام ابن عدی (الکامل فی الضعفاء الرجال ۶/۲۱۸۳)

**تبصرہ:-** ابن عدی کی جرح مبہم اور اصولوں کے خلاف ہے۔

۱۰۔ ابن شاہین تاریخ اسماء الضعفاء والمرتدین (ص ۱۶۳ تا ۵۳۶)

**تبصرہ:-** ابن شاہین نے خود کوئی جرح نہیں کی صرف ابن معین کی جرح نقل کی ہے۔

۱۱۔ امام شافعی (مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۲۱)۔

**تبصرہ:-** امام شافعی کا اعتراض جرح ہی نہیں لہذا خواہ مخواہ ان سے جرح ثابت کرنا ہٹ دھرمی اور مسلکی تعصب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۱۲۔ امام قاضی ابو یوسف (تاریخ بغداد ۲/۱۸۰)

**تبصرہ:-** امام ابو یوسف کے قول میں بشر بن الولید امام محمد بن الحسن سے منحرف تھا اور ان پر الزام لگاتا تھا لہذا یہ قول قابل قبول نہیں ہو سکتا، اور مزید یہ کہ خود زبیر علی زئی ابو یوسف کو ضعیف مانتا ہے لہذا ان کا قول اسے کیسے ہوگا۔

**نتیجہ:-** قارئین کرام عالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ ۱۲ حوالا جات میں امام ابن معین اور امام احمد بن حنبل سے خود توثیق ثابت ہے۔ لہذا ۱۲ میں سے باقی رہ گئے ۱۰۔ ان ۱۰ میں سے ابو زرہ الرازی کی جرح جہمی ہونے سے امام محمد بن الحسن چاک ہیں لہذا یہ جرح نہیں بن سکتی اس لئے باقی رہ گئے ۹۔ ان باقی ۹ میں جرح جوز جانی کی ہے اور وہ بھی مردود ہے جوز جانی کی جرح اہل عراق پر نہیں لاگو ہوتی لہذا رہ گئے ۸۔ ان ۸ میں امام شافعی کا قول

جرح ہی نہیں ہے لہذا رہ گئے۔ ان باقی ۷ حوالوں میں عقیلی اور ابن شاہین کی اپنی جرح ہی منقول نہیں لہذا رہ گئے ۵۔ ان ۵ میں سے قاضی ابو یوسف کا قول بشر بن الولید الکندی کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے جبکہ خود زبیر علی زئی سیدنا ابو یوسف کو ضعیف مانتا ہے۔ لہذا باقی رہ گئے ۴۔ ان باقی ماندہ ۴ اقوال میں امام نسائی اور امام فلاس کی جرح ہی مبہم ہے لہذا باقی رہ گئے ۲۔ تو ان باقی ماندہ ۲ اقوال ابن حبان اور ابن عدی اور عالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے ان ۲ اقوال کی بنیاد پر دنیا بھر میں شور مچا رکھا ہے کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی ضعیف اور کذاب ہیں۔ اگر ہم امام نسائی اور امام فلاس کی جرح کو بھی مان لیں تو پھر بھی زبیر علی زئی کے پاس صرف ۴ اقوال ہی رہتے ہیں۔ لہذا یہ ۴ اقوال آپ سنبھال کر رکھیں، کیونکہ یہ ۱۴ اقوال آپ کی ناقص تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان اقوال کو اپنے حواریوں کو سنا کر انکے دل باغ باغ کریں، اہل حق اور اہل علم حضرات کی نظر میں ان حوالا جات کی کوئی علمی حیثیت اور اہمیت نہیں اور ایک جلیل القدر امام پر جرح کرنا جہاں آپ کی مسلکی حیثیت و تعصب کا منہ بولتا ثبوت ہے وہاں آپ پر آخرت کا وبال بھی ہے۔ لہذا اپنی اصلاح کریں اور ائمہ کرام پر جرح ثابت کرنے کی ناکام کوشش نہ کریں۔

## مبہم، متشددین اور متعنت کی جرح قابل قبول کیوں نہیں؟

قارئین کرام یہ بات ذہن نشین رہے کہ محدثین کے تشدد اور متعنت اور انکی جرح کو مبہم کہہ کر رد کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔

۱۔ جو شخص عادل ثابت ہو اس پر کوئی جرح قبول نہیں ہوتی۔ اور امام محمد بن الحسن الشیبانی عادل تھے۔

ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ والصحيح في هذا الباب أن من صحت عدالته و ثبت في العلم امامته و بانت ثقته و بالعلم عناية لم يلتفت فيه الى قول أحد الا أن يأتي في جرحه بينه عادلة يصح بها جرحه على طريق الشهادات یعنی حق یہ ہے کہ جو شخص علم میں قابل، اعتبار و امانت دار ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے حق میں کوئی رد و قدح قبول نہیں کی جاسکتی۔ جب تک قانون شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ اترے۔ (جامع البيان العلم و فضلہ ص ۲۵۱/۲، لسان المیزان ۱۵/۱، تہذیب التہذیب ۲۰/۱، طبقات الشافعیہ ۱۰/۲) امام احمد بن حنبلؒ نے بھی کہا ہے: كل رجل ثبت عدالته لم يقبل فيه تجريح۔ یعنی جس کی عدالت ثابت ہو جائے تو اس پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ (تہذیب التہذیب ۲۷۳/۷) امام ابن جریرؒ نے کہا: ومن ثبت عدالته لم يقبل فيه الجرح۔ (ہدی الساری ص ۱۵۱/۲) یعنی کہ جس کی عدالت ثابت ہو جائے اس پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ ان ائمہ کرام کے نزدیک اگر عدالت اور امامت ثابت ہو جائے تو پھر عدوی فوقیت بھی کام نہیں آتی جس کا ڈھنڈورا صبح شام پیٹا جا رہا ہے۔ کیونکہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی عدالت ثابت ہے۔

۲۔ مسلکی و اعتقادی اختلاف کی وجہ سے بھی جرح نامقبول ہوتی ہے اور امام محمد بن الحسنؒ پر جرح کرنے والے چوں کہ زیادہ تر شافعی یا حنبلی تھے اس لیے ان کی جرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: وممن ينبغي أن يتوقف قبول قوله في الجرح من كان بينه وبين من جرحه عداوة سبها الا اختلاف في الاعتقاد (لسان المیزان ۱۶/۱) یعنی جرح کرنے والا اگر عداوت، دشمنی، نفرت یا اعتقاد (مسلکی) کے اختلاف کی وجہ سے جرح

کرے گا تو ایسے محدث کی جرح مردود ہوگی۔

علامہ سبکی لکھتے ہیں: ومما ينبغي ان يتفقد عن الجرح حال العقائد واختلافها بالنسبة الى الجراح والمجروح وربما خالف الجراح المجروح في العقيدة فجرحه لذلك (طبقات الكبرى ۱/۱۸۹ و نسخہ ثانیہ ۱۲/۲)

یعنی ”اور ضروری ہے کہ جرح کے وقت جراح اور مجروح کے عقائد و اختلاف عقائد کا حال دریافت کیا جائے، بعض دفعہ جراح عقیدے میں مجروح کا مخالف ہوتا ہے۔ اس لئے اس پر جرح کرتا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھتے ہیں: الجرح اذا صدر من تعصب او عدواة او منافرة او

نحو ذلك فهو جرح مردود ولا يؤمن به الا المطرود (الرفع والتكميل

ص ۴۰۹، توضیح الکلام ص ۲۲۸) ”جرح جب تعصب یا آپس میں عداوت اور منافرت

وغیرہ کی بنا پر ہو تو وہ مردود ہے۔ اس کا وہی اعتبار کرے گا جو خود منافرت میں مبتلاء ہو۔“

علامہ سخاوی لکھتے ہیں۔ وربما كان الباعث له على الخض من قوله مخالفة العقيدة،

اعتقاد انهم على ضلال فيقع فيهم، او يقصر في الشاء لذلك، الى ان قال: وفهم

من تاخذه في الفروع الحمية لبعض المذاهب، ويركب الصحب والذلول في

الخصبية، بحيث يمتنع بعضهم من الصلاة خلف بعض، الى غير هذا مما

يستقبح ذكره، وبما وبع هؤلاء أين هم من الله، (اعلان بالتونخ ص ۷۳، ص ۱۲۲)

”اکثر کسی بات کو گرانے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ عقیدے میں اختلاف ہو اور مورخ ان (عقیدے

والوں) کو گمراہ سمجھ کر ان کی برائی کرے یا ان کی خوبی بیان کرنے میں کوتاہی کرے۔ آگے چل کر

وہ (یعنی تاج الدین سبکی) کہتے ہیں ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو فروعی مسائل میں کسی

خاص مذہب کی تائید پر تلے ہوئے ہیں اور اس تعصب کی خاطر کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے یہ ان

کے اخلاق کا بدترین پہلو ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض مذہبی فرقوں کی عصبیت اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بہت سی بری باتیں ہیں۔ ان لوگوں کا بُرا ہو۔ اللہ سے یہ لوگ کتنے دور ہو گئے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر المتونی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: قال أبو عمر: قد غلط فيه كثير من الناس وضلت فيه نابتة جاهلة لا تدري ما عليها في ذلك. والصحيح في هذا الباب أن من صحت عدالته وثبت في العلم امامته وبانت ثقته وبالعلم عناية لم يلتفت فيه الى قول أحد الا أن يأتي في جرحته بينة عادلة يصح بها جرحته على طريق الشهادات، والعمل فيها من المشاهدة والمعينة لذلك بما يوجب تصديقه فيما قال لبراءة من الغل والحسد والعداوة والمنافسة، وسلامته من ذلك كله، فذلك كله يوجب قبول قوله من جهة الفقه والنظر، وأما من سمى امامته ولا عرفت عدالت ولا صحت لعدم الحفظ والاتقان، روايته فان ينظر فيه الى ما تنقأ أهل العلم عليه، ويجتهد في قبول ما جاء به على حسب ما يؤدي النظر اليه، والدليل على أنه لا يقبل فيمن اتخذه جمهور من جماهير المسلمين اماماً في الدين قول أحد من الطاعنين: ان السلف قد سبق بعضهم في بعض كلام كثير منه في حال الغضب، ومنه ما حمل عليه الحسد. (جامع البيان العلم وفضلہ ص ۲/۲۵۰)

یعنی ابو بکر کہتے ہیں: اس بارے میں بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہیں اور جہالت کی وجہ سے بہت ساری گمراہیاں پھیل گئی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ جو شخص علم میں قابل اعتماد و امانت دار ثابت ہو چکا ہے اس کے حق میں کوئی رد و قدح قبول نہیں کی جاسکتی، جب تک قانون شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ اترے۔ معترض (جرح کرنے والے) کو بھی یہ یقین دلانا چاہیے کہ اس کا دل ہر قسم کے کینے، حسد، رقابت، عداوت سے پاک ہے کیونکہ اگر



یہ عالم کے دوسرے پر نکتہ چینی آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لی جائے تو تمام علماء پر سے بھروسہ اٹھ جائے گا۔ خود سلف صالحین میں رد و قدح ہو چکی ہے کبھی غصہ سے اور کبھی حسد سے..... علماء کی آپس میں عیب جوئی، نکتہ چینی، تنقیص کچھ وزن نہیں رکھتی اور بالکل ناقابل التفات ہے۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ کلام الاقران بعضهم فی بعض لا یعبأ به ، لا سیما اذا لاحه لك انه لعدواته أو لمذهب أو لحسد ، ما ینبحو منه الا من عصم الله (میزان الاعتدال ۱۱۱/۱) یعنی ایک دوسرے کی نسبت ہمسروں کے کلام کی پروا نہ کرنی چاہیے۔ خصوصاً جب تجھ پر ظاہر ہو جائے کہ وہ تکلم بوجہ عداوت یا مذہب یا حسد کے ہے جس سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا مگر وہ جسے اللہ بچائے۔

امام محمد بن الحسن الشیبائیؒ پر بھی مسلکی تفاوت اور حسد کی وجہ سے جرح کی گئی۔ اور کبھی جہمی اور مرجئی کہہ کر ان کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی۔ لہذا اس وجہ سے بھی ہم احناف پر جرح مفسر اور معتدل امام کی جرح کا مطالبہ کرتے ہیں، جو کہ اصول کے عین مطابق ہے۔

۳۔ امام ابن معینؒ نے محدثین کی جروحات کی اصلیت کو واضح کر کے ائمہ احناف کی مظلومیت کا ثبوت فراہم کیا۔ امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ ”حدثنا عبدالرحمن بن یحییٰ ثنا احمد بن سعید ثنا ابو سعید بن الاعرابی، ثنا عباس بن محمد الدوری قال سمعت یحییٰ بن معین یقول لأصحابنا یفرطون فی ابی حنیفہ و أصحابہ“۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۲۳۱ و سندہ صحیح)

**ترجمہ:-** ہمارے اصحاب (محدثین کرام) نے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب (امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن الحسن الشیبائیؒ وغیرہما) کے بارے میں بڑی زیادتیاں کرتے ہیں (یعنی بغیر کسی وجہ کے جرح اور اعتراض کرتے ہیں۔)

ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ ”واما سائر الحدیث فہم کالاعداء لابی حنیفہ وأصحابہ“  
(الانتقاء فی فضائل ثلاثہ ۱/۱۷۲)

**ترجمہ:** یعنی محدثین کرام کی ایک جماعت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ  
(ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) کیلئے دشمنوں جیسے ہیں اور ان سے عداوت رکھتے تھے۔

امام ابن معینؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ کی اس گواہی کے بعد اس بات کی اہمیت اور  
بڑھ جاتی ہے کہ ائمہ احناف کے بارے میں جرح کی وجوہات جان کر ان کے رد اور قبول  
کا فیصلہ کریں اور مبہم جرح کو رد کر دیں، تاکہ مزید زیادتی نہ ہو سکے اور کوئی ان اکابرین کو  
مجروح کرنے کی ناپاک کوشش نہ کر سکے۔

## امام محمد بن الحسن الشیبانی کے توثیق

مندرجہ ذیل محدثین کرام اور علماء کرام نے امام محمد بن الحسن کی توثیق یا تعریف کی ہے۔

۱۔ **امام ابن معین** نے امام محمد بن الحسن الشیبانی سے انکی کتاب جامع الصغیر لکھ کر توثیق کی۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

حدثني الحسن بن محمد بن الحسن الخلال قال أنبأنا علي بن عمر الجريدي أن أبا القاسم علي بن محمد بن كاس النخعي... وقال النخعي حدثنا عبد الله بن عباس الطيالسي قال أنبأنا عباس الدوري قال سمعت يحيى بن معين يقول كتبت الجامع الصغير عن محمد بن الحسن (تاريخ بغداد ۱۷۶/۲)

**ترجمہ:** امام ابن معین نے فرمایا: میں نے "الجامع الصغیر" خود امام محمد بن الحسن سے لکھی۔

### سند کی تحقیق:-

اس سند کے راویوں کا مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

- |                                     |     |                   |
|-------------------------------------|-----|-------------------|
| ۱۔ الحسن بن محمد بن الحسن الخلال    | ثقة | تاریخ بغداد ۷/۲۲۵ |
| ۲۔ علی بن عمر بن سهل الحریری        | ثقة | تاریخ بغداد ۱۲/۲۱ |
| ۳۔ القاسم علی بن محمد بن کاس النخعی | ثقة | تاریخ بغداد ۱۲/۷۰ |
| ۴۔ عبد اللہ بن عباس الطیالسی        | ثقة | تاریخ بغداد ۱۰/۳۶ |
| ۵۔ عباس بن محمد الدوري              | ثقة | الکاشف رقم: ۲۶۰۹  |

۶۔ یحییٰ بن معینؒ ثقہ تقریب التہذیب رقم: ۷۶۵۱

اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

**اعتراض:-** عالی غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے۔ ”یہ کوئی توثیق نہیں ہے اور اس کے برعکس امام یحییٰ بن معینؒ نے ابن فرقد کے بارے میں فرمایا: چہی کذاب ہے۔ (الضعفاء للعقلی ۵۲/۳)

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ امام ابن معین کا امام محمد بن الحسن الشیبائی سے لکھنا ہی توثیق کے لیے کافی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ روی عنہ یحییٰ بن معین قلت و یکفیه روایۃ ابن معین عنہ (لسان المیزان ۲/۳۷۷ ترجمہ سعدان بن سعد اللیشی) یعنی کہ امام ابن معینؒ نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ ان کے (ثقہ ہونے) کے لیے امام ابن معین کا ان سے روایت کرنا ہی کافی ہے۔

لہذا امام محمد بن الحسن کی توثیق کے لیے امام ابن معین کا روایت کرنا ہی کافی ہے۔ معلوم ہوا کہ امام ابن معینؒ نے امام محمد بن الحسن الشیبائی کی کتاب الجامع الصغیر لکھ کر ان کی توثیق کی ہے۔

رہا امام یحییٰ بن معین کا کذاب اور چہی کہنا تو ہم اس جرح کا تحقیق جائزہ پہلے باب میں پیش کر چکے ہیں۔ اب تحقیق کے بعد اس کو پیش کرنا جہالت ہی ہے۔ اور جناب آپ کو امام یحییٰ بن معین کا صرف یہ ہی قول ازبر ہے۔ کیا امام یحییٰ بن معین کا کوئی دوسرا قول مطالعہ میں نہیں ہے یا کہ احناف کے بغض میں بھلا بیٹھے ہیں؟۔ جناب ذرا امام یحییٰ بن معین کا دوسرا قول بھی ملاحظہ کریں۔

امام ابن معین نے محدثین کی جروحات کی اصلیت کو واضح کر کے ائمہ احناف کی مظلومیت کا

ثبوت فراہم کیا۔ امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ ”حدثنا عبدالرحمن بن يحيى ثنا احمد بن سعيد ثنا ابو سعيد بن الاعرابي، ثنا عباس بن محمد الدوري قال سمعت يحيى بن معين يقول اصحابنا يفرطون في ابي حنيفة و اصحابه“۔ (جامع بيان العلم و فضلہ ۲/۲۴۱ و سندہ صحیح)

**ترجمہ:**۔ ہمارے اصحاب (محدثین کرام) نے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب (امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ وغیرہما) کے بارے میں بڑی زیادتیاں کرتے ہیں (یعنی بغیر کسی وجہ کے جرح اور اعتراض کرتے ہیں۔)

قارئین کرام، امام ابن معینؒ کی اس بات کے بعد ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے مگر پھر بھی عرض یہ ہے کہ ان کی گواہی کے بعد کم از کم امام بن معین کو امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے جارحین میں شمار کرنا ظلم عظیم اور جہالت کا بین ثبوت ہے۔

**۲۔ امام احمد بن حنبلؒ** کے تمام اساتذہ ثقہ ہیں اور وہ صرف ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں۔ (مجمع الزوائد ۸۰) اور اسی بات کا اقرار زبیر علی زئی نے خود اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۳۳ پر بھی کیا ہے۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے۔ ”یعنی عام طور پر بعض راویوں کے استثناء کے ساتھ امام احمدؒ کے سارے استاد (جمہور کے نزدیک) ثقہ ہیں۔

۱۔ امام احمد بن حنبل نے خود امام محمدؒ سے لکھا ہے۔ خطیب البغدادی اپنی سند سے لکھتے ہیں۔

حدثني الصوري اخبرنا عبد الغني بن سعيد اخبرنا ابو طاهر محمد بن

احمد بن عبد الله بن نصر حدثني ابراهيم بن جابر حدثني عبد الله بن

احمد بن حنبل قال كتبت ابي يوسف و محمد ثلاثة قماطر، قلت له، كان

ينظر فيها، قال كان ربما ينظر فيها. (تاريخ بغداد ۱۵/۳)

**ترجمہ:**۔ امام عبداللہ بن احمدؒ لکھتے ہیں، میرے والد (امام احمد بن حنبلؒ) نے امام

ابو یوسف اور امام محمد (بن الحسن الشیبانی) سے تین قواطیر (بڑے تھیلے) علم کے لکھے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن احمد سے پوچھا کہ: کیا آپ کے والد ان کا مطالعہ بھی کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔

### سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

۱۔ محمد بن علی بن عبداللہ الصوری	صدق	تاریخ بغداد ۱۰۳۳/۳
۲۔ عبدالغنی بن سعید	ثقة	سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۶۸
۳۔ محمد بن احمد بن عبداللہ	ثقة	تاریخ بغداد ۱۳/۳۱۳
۴۔ ابراہیم بن جابر بن عبدالرحمن	ثقة	تاریخ بغداد ۶/۵۲
۵۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل	ثقة فی الحدیث	سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۲۳

اس سند کی تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل نے خود امام محمد سے علم لکھا

اور اس کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل کے اس قول پر شیخ عبدالرحمن معلی غیر

مقلد لکھتا ہے۔ ”فالظاهر انه كتب عنهما مما يرويانه من الآثار (التكليف ۱۶۵/۱)

معلی کہتے ہیں کہ اس قول سے ظاہر یہی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے امام ابو یوسف اور امام

محمد بن الحسن دونوں کی احادیث لکھی تھیں۔ اور امام احمد کی جرح اصول کے مطابق ثابت ہی

نہیں ہے اور مزید یہ کہ ابتداء میں امام احمد بن حنبل اصحاب الرائے سے نہیں لکھتے تھے، مگر

بعد میں خود امام محمد بن الحسن الشیبانی سے انہوں نے لکھا اور دقیق مسائل بھی اخذ کیے۔

بنا۔ مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل نے امام محمد بن الحسن سے دقیق مسائل بھی لکھے ہیں۔ امام

صمیری اپنی سند سے لکھتے ہیں۔ ”اخبرنا احمد بن محمد الصيرفي قال ثنا علي

بن عمرو الحریری قال ثنا علی بن محمد القاضی النخعی قال ثنا ابوبکر القاطیسی (القراطیسی) قال ثنا ابراہیم الحرابی قال سألت احمد بن حنبل قلت هذه المسائل الدقائق من أين لك قال من كتب محمد بن الحسن (أخبار ابی حنیفہ ص ۱۲۹)

**ترجمہ:-** امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ، آپ نے باریک اور مشکل مسائل کہا سے لیے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ یہ مشکل اور دقیق مسائل امام محمد بن الحسن کی کتابوں سے لیے ہیں۔

### اسند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

سوالات حمزہ السہمی رقم: ۱۲۵	ثقة	۱۔ احمد بن محمد الصیرفی
تاریخ بغداد ۲۱/۱۲	ثقة	علی بن عمر بن سہل الحریری
تاریخ بغداد ۷۰/۱۲	ثقة	۳۔ القاسم علی بن محمد بن کاس النخعی
تاریخ بغداد ۸۶/۱۳	ثقة	ابوبکر القاطیسی (القراطیسی)
طبقات	صدوق	ابراہیم الحرابی
		الحنابلہ ۲۳۲/۱

اس سند کی تمام راوی ثقہ ہیں۔

**اعتراض:-** غالی غیر مقلد مقالات ۳۲۸/۲ پر لکھتا ہے۔

”عرض ہے کہ اس روایت کا ایک راوی ابوبکر محمد بن بشر بن موسیٰ بن مروان القراطیسی ہے جس کا ذکر تاریخ بغداد (۲/۱۷۷) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۵/۱۱۰) میں بغیر کسی جرح و تعدیل کے ہے لہذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔“

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ اس سند میں ابو بکر القراطیسی محمد بن بشر بن موسیٰ بن مروان نہیں جسکو آپ مجہول کہہ رہے ہیں۔ اس سند میں ابو بکر القراطیسی عمر بن سعد بن عبدالرحمن ہے جسکو خطیب البغدادی نے تاریخ البغداد ۱۳/۸۶ نے ثقہ ہے۔

**اعتراض:-** غیر مقلد معلمی لکھتے ہیں۔ ”ابراہیم غیر موثوق“ لتکلیل ۱۶۶/۱ یعنی ابراہیم کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ ابراہیم الحربی کی توثیق قاضی ابویعلیٰ نے طبقات الحنابلہ ۲۳۲/۱ میں، امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ: ۵۸۴ میں، خطیب بغدادی نے تاریخ البغداد ۶/۲۸ پر کی ہے۔ لہذا ابراہیم بن اسحاق الحربی مجہول نہیں بلکہ ثقہ راوی ہے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ امام احمد بن حنبل نے بعد میں اپنی جرح سے رجوع کرتے ہوئے امام محمد بن الحسن الشیبانی سے لکھا جو امام محمد بن الحسن الشیبانی کی توثیق کی دلیل ہے۔

**۳۔ امام شافعی نے بھی امام محمد بن الحسن الشیبانی کی توثیق یا تعریف کی ہے۔**

۱۔ امام بیہقی اپنی سند سے امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں۔ ”أخبرنا محمد بن

عبدالله الحافظ قال سمعت أبا عبدالله بن محمد بن العباس يقول

: سمعت أبا عبدالله محمد بن حمدان الطرائفی يقول سمعت الربيع بن

سليمان يقول سمعت الشافعي يقول ما كلمت اسود الرأس أعقل من

محمد بن الحسن“۔ (مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۵۸۸ وسندہ صحیح)

**ترجمہ:-** امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے کالے سروالوں میں امام محمد بن الحسن

الشیبانی سے زیادہ عقل مند نہیں پایا۔



قارئین کرام، اکثر لوگ تعدیل کے الفاظ میں ثقہ، مثبت، صدوق، لا باس بہ وغیرہ لے  
الفاظ ہی جانتے ہیں مگر ان کے علاوہ بھی کئی ایسے الفاظ موجود ہیں جو کہ راوی کی ثقاہت کو  
ثابت کرتے ہیں۔ اس قول میں اسود الرأس زبردست ثقاہت کے الفاظ ہیں۔ (شفاء  
العلیل ص ۸۸)

**ب۔** امام بیہقیؒ اپنی سند سے امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔ ”اخبیرنا أبو عبد الله  
الحافظ قال أبو أحمد الدارمی قال حدثنا عبد الرحمن یعنی ابن معمر  
الحنظلی قال حدثنا الربیع قال سمعت الشافعی يقول ما رأيت أحدا  
يسأل مسألة فيها نظر الا رأيت الكراهية في وجهه الا محمد بن  
الحسن“ (مناقب الشافعیؒ للبیہقیؒ ۱۵۹/۱ سندہ صحیح)

**ترجمہ:** امام شافعیؒ نے فرمایا میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس سے مسئلہ پوچھا  
تو اسکے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ہو، سوائے محمد بن الحسن کے۔

**پ۔** امام بیہقیؒ اپنی سند سے امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔ ”اخبیرنی محمد بن  
عبد الله الحافظ قال اخبیرنی محمد بن عمرو البصری قال حدثنا محمد  
بن ابراهیم بن عاصم عن محمد بن عبد الله القزوينی الشافعی قاضی  
أهل مصر قال سمعت أبا جعفر بن الفرجی يقول أبا حسان الزیادی  
يقول ما رأيت محمد بن الحسن يعظم من أهل العلم اعظامه للشافعی و  
لقد جاء الشافعی رحمه الله يوم ركب محمد ابن الحسن، فلقیه علی  
باب داره فرجع محمد بن الحسن الی منزله، و خلا به يومه الی  
اللیل، ولم یأذن لأحد. (مناقب الشافعیؒ للبیہقیؒ ۱۵۹/۱-۱۶۰/۱ سندہ صحیح)

**ترجمہ:-** ابو احسان الزیادی نے کہا کہ میں نے اہل علم میں سے امام شافعی سے بڑھ کر کسی کو امام محمد بن الحسن کی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور امام شافعی (ایک روز) سوار ہو کر آئے اور محمد بن الحسن ان سے دروازے پر ملے، پھر امام محمد بن الحسن واپس گھر چلے گئے اور اس دن سے رات میں خلوت میں رہے۔

**ج۔** خطیب بغدادی اپنی سند سے امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں۔ ”حدثني الحسن بن محمد بن محمد الخلال قال انبانا علي بن عمرو الجريري ان علي بن محمد النخعي حدثهم قال احمد بن حماد بن سفيان قال سمعت المزني سمعت الشافعي يقول: امن الناس علي في الفقه محمد بن الحسن“ (تاریخ بغداد ۶/۲۷۱ او سندہ صحیح)

**ترجمہ:-** امام شافعی فرماتے ہیں کہ فقہ میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان محمد بن الحسن کا ہے۔ اور اس قول کی سند صحیح ہے۔

قارئین کرام یہ قول ان لوگوں کا رد ہے جو کہ دن رات امام محمد بن الحسن کو چہمی اور مرجئی کہنے کی گردان لاپتے ہیں۔

**د۔** حافظ ابن عبدالبر اپنی سند سے امام شافعی کا قول لکھتے ہیں۔ ”حدثنا خلف بن قاسم قال الحسن بن رشيق قال نا محمد بن يحيى الفارسي قال أنا الربيع ابن اسليمان قال سمعت الشافعي يقول حملت عن محمد بن الحسن حمل بنخي و مرة و قر بعير ليس عليه الا سماعي منه“۔ (الانتقاء ۱/۲۹۱ و سندہ حسن)

**ترجمہ:-** امام شافعی فرماتے ہیں میں نے محمد بن الحسن سے بڑے اونٹ کے برابر علم لیا اور یہ تو وہ علم تھا جو میں بے ان سے سنا (یعنی میری سماعت کے علاوہ ان کے علم کی کیا انتہا ہوگی)

۱۔ امام صیری اپنی سند سے امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔ ”حدثنا ابو اسحاق النيسابوري المعروف بالدبيع قال ثنا محمد بن يعقوب الأصم قال ثنا الربيع بن سليمان قال كتب الشافعي الى محمد بن الحسن و قد طلب منه كتبه ليسنخها فأخراها عنه فكتب اليه قل لمن لم تر عين من رآه مثله۔۔۔ (اخبار ابي حنيفة ص ۱۲۷ و سندہ صحیح)

**ترجمہ:** امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔ اس شخص کو کہو وہ جس کو دیکھنے والوں کی آنکھ نے، اس کا مثل نہیں دیکھا۔

اس قول میں امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی زبردست ثقاہت ہے کیونکہ لم تر عين (اور اسکے ہم معنی الفاظ) کے الفاظ محدثین کے نزدیک نادر اور قلیل استعمال ہوتے ہیں مگر یہ الفاظ زبردست ثقاہت پر دلالت کرتے ہیں۔ (معجم الفاظ و عبارات الجرح و التعديل المشهورة والنادرة ص ۶۵۳)

**۴۔ امام بیہقیؒ ۵۴۵۸** نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی ایک حدیث کی توثیق کی ہے۔

امام بیہقیؒ ایک حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ ”و انما يصح عن الشعبي والرواية فيه عن ابن عباس على ما حكى محمد بن الحسن“۔ (سنن الکبریٰ ۸/۱۰۴) یعنی کہ اس مسئلہ میں امام شعبیؒ اور حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت صحیح ہے جیسا کہ امام محمد بن الحسن نے روایت کیا ہے۔ اس قول میں امام بیہقیؒ نے واضح توثیق کی ہے۔

**۵۔ امام ابوسعید عبدالکریم السمعانیؒ ۵۵۶۲** نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کو الام الربانی لکھا ہے۔ (کتاب الانساب ۳/۴۷۸) جو کہ زبردست توثیق ہے۔

۶۔ امام ابن الہادی المقدسی ۵۷۴۴ امام محمد بن الحسن الشیبانی

کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ”القاضی الامام العلامة فقیہ العراق ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی احد شیوخ الامام الشافعی“ (مناقب الائمة الاربعہ ص ۶۰) اس قول میں بھی ابن الہادی نے امام محمد کی توثیق کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ عالی غیر مقلد نے فتویٰ علیہ ۵۷۶۱ میں لفظ الامام اور العلامة سے بھی توثیق پر استدلال کیا ہے۔

۷۔ علامہ ذہبی ۵۷۴۸ لکھتے ہیں۔ کان بحور العلم و الفقه قویا فی مالک۔ (لسان المیزان ۶/۷۱) امام ذہبی نے لکھا کہ آپ (امام محمد بن الحسن) علم (حدیث وغیرہ) اور فقہ کے سمندر تھے۔ اور امام مالک سے روایت کرنے میں قوی (ثقف) تھے۔

**نکتہ:-** عالی غیر مقلد نے زبیر علی زئی نے وکان بحور العلم کے الفاظ کو فتویٰ علیہ ۵۷۶۱ میں ثقاہت کی دلیل تسلیم کیا ہے۔

**اعتراض:-** اگر کوئی شعبہ بازی کرتے ہوئے یہ لکھے کہ امام محمد بن الحسن اگر امام مالک کے علاوہ دوسرے لوگوں سے روایت کرے تو وہ غیر قوی یعنی کہ ضعیف ہے۔

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ یہ بات ہی غلط ہے، عالی غیر مقلد زبیر علی زئی خود ایک راوی یحییٰ بن سلیم کے بارے میں البانی کے استدلال کو رد کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ”اور اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب وہ استنباط ہے جو شیخ البانی نے امام بخاری کے قول: ما حدث الحمیدی عن یحییٰ بن سلیم فھو صحیح سے نکالا ہے کہ اگر غیر حمیدی اس (یحییٰ بن سلیم) سے روایت کرے تو وہ (امام بخاری کے نزدیک) ضعیف ہے، اسے مفہوم مخالف کہتے ہیں۔ دلیل صریح کے مقابلے میں مفہوم مخالف و مبہم وغیر واضح دلائل سب مردود ہوتے

ہیں۔ (شمارہ الحدیث نمبر: ۱۶ ص ۲۳)

جناب زبیر علی زئی صاحب! اس مقام پر بھی مفہوم مخالف و مبہم وغیر واضح دلائل ہیں اور یہ اعتراض کہ ”امام مالک کے علاوہ ضعیف ہیں“ یہ بات مردود ہے۔ جب امام مالک میں ثقہ ہیں تو اپنے قدیم اساتذہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف وغیرہما میں ثقہ کیوں نہیں؟ لہذا اپنے گمراہ کن اصول اپنے پاس رکھیں۔ علامہ ذہبی نے امام محمد بن الحسن کو بحورالعلم لکھ کر امام مالک کے علاوہ بھی واضح توثیق کر دی ہے۔ مزید یہ بھی یاد رہے کہ امام محمد بن الحسن تو فقہ میں امام بھی ہیں جسکے خود علامہ ذہبی نے بھی تسلیم کیا ہے۔ جس سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ امام محمد بن الحسن فقہ میں جو بھی روایت کریں وہ قابل قبول ہوگا، کوئی چالاکی دکھا کر ان کے فقہی اقوال اور استدلال کو یہ کہ کر رد نہیں کر سکتا کہ امام محمد بن الحسن ضعیف ہیں۔

**علامہ ذہبی** لکھتے ہیں۔ ”الفقیہ العلامة، مفتی العراقین، ابو عبد اللہ احد الاعلام“۔ (تاریخ الاسلام ۱۲/۳۵۸) اور یہ بھی زبردست توثیق ہے۔

**۸۔ حافظ نور الدین الہیثمی ۵۸۰۷** نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کی

حدیث کو حسن کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۶/۲۰۷ حدیث: ۱۰۱۷۲)

**اعتراض:-** زبیر علی زئی مقالات ۳۳۰/۲ پر لکھتا ہے۔ ”عرض یہ ہے کہ حاکم اور بیہقی

کے حوالے جمہور محدثین اور کبار علماء مثلاً امام احمد، امام یحییٰ بن معین اور امام فلاس وغیرہم

سے مقابلے میں کس طرح پیش ہو سکتے ہیں۔ اور مزید مقالات ۳۶۳/۲ پر لکھتا ہے۔ ”

۔۔۔ ان کی تحسین جمہور محدثین و اکابر علماء کے خلاف ہونے کے وجہ سے مردود ہے۔

جواب:- عرض یہ ہے کہ جناب آپ کے پیش کردہ دلائل کا ہم پچھلے صفحات پر بخیر ادھیڑ

چکے ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین سے توثیق باسند صحیح ثابت کر چکے ہیں۔ لہذا یہ تو آپ کے کسی کام کے حوالے نہیں رہے۔ اور رہی بات جمہور کی، تو جناب ابھی آگے جرح و تعدیل دونوں کا نقشہ ملاحظہ کیجیے گا، پھر دیکھیں گے کہ جمہور کس کے ساتھ ہے۔ خالی جمہور جمہور کہنے سے جمہور ثابت نہیں ہوتا۔ لہذا جمہور کارٹا لگانا ترک کر دیجئے۔

**۹۔ امام حاکم ۵۴۰۵** نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کی حدیث کو صحیح کہا

ہے۔ (مستدرک الحاکم ۳۲۱/۲)

**اعتراض:-** غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳۶۲/۲ پر لکھتا ہے۔ یہ تصحیح تین وجہ سے

مردود ہے۔۔۔۔۔ ۱۔ حافظ ذہبی نے اس حدیث کی تلخیص میں حاکم پر رد کرتے ہوئے

کہا: قلت بالدبوس میں نے کہا: ڈنڈے کی زور سے۔ ۲۔ یہ جمہور کے خلاف

ہے۔ ۳۔ بعض راویوں پر و آل تقلید جرح کرتے ہیں مثلاً محمد بن اسحاق بن یسار، مؤمل بن

اسماعیل اور عبد الحمید بن جعفر وغیرہ۔ حالانکہ امام حاکم اور ذہبی نے ان دونوں کی احادیث

کو صحیح کہا ہے۔ یہاں پر یہ لوگ جمہور کے موافق حاکم کی تصحیح نہیں مانتے اور وہاں جمہور کے

خلاف تصحیح مان لیتے ہیں، کیا انصاف ہے، سبحان اللہ۔

**جواب:-** غالی غیر مقلد کا یہ جواب خود تین وجہ سے مردود ہے۔

اول تو امام ذہبی نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کی توثیق کان بحور العلم و الفقه

(لسان المیزان ۶۱۷) پر کی ہے۔

دوم یہ کہ امام حاکم کی تعدیل جمہور کے خلاف نہیں بلکہ مؤید ہے۔ جمہور نے امام محمد کی

توثیق کی ہے یا تضعیف اس کا نقشہ آگے آ رہا ہے جس سے واضح ہو جائیگا کہ جمہور نے امام

محمد بن الحسن کی توثیق کی ہے۔

سوم یہ کہ امام ذہبیؒ کے بالد بوس کہنے سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ انہوں نے امام محمد بن الحسنؒ کی وجہ سے اس حدیث کو بالد بوس کہا ہے۔ اور مزید یہ کہ امام ذہبیؒ کے اس حدیث پر حکم سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ امام حاکم کے مطابق امام محمد کی حدیث صحیح نہیں ہے؟۔ جناب ہم تو امام حاکم کا موقف پیش کر رہے ہیں کہ ان کے نزدیک امام محمد بن الحسن الشیبانی کی حدیث صحیح ہے۔ لہذا ایسے بھونڈے اعتراض کر کے اپنی جہالت ثابت نہ کریں۔

**۱۰۔ امام دارقطنیؒ نے کہا: و عندی لا يستحق الترك (سوالات البرقانی رقم: ۵۶۸) یعنی امام محمد چھوڑنے کے مستحق نہیں ہیں (یعنی کہ امام محمد بن الحسن سے احتجاج کرنا چاہیے۔)**

غالی غیر مقلد نے مقالات ۳۵۶/۲ ترک کا ترجمہ متروک کیا ہے جو کہ اصول کے مطابق غلط ہے۔ کیونکہ امام دارقطنیؒ کا لایترک کہنا جرح ہی نہیں ہے۔

**اعتراض:-** غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳۵۶/۲ پر لکھتا ہے۔ ”امام دارقطنی کے نزدیک کسی راوی کے متروک نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ امام دارقطنیؒ کے نزدیک ضعیف بھی نہیں ہے یا دوسرے محدثین کے نزدیک متروک نہیں ہے۔

**جواب:-** عرض یہ ہے کہ یہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال ۴۰۷/۲ پر امام دارقطنیؒ کی جرح لایترک کے بارے میں لکھا ہے۔ ”فقول الدارقطنی فیہ: لا یترک، لیس بتجریح لہ“ یعنی امام دارقطنیؒ کا لایترک کہنا جرح ہی نہیں ہے۔

مزید یہ کہ امام دارقطنیؒ نے امام محمد بن الحسن کو ثقہ محدثین میں شمار کیا ہے۔ امام زیلعیؒ اس ثقاہت کے بارے میں امام دارقطنیؒ کی کتاب غرائب مالک کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ ”

حدث به عشرون نفرا من الثقات الحفاظ منهم محمد بن الحسن الشيباني و يحيى بن سعيد القطان و عبدالله بن مبارك و عبد الرحمن بن مهدي و ابن وهب وغيرهم“۔ (نصب الراية ۱/۳۰۸-۳۰۹)

**ترجمہ:**۔ اس حدیث کو (امام مالک سے) بیس عدد ثقہ حفاظ حدیث نے بیان کیا ہے جن میں امام محمد بن الحسن الشیبانی، امام یحییٰ بن سعید القطان، امام عبداللہ بن مبارک، امام عبدالرحمان بن مہدی اور امام ابن وہب وغیرہ شامل ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام دارقطنی نے امام محمد کو ثقہ حفاظ میں شمار کیا ہے۔ لہذا امام دارقطنی سے توثیق ثابت ہے۔

**اعتراض:**۔ عالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۵ پر لکھتا ہے

”یہ حوالہ کئی وجہ سے مردود ہے۔ ۱۔ جمہور کی جرح کے خلاف ہے۔ ۲۔ اصل کتاب غرائب مالک میں موجود نہیں ہے تاکہ زبیلی کے دعویٰ کی تصدیق کی جاسکے۔ ۳۔ دارقطنی نے قاضی ابو یوسف کہا۔۔ اندھوں میں کاننا (تاریخ بغداد ۱۳/۲۶۰) اور کہا۔۔۔ وہ (ابو یوسف) محمد بن الحسن سے زیادہ قوی ہے۔ (سوالات البرقانی: ۵۶) معلوم ہوا کہ امام دارقطنی کے نزدیک محمد بن الحسن الشیبانی دیکھنے کی قوت سے محروم تھا“۔

**جواب:**۔ عرض یہ کہ زبیر علی زئی کا یہ جواب خود کئی وجہ سے مردود ہے۔

۱۔ جمہور نے امام محمد بن الحسن کی توثیق کی ہے۔ زبیر علی زئی نے عجب کھیل رچایا ہوا ہے جب امام محمد پر جرح ثابت کرنی ہو تو مردود جرح کو بھی جمہور کے مطابقت کہ قبول کرتے ہیں اور جب اس کے خلاف توثیق کے صریح حوالے ہوں تو جمہور کے خلاف کہ کر رد کر دیتے ہیں۔ لہذا جمہور کا نام لے کر ائمہ کرام کی تنقیص کرنا مردود ہے۔ انشاء اللہ جمہور کس طرف ہے یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔



۲۔ اصل کتاب غرائب مالک کا موجود نہ ہونا کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ جب ثقہ محدث کسی کتاب کا حوالہ دے کر بات لکھے تو وہ قابل قبول ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ اس دعویٰ کی توثیق اس طرح بھی ہوتی ہے کہ امام بدرالدین عینی نے بھی امام دارقطنیؒ کی توثیق والے حوالے کو شرح ابوداؤد ۳۳۱/۳ میں غرائب مالک کے حوالے سے لکھا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ امام زیلعی کا حوالہ بالکل صحیح ہے اور اس پر اعتراض کرنا مردود ہے۔

۳۔ امام دارقطنیؒ کا امام ابو یوسفؒ کو اندھوں میں کانا کہنے کی تحقیق ہم امام ابو یوسفؒ پر اعتراض کی تحقیق میں پیش کر چکے ہیں۔ اور اس اعتراض کے بنیے ادھیڑ دیے ہیں۔ جب امام دارقطنیؒ کے حوالے سے امام محمد بن الحسنؒ کے بارے میں توثیق ثابت ہوگئی ہے تو پھر سوالات البرقانی: ۵۶۷ کے حوالے کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔ مزید یہ کہ امام دارقطنیؒ پر احناف کی بابت سمعت ہونے کا ثبوت بھی موجود ہے۔ پس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ زبیر علی زئی کے اعتراضات مردود ہیں۔

**۱۱۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:۔** وکان من أفراد الدهر فی الذکاء

(الایثار بمعرفۃ رواة الآثار رقم: ۲۱۴)

حافظ ابن حجر کے یہ الفاظ توثیق ہیں۔ محدثین کے نزدیک ایسے الفاظ انتہائی بلکہ درجہ اول کی ثقاہت پر اطلاق ہوتے ہیں۔ (شفاء العلیل ص ۵۲)

**۱۲۔ امام ابن العماد الحنبلیؒ ۵۱۰۸۹ لکھتے ہیں:۔** فقیہ

العصر... وکان اذکیاء العالم (شذرات الذہب ۲/۴۰۸)

امام ابن العماد الحنبلیؒ کے مندرجہ بالا الفاظ امام محمد بن الحسنؒ کی زبردست ثقاہت ثابت کرتے ہیں۔ قارئین کرام، اذکیاء العالم بھی زبردست ثقاہت کا صیغہ ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے

سیر الاعلام النبلاء ۲۳/۲۶۵، پر اس لفظ سے ثقاہت کی دلیل بھی لی ہے۔

۱۳۔ امام شمس الدین الجزریؒ ۵۸۳۳ لکھتے ہیں: الام الکبیر فقیہ الزمانہ (مناقب الاسد الغالب ۱۰۷) اس قول میں جو ثقاہت ہے اسکا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ہے۔

۱۴۔ ابن تغری بردیؒ ۵۸۷۴ لکھتے ہیں: "محمد بن الحسن الفقیہ ابن فرقد الشیبانی مولاہم الکوفی الفقیہ العلامة شیخ الاسلام و أحد العلماء الاعلام مفتی العراقین"۔ (انجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ ۲/۱۶۳) قارئین کرام، شیخ الاسلام کے الفاظ زبردست ثقاہت پر دلالت کرتے ہیں۔ علامہ سخاوی لکھتے ہیں: "فہو یطلق علی ما استقری من صنیع المعتبرین: علی المتبع لکتاب اللہ تعالیٰ و سنۃ رسول ﷺ مع المعرفة بقواعد العلم والتبحر فی الاطلاع علی اقوال العلماء و التمكن من تخریج الحوادث علی نصوص و معرفة المعقول و المنقول علی الوضع المرضی"۔ (الجواہر والدرر ۱/۶۵)

**ترجمہ:**۔ معتبر علماء کی صنیع اور طریقہ کے استقراء اور تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لقب کا اطلاق اس شخصیت پر کیا جاتا ہے جو: قرآن عزیز اور سنت رسول ﷺ کا تتبع اور پیرو ہو، علوم کے اساس و مبانی کی معرفت رکھتا ہو، علماء کے اقوال و مذاہب سے باخبر ہو، نئے پیش آمدہ مسائل کا حل نصوص میں تلاش کرنے کا تجربہ رکھتا ہو، علوم عقلیہ اور نقلیہ سے باخبر ہو اور ان کی درست اور صحیح تاویل کر سکتا ہو۔

لہذا معلوم ہوا کہ ابن تغری بردی کے قول میں امام محمد بن الحسن کی زبردست ثقاہت ہے۔

**۱۵۔ امام صلاح الدین ایبک الصفدی ۵۷۶۴** لکھتے ہیں۔

وكان اماما مجتهدا من الاذكياء الفصحاء“ (الوافي الوافيات ۲/۲۳۷، رقم:

(۷۸۲)

**۱۶۔ امام يافعي المكي ۵۷۶۸** لکھتے ہیں۔ ”قاضي القضاة و فقيه

العصر“۔ (مرآة البجنان وعبرة اليقظان ۱/۳۲۵) فقيه العصر بھی ثقاہت کا صیغہ ہے ملاحظہ

کریں طبقات الکبریٰ ۳/۳۳۲ اور سیر الاعلام النبلاء ۱۹/۳۹۳

**۱۷۔ محدث ابن العديم** لکھتے ہیں۔ ”امام المسلمین محمد بن

الحسن الشيباني“۔ (بغية الطلب في تاريخ حلب ۳/۲۹۰) اس قول میں بھی امام

محمد بن الحسن کی زبردست ثقاہت موجود ہے۔

**۱۹۔ امام فادانی المکی** ایک سند میں لکھتے ہیں۔ ”الامام الحجة أبي

عبدالله محمد بن الحسن السلفي“ (العجالة ۱/۳۸)

**۲۰۔ علامہ زيلعي** نے اپنی کتاب نصب الراية ۱/۳۰۸-۳۰۹ پر امام دارقطنی کی

کتاب غرائب مالک سے امام محمد بن الحسن کو ثقہ حفاظ میں شمار کیا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں

کیا۔ معلوم ہوا کہ علامہ زيلعي کے نزدیک بھی امام محمد بن الحسن ثقہ راوی ہیں۔ (اگر کبھی

اعتراض کرنے کی کوشش کی تو اس کا جواب زبیر علی زئی کے ہی اصولوں سے دیا جائے گا)

**۲۱۔ امام بدرالدین عینی** نے اپنی کتاب شرح ابوداؤد ۳۳۱/۳ پر امام دارقطنی کی کتاب غرائب مالک سے امام محمد بن الحسن کو ثقہ حفاظ میں شمار کیا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ امام بدرالدین عینی کے نزدیک بھی امام محمد بن الحسن ثقہ راوی ہیں۔ (اگر کبھی اعتراض کرنے کی کوشش کی تو اس کا جواب زبیر علی زئی کے ہی اصولوں سے دیا جائے گا)

**۲۲۔ امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی** ۵۹۴ھ لکھتے

ہیں۔ ”ان الثقة الائمة من اصحاب الامام ابی حنیفہ لم ينقلوا عنه شيئا من ذلك كلاما ابی يوسف و الامام محمد بن الحسن فيما جمعا من حديثه“ (عقود الجمان ص ۶۲)

ترجمہ:- بے شک امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں سے جو کہ ثقہ ہیں جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن ہیں، انہوں نے آپ کی احادیث کے جو مجموعے تیار کیے ہیں ان میں انہوں نے آپ سے ایسی کوئی بات نقل نہیں کی۔

**۲۳۔ غیر مقلد عبدالرحمن معلمی** لکھتے ہیں۔ ”و ان محمد

اكان مع مكانة من الفقه والسنن والمنزلة من الدولة و كثرة الاتباع على غاية من الانصاف في البحث و النظر“۔ (التكامل ۲۲۳/۱)

**ترجمہ:-** امام محمد کو فقہ اور سنت میں ایک مقام حاصل تھا، نیز آپ حکومت کے ہاں قدر و منزلت اور بکثرت اپنے پیروکار بھی رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود بحث و نظر میں

آپ انتہائی درجہ کے انصاف پسند تھے۔

غیر مقلد معلمی مزید لکھتے ہیں۔ ”فاما محمد بن الحسن فهو اجل و افضل مما يتراءى هنا“ (التكلیف ۴۹۲/۱) یعنی کہ امام محمد بن الحسن کا انتہائی جلیل القدر اور افضل ہونا شک و شبہ سے بالا ہے۔

**۲۴۔ علامہ جمال الدین قاسمی** لکھتے ہیں۔ ”فقد لينهما اهل

الحدیث، كما ترى في ميزان الاعتدال و لعمرى لم ينصفوهما، و هما البحران و الزاخران، و آثارهما تشهد بسعة علمهما و تبحرهما، بل يتقدمهما على كثير من الحفاظ، و ناهيك كتاب الخراج لابى يوسف و مؤطا الامام محمد“ (البحر و التعديل ص ۲۴)

**ترجمہ:** امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن کو بعض محدثین نے کمزور قرار دیا ہے جیسا کہ آپ نے میزان الاعتدال میں دیکھا ہے۔ میری عمر (عطا کرنے والے) کی قسم، ان محدثین نے ان دونوں اماموں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ حالانکہ یہ دونوں علم کے موجزن سمندر ہیں، اور ان کے آثار (احادیث) ان کی وسعت علم اور ان کے تبحر علمی پر گواہ ہیں، بلکہ اس پر شاہد ہیں کہ یہ دونوں امام اکثر حفاظ حدیث پر فوقیت رکھتے ہیں۔ آپ کو ان دونوں کے علمی رتبے جاننے کے لیے امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور امام محمد کی موطا ہی کافی ہے۔

قارئین کرام، مندرجہ بالا ۲۲ محدثین اور ۲ غیر مقلد علماء کے حوالے سے واضح ہو گیا کہ جمہور محدثین نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کی زبردست توثیق یا تعریف کی ہے اور ان کے ہوتے ہوئے زبیر علی زئی کے پیش کردہ مردود اقوال کی جمہور کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ولہذا یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ امام محمد رضی اللہ عنہ ایسے نہیں

جیسے متعصب و حمیق زبیر علیزئی سمجھتا اور لکھتا ہے بلکہ آپ امام الکبیر، جلیل القدر فقیہ و محدث اور ثقہ ہیں۔

### کتاب الآثار کا قلمی نسخہ

غالی غیر مقلد نے مقالات جلد ۲ صفحہ ۳۶۳ پر امام محمد بن الحسن الشیبائی کے موجودہ نسخوں کی سند نہ ہونے کا بڑا ہی عجیب اعتراض کیا ہے کہ احناف کے پاس موجودہ نسخہ کی صحیح سند موجود نہیں ہے۔ یہ اعتراض ایک تو بنیادی طور پر ہی غلط ہے، مزید یہ کہ نسخہ کی سند نہ ہونے کی بات ان کے کم علمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ کتاب الآثار کا ایک قدیم نسخہ مدینۃ المنورۃ کی لائبریری میں نمبر ۱۹۴ کے تحت موجود ہے اور یہ نسخہ جمعۃ الماجد الثقافتہ والتراث، دہلی میں بھی موجود ہے۔ یہ نسخہ ۵۵۷ھ میں لکھا گیا اور اس نسخہ کا تقابل اصل نسخہ سے کیا گیا۔ مزید یہ کہ اس نسخہ کا تقابل ثقہ امام قوام الدین کے نسخے سے بھی کیا گیا اور شیخ قوام الدین کے پاس جو نسخہ تھا اس کی تاریخ نسخ ۴۹۳ھ ہے اور اہم بات یہ کہ اس نسخہ کا تقابل بھی کتاب الآثار کے اصل نسخہ سے کیا گیا۔ لہذا امام محمد بن الحسن الشیبائی کی کتابوں پر اعتراض کرنا غلط ہے۔ اس نسخہ کا عکس بھی قارئین کے لیے حاضر ہے تاکہ وہ خود فیصلہ کر لیں کہ احناف پر کس تعصب کی بنا پر اعتراضات اٹھائے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بزرگان دین اور ائمہ کرام کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**كتاب الرضوخ**

عبد بن الحسين رحمه الله قال اخبرنا ابو حنيفة عن  
 عن عمار بن ياسين عن الامام ابو حنيفة عن عمار بن  
 الخطاب بن عبيد الله انه قال غسل يديه ثلثي الحصى  
 وغسل ثلثي الشئ وغسل وجهه ثلثي  
 وغسل ذراعيه ثلثي مقبله ومقبلا ومسح رأسه  
 بخمسة ثلثي وقال حماد بن عمار ان الامام عمار بن ياسين اذا  
 قلب يده فغسل يده وهذا ثلثي الحصى وغسل يديه  
 ثلاثا من ثلثي الحصى وغسل يديه عن حماد  
 عن ابن عباس قال غسل مقدم الأذن مع الوجه ومسح  
 بطن الأذن مع الرأس في كل صلاة قال ابو حنيفة  
 في كل صلاة يغسل الأذن مع الرأس في كل صلاة  
 في كل صلاة يغسل الأذن مع الرأس في كل صلاة  
 في كل صلاة يغسل الأذن مع الرأس في كل صلاة

يوم القيامة جنك وندامة الصراخنا بحقيقا  
 ثم اذى الذي عليه من هذا اذى له ذوقه بالاذن  
 ثم قال اخبرنا ابو حنيفة عن حماد بن عمار بن ياسين  
 قال البلاد حرق بالاسك

وهو في العالم  
 وصل الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم  
 في كل صلاة  
 ثم ذكر الامور من فضائل الامام العالم الذي هو في الدنيا  
 في كل صلاة  
 ثم ذكر الامور من فضائل الامام العالم الذي هو في الدنيا  
 في كل صلاة  
 ثم ذكر الامور من فضائل الامام العالم الذي هو في الدنيا  
 في كل صلاة  
 ثم ذكر الامور من فضائل الامام العالم الذي هو في الدنيا  
 في كل صلاة

## سفیان بن عیینہ کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات صفحہ ۵۴۱ جلد ۱ پر لکھتا ہے۔

سفیان بن عیینہ المکی: سفیان بن عیینہ ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابو یوسف ایک مدت تک مجھ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتا رہا لیکن میں اس کا اہل نہیں سمجھتا تھا کہ اسے حدیث سنائی جائے۔ ایک دن ہم (امیر المؤمنین) ہارون (الرشید) کے پاس تھے۔ ابو یوسف نے اس سے کہا: اس کے پاس ایک اچھی (حسن) حدیث ہے، آپ اس سے پوچھیں، پس خلیفہ نے پوچھا تو میں نے اسے حدیث سنادی پس اس حدیث کو ابو یوسف نے لیا۔ (الضعفاء للعقلمی ۴/۲۲۳)

**جواب:** عرض یہ ہے کہ آخر وہ حدیث کون سی تھی جس کے بارے میں قاضی ابو یوسف پوچھ رہے تھے؟۔ اس روایت سے پہلے کچھ یوں درج ہے۔

حدثنا احمد بن علی حدثنا الحسن بن علی حدثنا محمد بن عیسیٰ الطباع حدثنا سفیان بن عیینہ عن عمرو بن دینار ان ابن عباس کان یأتی عرفۃ بسحر۔ (الضعفاء للعقلمی ۴/۲۲۳)

(ii) ثانیاً یہ کہ اس روایت میں وجہ نہیں بیان کی کہ آخر سفیان بن عیینہ قاضی ابو یوسف کو اس کے لائق کیوں نہیں سمجھتے تھے۔ لہذا مبہم باتوں سے ایک جلیل القدر ثقہ محدث قاضی القضاة پر طعن کرنا مردود ہے۔

(iii) ثالثاً اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سفیان بن عیینہ اس حدیث کو سنانے میں قاضی ابو یوسف کو تو نہ اہل سمجھتے تھے، مگر کیا خلیفہ کو یہ حدیث سنانے میں اہل سمجھتے تھے؟

(iv) رابعاً یہ کہ اس قول سے پہلے جو حدیث ہے وہ عرفات میں پہنچنے کا مسئلہ ہے لہذا فقہی اور اعتقادی مسائل پر طعن و تشنیع کرنا اصول اسماء و رجال کے خلاف ہے اور ایسے اقوال



24: حافظ ابن ہادی نے کہا امام العلامة فقیہ العراقین (طبقات علماء الحدیث رقم: ۲۵۴) ابن ہادی نے طبقات علماء الحدیث ۱/۲۲۲. ۳۲۱ رقم: ۲۵۴ پر قاضی ابو یوسف کی توثیق محدثین کرام سے کی اور توثیق کے متعلق کوئی جرح یا اعتراض وارد نہیں کیا۔ بلکہ توثیق سے متفق ہیں۔

25: حافظ عینی نے کہا: ومناقبة وفضائله كثيرة جداً. (مغنی الاخیار رقم: ۲۷۲۱) علامہ عینی نے بھی متعدد محدثین کرام سے توثیق نقل کی ہے۔

26: امام سمعانی نے کہا: ولم يتقدمه أحد في زمانه و كان النهاية في العلم والحكم والرياسة والقدر ..... وثبت علم أبي حنيفة في أقطار الارض. (الانساب ۳/۴۳۲) ترجمہ: ان کے زمانہ میں کوئی بھی (علم میں) ان سے مقدم نہ تھا اور وہ علم و حکمت کی انتہاء پر تھے اور انہوں نے ابو حنیفہ کے علم کو زمین کے کناروں پر ثابت رکھا۔

27: ابن العماد حسینی نے کہا: "اکثر العلماء علی تفضيله و تعظيمه۔"

(شذرات الذهب ۷/۲۹۸)

28: ابن الغزئی نے کہا: الامام الحبر البحر الفقیہ الحافظ. (دیوان الاسلام ۱/۹۵) ترجمہ: عظیم امام فقہ کا سمندر، الحافظ۔

29: حافظ ابن کثیر نے ان کی تعریف اور توثیق بیان کی ہے۔ (البدایة والنہایة ۱۰/۱۹۳)

30: امام علی بن صالح نے کہا: اذا حدث عن ابی یوسف یقول حدثنی فقیہ الفقہاء وقاضی القضاء وسید العلماء ابو یوسف (اخبار ابی حنیفہ للصیرمی ص ۱۰۰) ترجمہ: جب تم ابو یوسف سے روایت کرو تو یوں کہو، مجھ سے فقیہ الفقہاء اور قاضی القضاء اور علماء کے سردار ابو یوسف نے بیان کیا۔

31: ابن خلکان نے کہا: و كان فقیهاً عالماً حافظاً ..... اکثر الناس من العلماء

اُمت کا علمی وقار بہ حال کرنے کی ایک تاریخ ساز کوشش.....

..... اَسلاف کے ورثہ علمیہ کی اشاعت نو کا گراں مایہ منصوبہ

عصر حاضر کی فکری کش مکش کے تناظر میں عالم اسلام کی حالت زار کا جو نقشہ و اشکاف حقیقت بن کر سامنے آتا ہے وہ ارباب فکر و شعور سے کسی طرح پوشیدہ نہیں۔ کفر کی بے تمیز یلغار نے ہمہ گیر نظریاتی جنگ چھیڑ کر پوری دُنیا کی فضا کو 'اسلامیت' کے حق میں اس قدر مگر بنا دیا ہے کہ موجودہ حالات کے پیش نظر ہمیں اس کبیدہ ماحول کو شفاف بنانے کے لیے ہر محاذ پر سالوں سال دولتِ عزم جواں اور خلوصِ بے پایاں کے ساتھ مسلسل کوشاں رہنا ہوگا۔ اگر اس دوران کی جانے والی ہماری کوششیں واقع میں باطل کی ٹکر کی ہوئیں تب کہیں جا کر نتائج ہمارے لیے خیر سگالی کی نوید لائیں گے۔

حالیہ صورت میں اسلام اور مسلمانوں کی سالمیت کو درپیش چیلنجز میں سب سے بڑا چیلنج 'افتراقِ اُمت' کا ہے۔ اس پر خطر فتنے کا سراسر ضرر لازمی طور پر سوا دِ اعظم 'اہل سنت و جماعت' کو ہوا جسے اسلامی تاریخ کے ہر دور میں 'حق کی جماعت' تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ باطل کے گماشتے 'خاطر خواہ مفادات' حاصل کرنے کی غرض سے اس حق پرست جماعت کے مقابل ایکا کر کے اس قسم کے گھناؤنے پروپیگنڈے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنے لگے کہ جس کے عوض میں ایک طرف تو 'محض اس جماعت کی حقانیت و صالحیت' مشکوک ٹھہری۔ دوسرا باطل شکنی جو ہمیشہ سے اس کا طرہ امتیاز تھا اُسے اس کے لیے وجہ طعن بنا دیا گیا۔ بہ ظاہر تو یہ صرف اہل سنت پر حملہ تھا، درحقیقت دین اسلام کی رُوح کو تار تار کرنے کی منظم سازش تھی۔

اس پر مستزاد اہل سنت کے تنظیمی بحرانات اور جماعتی بد مزگیاں ہیں حتیٰ کہ خود اس جماعت کے بعض علمی حلقوں کی روش یہ بن چکی ہے کہ جب کبھی ان کے آپس میں کوئی علمی بحث چل نکلتی ہے تو کہیں قبول حق سے انکار ہوتا ہے۔ کہیں بوگس تحقیق کے نام پر مسلمہ نظریات سے فرار ہو رہا ہے، کہیں اندھے اجتہاد کی آڑ میں صلحِ کلیت کا پرچار اور کہیں اغیار دوستی کا شعار۔ کہیں بے جا فتوؤں کی بھرمار ہے، تو کہیں تجدید پسندی کا غبار اور ہویٰ پرستی کا بخار۔ یہی ہے عمومی حالت زار...!!! المختصر حق شناس اور اصلاح کیش رویہ مفقود سے معدوم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ نکتے کی بات اتنی سی ہے کہ قوم (بہ شمول کثیر زعماء) کا مزاج علم و تحقیق سے عاری ہو چکا ہے اور دھیرے دھیرے ہر سمت حقیقی اسلامی اقدار سے ناواقفیت بڑھ رہی ہے۔

'دائرِ الاسلام' کے کتاب دوست حلقہ نے یہ اصرار اور مجلس عاملہ نے عمیق غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اگر ملت اسلامیہ کا نظریاتی تشخص قرونِ اولیٰ کی روایات کے مطابق قائم رکھنا ہے اور اہل سنت و جماعت کو اپنا کھویا ہوا علمی مقام واپس دلانا ہے تو اَسلاف کے علمی کارناموں سے نئی دُنیا کو متعارف کرانے کے لیے اُن کو از سر نو زندہ کرنا ناگزیر ضرورت ہے۔ اسی نظریہ ضرورت کی تعبیر کے لیے ادارہ ایک جامع پروگرام کے تحت گا ہے گا ہے نایاب اور کم یاب تراثِ علمیہ اہل اسلام کے ذوق کی نذر کرتا رہے گا ان شاء اللہ تبارک و تفضل۔

یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے

درد مند اور شعور پسند اصحاب جاہ و ثروت کو قدم بہ قدم چلنے کی صلاے عام دی جاتی ہے۔ وباللہ الہدیٰ والتوفیق۔

۸ سی، پہلی منزل، محی الدین بلڈنگ، داتا دربار مارکیٹ

گنج بخش روڈ، لاہور، پاکستان +92-321-9425765

دارالاسلام